بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنسان

اَز

خَاک تَا خَاک

مؤلف:

نعمت اللہ صالحی حاجی آبادی

(۰۰۹۸/۲۵۱/۷۷۳۸۰۰۵)

مترجم:

مولانا نذیر ناصری

Presented by www.ziaraat.com

تعارف کتاب

نام		انسان اَز خاک تا خاک
مؤلف	:	نعمت اللہ صالحی حاجی آبادی(۰۰۹۸/۲۵۱/۷۷۲۳۸۰۰۵)
مترجم	:	مولانا نذیر یاصری
اہتمام و تطبیق	:	لقمان ڈار۔سید امجد علی کاظمی
کمپوزنگ		شاہد علی۔سید امجد علی کاظمی
طبع اوّل	:	فروری ۲۰۱۳
ناشر	:	محمد علی فاؤنڈیشن۔اسلام آباد
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

☆☆☆☆☆

ایران میں اصل فارسی کتاب ملنے کا پتہ:

مرکز پخش، قم انتشارات مهر خوبان تلفن:۰۰۹۸/۲۵۱/۸۸۳۰۱۵۰۶

محمد علی بک ایجنسی(اسلامی ثقافتی مراکز)

امام بارگاہ امام الصادقؑ G-9/2 اسلام آباد 051-2557471,0321-5291921

امام بارگاہ یادگار حسینیؑ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی 051-2557470,0321-5291920

امام بارگاہ مقامی سرپاک چکوال 0543-551611,0333-5787514

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف کتاب

انسان از خاک تا خاک

فہرست

عناوین	صفحہ نمبر
عرض ناشر	vi
ابتدائی حقیقت	3

﴿پہلا حصہ﴾

84t8

حضرت آدم علیہ السلام کی حیات کا دور۔ آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرنے کی وجہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کا دورانیہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت۔ پانی سے خلقت۔ گیلی مٹی کا دوسرا مرحلہ۔ تیسرا مرحلہ لجن یعنی کالا کیچڑ۔ چوتھا مرحلہ خشک شدہ مٹی۔ پانچواں مرحلہ رُوح کا پھونکنا۔ چھٹا مرحلہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا۔ شیطان اور آدم علیہ السلام پر سجدہ۔ آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ قرآن میں خدا کے چار خلیفے۔ رُوئے زمین پر انسان کی خلافت۔ فرشتوں کا اعتراض۔ فرشتے توبہ کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام فرشتوں کے معلّم۔ آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو تعلیم دی ہوئی چیزیں۔ جناب حوا کی خلقت۔ جناب آدم علیہ السلام کا حضرت حوا کے ساتھ شادی کرنا۔ جناب حوا کا حق مہر۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بلند پروازی۔ شیطان جنت میں کس طرح داخل ہوا۔ آدم علیہ السلام اور حوا جنت میں۔ حضرت حوا شیطان کے فریب میں آ گئیں۔ جنت کا لباس دونوں سے اُتروا لیا گیا۔ جنت سے نکل جاؤ!۔ اس واقعہ سے جو نتائج برآمد ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی جنت۔ حضرت آدم علیہ السلام کی مناجات۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خوش بختی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریّت (یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد و نسل)۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جناب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات۔ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کا آنا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر وحی ہونے والی

Presented by www.ziaraat.com

چیزیں۔حضرت آدم علیہ السلام کی کتاب۔حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت۔حضرت آدم علیہ السلام کا جانشین۔حضرت آدم علیہ السلام کی وفات۔حضرت آدم علیہ السلام کی قبر

﴿دوسرا حصہ﴾

109 تا 85

انسان کے بارے میں۔انسان کی بعض خصوصیات لفظ انسان قرآن میں۔لفظ بشر قرآن میں۔انسان مخلوقات کا سرسبز پھول ہے۔انسان کے امتیازات۔انسان کی فضیلتیں۔تمام چیزیں انسان کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں۔انسان کی علمی قوت وقدرت۔انسان کا تقویٰ وپرہیزگاری۔

انسان میدان آزمائش میں۔انسان کی حقیقت۔انسان کی غرض خلقت۔روایات کی روشنی میں خلقت انسان کا فلسفہ۔وجود انسان کا مبدأ۔

﴿تیسرا حصہ﴾

210 تا 110

انسان کی عمر کا دورانیہ

انسانوں کے ابتدائی ذرات واجزاء

انسانوں کے ذرات کا پہلا مرحلہ۔پہلا مرحلہ مٹی کے بیان میں۔مٹی سے حاصل شدہ غذا کے بیان میں۔دوسرا مرحلہ نچوڑی مٹی۔تیسرا مرحلہ خون کے بیان میں۔چوتھا مرحلہ نطفہ کے بیان میں۔لفظ نطفہ اور منی کا مفہوم۔نطفہ کا عورت کے رحم میں پیوست ہونا۔جنین کی زندگی پر پچہ دانی کے اثرات۔وراثت کا بیان۔وراثت کے عوامل۔پانچواں مرحلہ عَلَقَہ کے بیان میں۔چھٹا مرحلہ مضغہ کے بیان میں۔ساتواں مرحلہ استخوان بندی (ہڈیوں کا ڈھانچہ) کے بیان میں۔آٹھواں مرحلہ ہڈیوں پر گوشت کے چڑھنے کے بیان میں۔جنین کی پُراسرار دُنیا۔جنین کا قد وقامت اور نظام اعضاء۔بدن میں رُوح کا پھونکا جانا۔نواں مرحلہ نطفہ کا عالم جنین۔جنین کی خوراک۔تخلیق خدا کا شاہکار۔دسواں مرحلہ: ولادت۔پیدائش کے وقت بچے کا رونا۔گیارہواں مرحلہ: دُودھ کی بڑھائی۔پیدائش سے پہلے غذا تیار۔ماں کا مقام۔دُودھ کا پیدا ہونا۔دُودھ کا اہم مواد غذائی۔بارہواں مرحلہ: بچے کا دُودھ چھڑوانا۔تیرہواں مرحلہ: بچپن کی عمر۔چودھواں مرحلہ: نوجوانی

Presented by www.ziaraat.com

کے عالم میں۔نوجوانی کے عالم میں خودشناسی۔پندرھواں مرحلہ: جوانی کا عالم۔خوش بختی کی طلب میں۔مادہ پرستوں کے تین گروہ ہیں:۔معنویت پرستوں کے تین گروہ۔حقیقی و اصلی خوش بختی۔چالیس سالہ لوگوں کے بارے میں روایات۔سولہواں مرحلہ کہولت یعنی بڑھاپےکا آغاز۔اُن کی معذرت کرنا قبول نہ ہوگی۔سترہواں مرحلہ: بڑھاپا۔اے بیس سال کی عمر والو!۔اے تیس سال کی عمر والو!۔اے چالیس سال کی عمر والو!۔اے پچاس سال کی عمر والو!۔اے ساٹھ سال کی عمر والو!۔اے ستر سال کی عمر والو!۔اے اسّی سال کی عمر والو!۔اے نوے سال کی عمر والو!۔اے سَو سال کی عمر والو!۔لالچی بوڑھے سے ہارون کا سوال۔بوڑھے مرد اور حضرت عیسیٰ ؑ کا واقعہ۔بڑھاپے میں بھول جانا۔لمبی عمر کے عوامل و اسباب۔انسان کی عمر کے کوتاہ ہونے کے عوامل و اسباب۔موت دوسری ولادت۔انسان کی خدا کی طرف توجہ۔

****

Presented by www.ziaraat.com

عرض ناشر

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد وشکر کی معرفت سے محروم رکھتا ان پیہم عطیوں پر جو اس نے دیئے ہیں اور ان پے در پے نعمتوں پر جو اس نے فراوانی سے بخشی ہیں تو وہ اس کی نعمتوں میں تصرف تو کرتے مگر اس کی حمد نہ کرتے۔

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے اپنی ذات کو ہمیں پہچنوایا اور حمد وشکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم واطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اور توحید میں اخلاص کی طرف رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں شرک و کجروی سے ہمیں بچایا۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت وآفرینش کی تمام خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک وپاکیزہ رزق کا سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ وتسلط دے کر تمام مخلوقات میں برتری عطا کی۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت سے ہمارے زیر فرمان اور اس کی قوت وسربلندی کی بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے۔

تمام تعریف اس اللہ تعالی کے لئے ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو نہ گذشتہ اُمتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی اس قدرت کی کارفرمائی سے جو کسی شے سے عاجز نہیں ہوتی اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو۔ اور کوئی چیز اس کے قبضے سے نکلنے نہیں پاتی اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف ونازک ہو۔ اس نے اپنی مخلوقات میں ہمیں آخری امت قرار دیا، اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا اور اپنے لطف وکرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں کثرت دی۔

اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ وآلِ محمدؐ پر جو تیری وحی کے امانت دار، تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ تیرے بندوں میں پسندیدہ رحمت کے پیشوا، خیر وسعادت کے پیشرو اور برکت کا سرچشمہ تھے، جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر اپنے کو مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا اور تیری رضامندی کے لئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین کو زندہ کرنے کے لئے سب رشتے ناطے قطع کر لئے۔ نزدیک کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ سے دور کر دیا اور دور والوں کو اقرار کی وجہ سے قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے

Presented by www.ziaraat.com

دوروالوں سے دوستی اور نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام پہنچانے کے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں زحمتیں برداشت کیں اور اپنے محل سکونت و مقام رہائش اور جائے ولادت و وطن سے پردیس کی سرزمین اور دور دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور تیرا کلمہ بلند ہوکر رہا۔

ساری داستانیں اس کی داستان کے گرد گھومتی ہیں جس کا بھید کوئی نہیں پا سکتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس کائنات کی ہر چیز دوسری چیز کے گرد گھوم رہی ہے اور اس گردش کا مرکز عرش الٰہی ہے گویا ساری کائنات اس کے عرش کے گرد گھوم رہی ہے لیکن سوائے چند برگزیدہ ہستیوں کے کون ہے جو اس عرش تک رسائی حاصل کر سکے۔ وہ ازل میں نور کا ایک شعلہ تھا۔ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لیے چہاردہ معصومین کے انوار کو اپنے نور سے خلق کیا۔

جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿اَوَّلُ خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ﴾ سب سے پہلے خداوند تبارک وتعالیٰ نے میرا نور خلق فرمایا، میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔

زیارت جامعہ میں آیا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے انوار خلق فرمائے تو یہ انوار ہزاروں سال تک اس خدائے لم یزل کے نور کا طواف کرتے رہے۔ چہاردہ معصومینؑ کی معرفت زیارت جامعہ میں اس طرح ملتی ہے۔ آپ سب کی ارواح، آپ کے نور اور آپ کی اصل ایک ہے۔ جو خوش آیند اور پاکیزہ ہے۔ آپ میں سے بعض کی اولاد ہیں۔ خدا نے آپ کو بہ شکل نور خلق فرمایا۔ پھر آپ سب کو اپنے عرش کے گرد رکھا حتیٰ کہ ہم پر احسان فرمایا اور آپ کو بھیجا۔ پس آپ کو ان گھروں میں رکھا جن کو خدا نے بلند کیا اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔ اس نے قرار دی آپ پر ہماری صلوات اس سے ہمیں آپ کی ولایت میں خصوصیت دی اسے ہماری پاکیزہ پیدائش ہمارے نفسوں کی صفائی، ہمارے باطن کی درستی کا ذریعہ اور گناہوں کا کفارہ بنایا پس ہم اس کے حضور آپ کی فضیلت کو ماننے والے اور آپ کی تصدیق کرنے والے قرار پا گئے ہیں۔

سلام ہو آپ پر اے خاندان نبوت، اے پیغام الٰہی آنے کی جگہ آپ ملائکہ کے آنے جانے کے مقام وحی نازل ہونے کی جگہ نزول رحمت کے مرکز، علوم کے خزینہ دار، حد درجہ کے بردبار اور بزرگواری کے

Presented by www.ziaraat.com

حامل ہیں آپ قوموں کے پیشوا،نعمتوں کے بانٹنے والے،سرمایہ نیکوکاران،پارساؤں کے ستون،بندوں کیلئے تدبیر کار،آبادیوں کے سردار،ایمان واسلام کے دروازے اور خدا کے امانتدار ہیں اور آپ نبیوں کی نسل اور اولاد رسولوں کے پسندیدہ اور جہانوں کے رب کے دروازے اور خدا کے امانتدار ہیں۔ آپ لوگوں کی پناہ گاہ نبیوں کے وارث دار،بلندترین نمونہ عمل اور بہترین دعوت دینے والے ہیں،آپ خدا کی معرفت کے ذریعوں پر جو خدا کی برکت کے مقام اور خدا کی حکمت کے مراکز ہیں۔ خدا کے رازوں کے نگہبان،خدا کی کتاب کے حامل خدا کے آخری نبی کے جانشین اور خدا کے رسولؐ کی اولاد ہیں۔

آپ امام ہیں ہدایت والے،سنورے ہوئے گناہ سے بچائے ہوئے بزرگیوں والے اس سے نزدیک تر پرہیزگار،صدق والے،چنے ہوئے،خدا کے اطاعت گذار،اس کے حکم پر کمربستہ،اس کے ارادے پر عمل کرنے والے اور اس کی مہربانی سے کامیاب ہیں کہ اس نے اپنے علم کے لئے آپ کو چنا اپنے غیب کے لئے آپ کو پسند کیا اپنے راز کے لئے آپ کو منتخب کیا اپنی قدرت سے آپ کو اپنا بنایا اور اپنی ہدایت سے عزت دی اور اپنی دلیل کے لئے خاص کیا اس نے آپ کو اپنے نور کے لئے چنا روح القدس سے آپ کو قوت دی اپنی زمین میں آپ کو اپنا نائب قرار دیا اپنی مخلوق پر اپنی حجتیں بنایا اپنے دین کے ناصر اور اپنے راز کے نگہدار اور اپنے علم کے خزینہ دار بنایا اپنی حکمت ان کے سپرد کی آپ کو اپنی وحی کا ترجمان اور اپنی توحید کا مبلغ بنایا اس نے آپ کو اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا اپنے بندوں کے لئے نشان منزل،اپنے شہروں کی روشنی اور اپنے راستے کا رہبر قرار دیا،اس کے عہد کو پختہ کیا اس کی فرمانبرداری کے عقیدے کو محکم بنایا آپ نے پوشیدہ وظاہر اُس کا ساتھ دیا اور اس کے سیدھے راستے کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور بہترین گفتگو کے ذریعے بلایا آپ نے اس کی رضا کے لئے اپنی جانیں قربان کیں اور اس کی راہ میں آپ کو جو دکھ پہنچا ان کو صبر سے جھیلا آپ نے نماز قائم رکھی اور زکوۃ دیتے رہے آپ نے نیک کاموں کا حکم دیا برے کاموں سے منع فرمایا اور خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا۔ چنانچہ آپ نے اس کا پیغام عام کیا اس کے عائد کردہ فرائض بتائے اور اس کی مقررہ حدیں جاری کیں آپ نے اس کے احکام بیان کئے اس کے طریقے رائج کئے اور اس میں آپ کی رضا کے طالب ہوئے آپ نے اس کے ہر فیصلے کو تسلیم کیا اور آپ نے اس کے گذشتہ پیغمبروں کی تصدیق کی پس آپ نے مجھے والا

Presented by www.ziaraat.com

دین سے نکل گیا آپ کا ہمراہی دیندار رہا اور آپ کے حق کو کمتر سمجھنے والا نابود ہوا ۔حق آپ کے ساتھ ہے آپ میں ہے آپ کی طرف ہے آپ حق والے ہیں اور مرکز حق ہیں نبوت کا ترکہ آپ کے پاس ہے لوگوں کی واپسی آپ کی طرف اور ان کا حساب آپ کو لینا ہے آپ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والے ہیں خدا کی آیتیں اور اس کے ارادے آپ کے دلوں میں ہیں اس کا نور اور محکم دلیل آپ کے پاس ہے اور اس کا حکم آپ کی طرف آیا ہے آپ کا دوست خدا کا دوست اور جو آپ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے جس نے آپ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے آپ سے نفرت کی اس نے خدا سے نفرت کی اور جو آپ سے وابستہ ہوا وہ خدا سے وابستہ ہوا کیونکہ آپ سید ھا راستہ، دنیا میں لوگوں پر شاہد و گواہ اور آخرت میں شفاعت کرنے والے ہیں۔

آپ پر میرے ماں باپ اور میری جان قربان، کس طرح میں آپ کی خوبصورت تعریف و توصیف کروں اور آپ کی بہترین آزمائش کا تصور کروں کہ خدا نے آپ کے ذریعے ہمیں خواری سے بچایا، ہمارے رنج و غم کو دور فرمایا اور ہمیں تباہی سے نکالا اور جہنم کی آگ سے آزاد کیا میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر قربان، آپ کی دوستی کے وسیلے خدا نے ہمیں دینی تعلیمات عطا فرمائیں اور ہماری دنیا کے بگڑے کام سنوار دیئے آپ کی ولایت کی بدولت کلمہ مکمل ہوا نعمتیں بڑھ گئیں اور آپ کی دوریاں مٹ گئیں ۔آپ کی دوستی کے باعث اطاعت واجبہ قبول ہوتی ہے آپ سے محبت رکھنا واجب ہے ۔خدائے عز و جل کے ہاں آپ کے لیے بلند درجات، پسندیدہ مقام اور اونچا مرتبہ ہے ۔نیز اس کے حضور آپ کی بڑی عزت، بہت اونچی شان ہے اور آپ کی شفاعت قبول شدہ ہے ۔اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو حق نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کہ ان دونوں پر اور ان کے خاندان کے پاکبازوں پر خدا کی رحمت ہو ۔ان پر رونے والوں کو رونا چاہیئے ۔چنانچہ ان پر اور ان جیسوں پر دھاڑیں مار مار کر رونا چاہیئے ان کے لیے آنسو بہائے جائیں ۔رونے والے چیخ چیخ کر روئیں، نالہ و فریاد بلند کریں اور اونچی آوازوں میں رو کر کہیں کہاں ہیں حسنؑ؟ کہاں گئے حسینؑ؟ ہم فرزندان حسینؑ ایک نیکوکار کے بعد دوسرا نیکوکار ایک سچے کے بعد دوسرا سچا کہاں گئے جو ایک کے بعد ایک راہ حق کے رہبر تھے کہاں گئے جو اپنے وقت میں خدا کے برگزیدہ تھے کدھر گئے وہ چمکتے سورج کیا ہوئے وہ دمکتے چاند کہاں گئے؟ وہ جھلملاتے ستارے کدھر گئے؟ وہ

Presented by www.ziaraat.com

دین کے نشان اور علم کے ستون کہاں ہیں؟ خدا کا آخری نمائندہ جو رہبروں کے اس خاندان سے باہر نہیں کہاں ہے؟ وہ جو ظالموں کی جڑیں کاٹنے کے لیے آمادہ ہے کہاں ہے وہ جو انتظار میں ہے کہ ٹیڑھے کو سیدھا اور نادرست کو درست کرنے کا وقت آئے کہاں ہے وہ امیدگاہ جو ظلم وستم مٹانے والا ہے کہاں ہے؟ وہ فرائض و سنن کو زندہ کرنے والا امام کہاں ہے؟ وہ ملت وشریعت کو راست کرنے والا کہاں ہے؟ وہ جس کے ذریعے قرآن اور اس کے احکام کے زندہ ہونے کی توقع ہے کہاں ہے؟ وہ دین اور اہل دین کے طریقے روشن کرنے والا کہاں ہے؟ اے کاش میں جانتا کہ اس دوری نے آپ کو کہاں جا ٹھہرایا اور کس زمین اور کس خاک نے آپ کو اٹھا رکھا ہے آپ رضوی میں ہیں یا کسی اور پہاڑ پر ہیں یا وادی طویٰ میں، یہ مجھ پر گراں ہے کہ مخلوق کو دیکھوں اور آپ کو نہ دیکھ پاؤں نہ آپ کی آہٹ سنوں اور نہ سرگوشی مجھے رنج ہے کہ آپ تنہا سختی میں پڑے ہیں میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں اور میری آہ وزاری آپ تک نہیں پہنچ پائی۔ میری جان آپ پر قربان کہ آپ غائب ہیں مگر ہم سے دور نہیں میں آپ پر قربان آپ وطن سے دور ہیں لیکن ہم سے دور نہیں میں آپ پر قربان آپ ہر محب کی آرزو، ہر مومن ومومنہ کی تمنا ہیں جس کے لیے وہ نالہ کرتے ہیں۔ میں قربان آپ وہ عزت دار ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں میں قربان آپ وہ بلند مرتبہ ہیں جن کے برابر کوئی نہیں، میں قربان آپ وہ قدیمی نعمت ہیں جس کی مثل نہیں میں قربان آپ جو شرف رکھتے ہیں وہ کسی اور کو مل نہیں سکتا کب تک ہم آپ کے لیے بے چین رہیں گے۔ اے میرے آقا اور کب تک اور کس طرح آپ سے خطاب کروں اور سرگوشی کروں۔ یہ مجھ پر گراں ہے کہ بجز آپ کے کسی سے جواب پاؤں یا باتیں سنوں مجھ پر گراں ہے کہ میں آپ کے لیے روؤں اور لوگ آپ کو چھوڑے رہیں۔ مجھ پر گراں ہے کہ لوگوں کی طرف سے آپ پر گزرے جو گزرے تو کیا کوئی ساتھی ہے جس کے ساتھ مل کر آپ کے لیے گریہ وزاری کروں کیا کوئی بے تاب ہے کہ جب وہ تنہا ہو تو اس کے ہمراہ نالہ کروں آیا کوئی آنکھ ہے جس کے ساتھ مل کر میری آنکھ غم سے آنسو بہائے۔ اے احمد مجتبیٰؐ کے فرزند آپ کے پاس آنے کا کوئی راستہ ہے کیا ہمارا آج کا دن آپ کے کل سے مل جائے گا کہ ہم خوش ہوں کب وہ وقت آئے گا کہ ہم آپ کے چشمے سے سیراب ہوں گے کب ہم آپ کے چشمہ شیریں سے پیاس بجھائیں گے۔ اب تو پیاس طولانی ہو گئی کب ہماری صبح وشام آپ کے ساتھ گزرے گی کہ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں کب آپ ہمیں اور ہم آپ کو دیکھیں گے جب کہ آپ کی فتح کا پرچم لہراتا ہوگا ہم آپ کے چوگرد جمع ہوں گے اور آپ بھی

Presented by www.ziaraat.com

لوگوں کے امام ہوں گے۔ تب زمین آپ کے ذریعے عدل و انصاف سے پر ہوگی آپ اپنے دشمنوں کو سختی و ذلت سے ہمکنار کریں گے آپ سرکشوں اور حق کے منکروں کو نابود کریں گے۔ مغروروں کا زور توڑیں گے اور ظلم کرنے والوں کو جڑیں کاٹ دیں گے۔ اس وقت ہم کہیں گے حمد ہے خدا کے لیے جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے معبود تو ہے دکھوں اور مصیبتوں کو دور کرنے والا۔ میں تیرے حضور شکایت لایا ہوں کہ تو مداوا کرتا ہے اور تو ہی دنیا و آخرت کا پروردگار ہے۔ پس میری فریاد سن اے فریادیوں کی فریاد سننے والے لا اپنے اس حقیر اور دکھی بندے کو اس کے آقا کا دیدار کرا دے اے زبردست قوت والے ان کے واسطے سے اس کے رنج و غم کو دور فرما اور اس کی پیاس بجھا دے۔ اے وہ ذات جو عرش پر حاوی ہے کہ جس کی طرف واپسی اور آخری ٹھکانا ہے اور اے معبود ہم ہیں تیرے حقیر بندے جو تیرے ولی عصر کے مشتاق ہیں جن کا ذکر تو نے اور تیرے نبیؐ نے کیا۔ تو نے انہیں ہماری جائے پناہ بنایا ہمارا سہارا قرار دیا۔ ان کو ہماری زندگی کا ذریعہ اور پناہ گاہ بنایا اور ان کو ہم میں سے مومنوں کا امام قرار دیا پس ان کو ہمارا درود و سلام پہنچا۔ اور اے پروردگار ان کے ذریعے ہماری عزت میں اضافہ فرما ان کی قرارگاہ کو ہماری قرارگاہ اور ٹھکانہ بنا دے ہم پر ان کی امامت کے ذریعے ہمارے لیے اپنی نعمت پوری فرما یہاں تک کہ وہ تیری جنت میں ان شہیدوں کے پاس لے جائیں گے جو مقرب خاص ہیں۔ اے معبود! رحمت نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر اور رحمت فرما امام مہدیؑ کے نانا محمدؐ پر جو تیرے رسول اور عظیم سردار ہیں اور رحمت کر القائمؑ کے والد پر جو چھوٹے سردار ہیں۔ رحمت فرما ان کی دادی صدیقہ کبریٰ فاطمہ بنت محمدؐ پر۔ رحمت فرما ان سب پر جن کو تو نے ان کے نیکوکار بزرگوں میں سے چنا اور رحمت فرما القائمؑ پر۔ بہترین کامل پوری ہمیشہ ہمیشہ بہت سی بہت زیادہ جو رحمت کی ہو تو نے ان برگزیدوں میں سے کسی پر اور مخلوق میں سے اپنے پسندیدہ پر اور درود بھیج القائمؑ پر وہ درود جس کا شمار نہ ہو جس کی مدت ختم نہ ہو اور جو کبھی قطع نہ ہو۔ اے معبود ان کے ذریعے حق کو قائم فرما۔ ان کے ہاتھوں باطل کو مٹا دے۔ ان کے وجود سے اپنے دوستوں کی عزت افزائی فرما۔ ان کے ذریعے اپنے دشمنوں کو ذلت سے ہمکنار کر دے اور اے معبود ہمیں اور ان کو اکٹھے کر دے ایسا اکٹھا کہ جو ہم کو ان کے پہلے بزرگوں تک لے جائے اور ہمیں ان میں قرار دے جنہوں نے ان کا دامن پکڑا ہے ہمیں ان کے زیر سایہ رکھ۔ ان کے حقوق ادا کرنے میں ہماری مدد فرما۔ ان کی فرمانبرداری میں کوشاں بنا دے۔ ان کی نافرمانی سے بچائے رکھ۔ ان کی خوشنودی سے ہم پر احسان کر اور عطا فرما ہمیں ان کی محبت ان کی رحمت ان کی دعا اور ان کی برکت جس کے ذریعے ہم تیری وسیع رحمت اور تیرے ہاں کامیابی حاصل کریں ان کے ذریعے ہماری نماز

Presented by www.ziaraat.com

قبول فرما۔ان کے ذریعے ہماری روزیاں فراخ فرما۔ہماری پریشانیاں دور فرما اور ان کے وسیلے ہماری حاجات پوری فرما اور توجہ کر ہماری طرف بواسطہ اپنی کریم ذات کے اور قبول فرما اپنی بارگاہ میں ہماری حاضری ہماری طرف نظر کر مہربانی کی نظر جس سے تیری درگاہ میں ہماری عزت بڑھ جائے پھر یعنیہ اپنے کرم کے وہ نظر ہم سے نہ ہٹا۔ہمیں القائم کے نانا کے حوض سے سیراب فرما۔خدا کی رحمت ان پر اور ان کی آل پر۔ان کے جام سے ان کے ہاتھ سے سیر و سیراب کر جس میں مزہ آئے اور پھر پیاس نہ لگے۔اے سب سے زیادہ رحم والے۔

یہی ذوات مقدسہ(ع) جو وارثان علم لدنی ہیں۔ان کی زبان مبارک سے جاری ہونے والے سرچشمہ ہائے علوم سے اکتساب فیض کرکے طالبان رشد و ہدایت مراتب کمال انسانیت کو طے کرکے اس مقام بلند و بالا تک رسائی حاصل کرتے ہیں جہاں خود خالق دو جہان یہ فرماتا ہے کہ: "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" یعنی "حقیقی اللہ سے حقیقی معنوں میں ڈرنے والے علماء ہی ہیں"

انہی علماء میں سے مشہور عالم و محقق نعمت اللہ صالحی حاجی آبادی کی مشہور و معروف تصنیف "انسان از خاک تا خاک" (انسان خاک سے خاک تک) ہے۔اس کا فارسی زبان میں شائع ہونے والا ترجمہ جب راقم "لقمان ڈار مرحوم" کی نظر سے گذرا تو دل میں یہ خواہش ابھری کہ فارسی زبان پر عبور نہ رکھنے والے لسان مومنین و مومنات کے استفادہ کے لئے اردو میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے جن کی مادری زبان اردو ہے۔لیکن بوجہ بیماری اس کام کو جاری و ساری رکھنے میں لاحق ہو گئی اور اسی وجہ سے کتاب کی اشاعت میں دیر ہوئی اور اسی بیماری کی وجہ سے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔لیکن آپ کی قلبی خواہش تھی کہ اس کتاب کو جلد از جلد مکمل کرپاتے۔ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ لقمان ڈار مرحوم، سید امجد علی کاظمی کے مرحومین اور جملہ مومنین و مومنات کے درجات بلند فرمائے اور محمدؐ و آل محمدؐ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

بارالہا! محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے صدقے میں ہماری اس ناچیز دینی خدمت کو قبول فرما اور اسے ہمارے لئے زاد راہ آخرت قرار دے۔

والسلام

Presented by www.ziaraat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Presented by www.ziaraat.com

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائی حقیقت

دین مقدس اسلام کے پانچ بنیادی اصول ہیں: پہلا اصول توحید اور معرفت خدا ہے۔ انسان کے تمام فہم و ادراک اور علم و آگاہی کی جڑ اور اسلامی بحثوں کی بنیاد خداوند متعال کی معرفت و شناخت ہے کیونکہ انسانی زندگی کی ابتداء سرشت و فطرت کی عمر سے ہوتی ہے (یعنی انسان جن دنوں میں ماں کے رحم میں تھا پھر اس کے بعد اس دنیا میں اُس نے آنکھیں کھولیں) اور وہ روز قیامت تک جاری رہے گی، اپنے درجہ انتہا اور مرتبہ کمال کو حاصل کرے گی۔

چنانچہ ذات خدا اور توحید پروردگار کی معرفت کرانے کیلئے انبیاء علیہم السلام آئے ہیں اور انہوں نے اپنے تمام تر دستورات کی ٹھوس بنیاد لوگوں کو معرفت خدا کی طرف دعوت دینے کو قرار دیا اور حدامکان تک انہوں نے لوگوں کو معرفت خدا کروائی ہے۔ ان کے بعد مکتب تشیع کے علماء اور دانشوروں نے قرآنی آیات اور روایات کی مدد سے آل پیغمبرؐ کے طریقۂ کار کو اپناتے ہوئے معرفت خدا کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں اور معرفت خدا کی بحث و تمحیص کو بطور کامل اور انتہائی شائستگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اُصولی طور پر ہر انسان کا کمال اور اس کی حقیقی اہمیت خدا کی معرفت و شناخت کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسان جتنا اپنے پروردگار کی معرفت و شناخت میں آگے بڑھتا ہے اتنی ہی اس کی اہمیت اور قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ جتنی معرفت خدا کی بنیاد محکم و مضبوط ہوتی جائے گی اتنا ہی اس کے کمال و تکامل میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ جتنی بھی انسان کی معرفت کامل تر ہوتی جائے گی تو اتنا ہی دوسروں کی نسبت سے اس کے کمال اور اہمیت میں برتری آتی جائے گی۔

معرفت خدا کے کئی مختلف ذریعے ہیں مگر جس طرح صاحبان عرفان کا نظریہ ہے وہ کہتے ہیں عالم ہستی کے تمام تر زندہ موجودات کی تعداد کے مطابق راستے ہیں جن کے ذریعہ سے خدا اور معرفت

Presented by www.ziaraat.com

خدا تک پہنچا جا سکتا ہے (یعنی ہر زندہ موجود خدا اور معرفت خدا کا کامل ذریعہ ہے) لیکن انسان کو معرفت پروردگار کا بہترین راستہ جو اپنانا چاہئے اور وہ راستہ وہی ہے جو قرآن کریم پیغمبر اکرمؐ اور ان کی گرامی قدر آلؑ کی روایات کے ذریعہ سے بیان ہوا ہے کیونکہ یہ وہ راستہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان بہت جلد مقصد تک پہنچ سکتا ہے اور بہتر شناخت کو حاصل کر سکتا ہے۔

نبی اکرمؐ کی مشہور حدیث کے مطابق کہ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ﴾ (بحار الانوار، ج:۲، ص:۳۲، حدیث:۲۲ و ج:۶۱، ص:۹۹)

''جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا''۔

اور حضرت امیر المؤمنینؑ کی معروف حدیث کے مطابق کہ فرماتے ہیں:

﴿اَفْضَلُ الْمَعْرِفَةِ مَعْرِفَةُ الْاِنْسَانِ نَفْسَهُ﴾ (غُرَرُ الْحِکَم)

''معرفت کا بہترین راستہ انسان کا اپنی ذات کو پہچاننا ہے''۔

اگر چہ انسان ظاہری طور پر بہت چھوٹا محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تمام اسرار و رموز اُس کی فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین علیؑ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''(اے انسان!) کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جرثومہ ہے جبکہ تیرے بدن کے اندر ایک بہت بڑی دنیا کو چھپا دیا گیا ہے''۔ (دیوان حضرت علیؑ، شعر:۶۰۰)

بنا بر ایں انسان کو اپنی ذات سے شروع کرنا چاہئے اور پہلے اپنی ہستی کی معرفت حاصل کرے تا کہ معرفت خدا والی مشکل اس کیلئے آسان ہو جائے کیونکہ معرفت و شناخت کا بہترین اور اعلیٰ ترین راستہ خود شناسی ہے۔ انسان کو اپنی اصل خلقت اور گزرے ہوئے عہد پر غور و فکر کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ دنیا کے حالات کو دیکھ چکا ہے اور کیسے کیسے راستوں کو طے کر چکا ہے اور زمانے کے کیسے کیسے واقعات اور مصیبتوں کو جھیل چکا ہے اور کن حیرت انگیز چیزوں کو دیکھ چکا ہے، کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانے والا ہے، کن مراحل سے گزرا ہے اور کن منزلوں سے گزرنا ہے اور اس راہ میں کن خطروں کا

Presented by www.ziaraat.com

سامنا ہے اور وہ کونسی طاقت فرسا بے سکونیاں ہیں جو اس کی زندگی کو برباد کر سکتی ہیں اور وہ کونسے لوگ ہیں جن کی مدد سے کامیاب ہو سکتا ہے۔اس کے دنیا میں آنے کا مقصد کیا تھا اور چلے جانے کا راز کیا ہے۔اس کو کیوں جانا چاہئے۔اس کی زندگی کا سرانجام کیا ہوگا۔اس کی منزل اور رہائش گاہ کہاں پر ہے؟ اور سفر کا ساتھی اور مددگار کون ہے؟

انسان کو اپنا خطرناک ترین دشمن پہچاننا چاہئے کہ وہ کون ہے۔اس کی انسان کے ساتھ دشمنی کی وجہ کیا ہے؟ کیا صرف اس کا دشمن تھا یا اس کے آباءواجداد کا بھی دشمن تھا اور اس کا مقابلہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ انسان کو چاہئے کہ وہ اس بات کو سمجھے کہ کس طرح خدا کے ساتھ مستقیم رابطہ برقرار کر سکتا ہے۔ اس کا دائمی فریضہ کیا ہے۔اس کا پہلا اور آخری پروگرام بندگی وعبادت کا کس میں ہے؟

چنانچہ اس موضوع کے بارے میں ان اور دوسرے سوالات کے جوابات کیلئے چند کتابوں کے تحریر کرنے کا مضبوط ارادہ کیا ہے اور انسان کے مبدأ سے لے کر معاد تک کا سفر اس کے تحولات اور تبدیلیاں جو کہ بیس (۴۰) مراحل اور آٹھ عالم ہیں کے بارے میں مطالب ومفاہیم کو تحریر کروں جن کو پانچ حصوں اور پانچ جلدوں میں مکمل کروں۔

پہلا حصہ: انسان کی زندگی کا عہد اوّل جو کہ مٹی سے شروع ہوتا ہے اور مٹی ہی کی طرف پلٹ جاتا ہے۔میں نے انسان کے اس پہلے دور کی کتاب کا نام "انسان از خاک تا خاک" رکھا ہے۔

دوسرا حصہ: مرنے سے لے کر دوبارہ صور کے پھونکے جانے تک کے دور کے حالات پر مشتمل ہے۔اس کو میں نے الگ کتاب کی صورت میں لکھا ہے۔جس کا نام میں نے "انسان از مرگ تا برزخ" رکھا ہے۔

تیسرا حصہ: انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں ہے جس کی ابتداء صور کے پھونکے جانے سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا عدل الٰہی کی عدالت کا تشکیل پانا اور اس عدالت میں افراد سے متعلق مقدمہ ہونا ہے۔اس جلد کا نام "انسان از حشر تا دادگاہ" رکھا ہے۔

چوتھا حصہ: قیامت کے دن لوگوں کا عدالت میں حاضر ہونا اور بے شمار گواہوں کی گواہی بھگتنا

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔اس جلد کا نام "انسان وشاہدان صادق" رکھا ہے۔

پانچواں حصہ: آخری حصہ انسان کی زندگی کا ہے جس میں انسان کے آئندہ کے تحولات کو بیان کیا ہے۔جس میں میزان، صراط، جنت وجہنم کے حالات بیان کئے ہیں اور انسان کا سفر اس مقام پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔اس جلد کا نام "انسان در بہشت وجہنم" رکھا ہے۔

خلاصہ کلام

پہلا حصہ ایسے مراحل اور منازل کے بارے میں ہے جن کو انسان دنیا کے آغاز سے لے کر دنیا کے خاتمہ تک طے کرے گا اور ان آیات وروایات جن میں انسان کا مٹی سے آغاز کرنا اور مٹی ہی کی طرف بازگشت کرنے کو بیان کیا گیا ہے، نقل کروں گا اور سب لوگوں کے سامنے پیش کروں گا تا کہ خودشناسی کا وسیلہ بن جائیں اور نتیجتاً خدا کی معرفت وشناخت کا سبب انسان کیلئے قرار پائیں۔نیز اس ٹیڑھے میڑھے اور خطروں سے بھرے ہوئے راستے کو طے کرنے کیلئے زاد راہ بن جائیں کہ جس راستے کو خواہ نخواہ انسانوں نے طے کرنا ہی کرنا ہے اور منزل مقصود تک پہنچنا ہے۔اگرچہ جن مطالب ومفاہیم کو بیان کرنا ہے مختلف کتابوں میں بغیر ترتیب بکھرے ہوئے ہیں اور خلاصہ کے طور پر موجود ہیں مگر بندہ حقیر نے کوشش کی ہے کہ ان مفاہیم ومطالب کو ترتیب وار کھول کر سادہ زبان میں اس طرح بیان کروں تا کہ ہر ایک انسان کے فہم وادراک میں آ سکیں اور تمام انسانی طبقے ان سے آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکیں۔

قرآن کریم انسان از خاک تا خاک کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾(سورۂ طٰہٰ:۵۵)

"ہم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور پھر مٹی کی طرف پلٹاؤں گا اور تیسرے مرحلہ پر مٹی ہی سے اٹھاؤں گا"۔

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾(سورۂ البقرۃ:۱۵۵)

"ہم خدا کی طرف سے ہیں اور اس ہی کی طرف پلٹ جانے والے ہیں"۔

Presented by www.ziaraat.com

اُس دن کی اُمید میں کہ جس دن ہم خدا شناسی کے صراط مستقیم کو ہاتھوں میں لے لیں گے اور اُس کے وسیلے سے قیامت کے پیچ وخم اور پُل صراط سے گزریں گے اور محمدؐ وآل محمدؐ کے ساتھ اپنی آخری منزل میں جس کو جنت کہتے ہیں داخل ہو جائیں گے۔

نعمت اللہ صالحی حاجی آبادی

۱۳۷۸/۶/۲۳ ہجری شمسی

بمطابق سوم جمادی الثانی ۱۴۲۰ قمری

☆☆☆☆☆

Presented by www.ziaraat.com

پہلا حصّہ

حضرت آدم علیہ السلام کی حیات کا دور

لفظ آدم ۲۵ مرتبہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، ۱۷ مرتبہ آدم کی صورت میں اور ۸ مرتبہ بنی آدم کی صورت میں۔ یہ کلمہ اسم ہے، اس انسان کیلئے جس کی مٹی جنت میں تیار کی اور اپنے روح میں سے کچھ حصہ اس (آدم) میں پھونکا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس کو سجدہ کریں اور اس کو زمین میں اپنا خلیفہ (جانشین) قرار دیا اور اس کا نام آدم رکھنے کی وجہ اس لحاظ سے تھی کہ وہ ادیم زمین یعنی ظاہر زمین سے پیدا ہو کر وجود میں آیا ہے۔ (علل الشرائع وسفینۃ البحار، ج:۱، ص:۱۴)

آدم کس طرح وجود میں آیا ہے اس کے متعلق تین نظریے موجود ہیں۔ دو نظریے صحیح ہیں اور تیسرا ازدشدہ اور قابل اعتبار نہیں ہے اور وہ تین نظریے یہ ہیں:۔

(۱) پہلا نظریہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا وجود میں آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سانپ بننے کی طرح ہے کہ پہلے عصا نے وجود پایا پھر عصا سانپ اور اژدھا کی صورت میں بدل گیا۔ قرآن کریم حضرت کے وجود میں آنے کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (سورۂ آل عمران:۵۹)

”خداوند متعال کے نزدیک عیسیٰ کی خلقت (خارق العادۃ اور بغیر باپ کے وجود میں آنے کی صورت میں) آدمؑ کی خلقت کی مانند ہے کہ خدا نے اس کو (آدمؑ) مٹی سے بنایا ہے اور اُس سے کہا: اے بشر! اپنے کمال کو پاؤ۔ اسی وقت اسی طرح ہو گیا کہ جس کا خدا نے امر کیا تھا“۔

ہاں! خدا نے پہلے جسد آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق کیا پھر اُسی کو اپنے ارادہ کے ساتھ انسان میں بدل دیا اور آدم آدم ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

(۲) دوسرا نظریہ نطفۂ بشر اور اس کا سلول اوّل (یعنی پہلا خوشگوار پانی) بدبودار اور سیاہ، میلا، لیس دار جمع شدہ چیز میں پیدا ہوا اور چونکہ گذشتہ زمانے میں زمین کی حرارت آج کی نسبت سے بہت زیادہ تھی اور وہ چیز سیاہ و بدبودار، میلی ماں کے رحم کی طرح مضبوط حرارت رکھتی تھی لہٰذا اُس نطفۂ نے بڑھنا شروع کیا اور تدریجی طور پر جنین کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ یہ نظریہ عقل کے نزدیک بعید الوقوع نہیں ہے، کیونکہ قیامت کے دن زمین کی حرارت بدل جائے گی اور اُس کے اندر خداوند متعال کے ارادہ کے ساتھ ماں کے رحم کی طرف خشک شدہ اور مردہ نطفوں کو غذائی تقویت دینے کی طاقت آ جائے گی اور اُن کی پرورش کرے گی (مگر فی الحال اس طرح کی قابلیت نہیں رکھتی) جس طرح کہ نطفۂ عیسیٰ ؑ نے ارادہ خدا کے ساتھ اپنی ماں کے رحم میں پرورش پائی ہے۔ (قاموس قرآن، ج:۱،ص:۴۳)

گرانقدر دانشور جناب آقائی محمد امین سلدوزی نے یہ احتمال دیا ہے کہ خداوند متعال نے نطفۂ انسان کو ہوا میں پیدا کیا اور اس کو سمندر کی لیس دار میلی جمع شدہ جھاگ میں ڈال دیا اور اس نے پرورش پانی شروع کر دی۔ جس طرح کہ آج کل ہوائی حشرات کے نطفے ہوا میں ہوتے ہیں جب پنیر اور گوشت کے اُوپر بارش کے ذریعے گریں تو کیڑے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ (قاموس قرآن، ج:۱،ص:۴۳)۔ اس کے بارے میں امام صادق ؑ سے حدیث نقل ہوئی ہے، آنحضرتؑ فرماتے ہیں کہ: ”نطفہ آسمان سے زمین کی طرف آتا ہے اور گھاس، درختوں کے پھلوں اور سبزیوں پر گرتا ہے۔ انسان اور جانور اُن کو کھاتے ہیں لہٰذا نطفہ اُن کے جسموں میں گردش کرنے لگ جاتا ہے۔ (تفسیر برہان، ج:۴،ص:۹ ذیل آیت ۳۶ سورۂ یٰسین)۔ شاید امام صادق ؑ کا مقصد وہی ہو کہ نباتات اور پھول ہوا اور حشرات کے ذریعے نطفوں کو پراکندہ کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا نظریہ یہ عام اور زندہ موجودات ارادۂ خدا کے ساتھ تدریجی طور پر زمانے کے گزرنے کے ساتھ پہلے انسان کی شکل میں تبدیل ہوا ہے۔ جس طرح کہ ڈاروِن کا نظریہ ہے وہ کہتا ہے: ”پہلا انسان بندر کی نسل سے ہوا ہے“۔ یہ نظریہ فی الحال بطور کلی رَد شدہ اور قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ خداوند متعال نے موجودات کی تمام اقسام کو الگ الگ مستقل طریقہ کے ساتھ خلق کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرنے کی وجہ

اس مقام پر اس بات کی یاددہانی کرانا ضروری ہے کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کا انتخاب کیوں کیا ہے اور قرآن کے دیگر واقعات سے اس واقعہ کو چنا ہے۔ آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کے واقعہ کی تاریخ کو کیوں دہراؤں؟ یہ بھی ممکن تھا کہ دوسری اہم بحثوں کی یاد آوری کراتا (واقعہ آدم علیہ السلام کو میں نے منتخب کیوں کیا؟)۔ حضرت آدم علیہ السلام زمین کے اُوپر زندگی گزارنے والے تمام انسانوں کی اصل واساس اور ابوالبشر (بشر کے باپ) ہیں اور ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنی اصل نسب اور حسب کی حقیقت کو سمجھے اور اپنی اصل اور باپ کو پہچانے۔

اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام تمام موجودات کے سرسبز پھول ہیں۔ اگر اپنی عقل کی اطاعت کرے تو تمام موجودات سے بلکہ فرشتوں سے بھی بالاتر اور اہم تر ہو جائے گا اور قول قرآن کے مطابق وہ زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں اس لحاظ سے تمام چیزیں آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کے لئے خلق ہوئی ہیں اور مہیا کی گئی ہیں لہٰذا اُن پر احسان کیا ہے اور اس آیت مبارکہ کو ان کی شان وفضیلت میں نازل کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ (سورۂ اسراء:۷۰)

"بیشک ہم نے اولاد آدم علیہ السلام کو کرامت بخشی اور ان کو خشکی اور سمندری سواریوں پر سوار کیا (یعنی ہم نے پوری دنیا کو اُن کیلئے مسخر کر دیا) طیب وطاہر، لذیذ اور پاکیزہ غذاؤں سے اُن کو روزی دی ہے اور اپنی اکثر مخلوقات پر برتری اور فضیلت بخشی ہے"۔

خداوند کریم نے اس فخر وافتخار کے تاج کو انسان کے سر پر سجایا ہے اور اسی وجہ سے انسان نے بلندی کو پایا ہے اور اُس مقام تک پرواز کر کے پہنچا ہے جس کی نشاندہی قرآن ان لفظوں کے ساتھ کر رہا ہے:

﴿وَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ﴾ (سورۂ نجم:۸)

"اور دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کمتر (قریب ہوا ہے)"۔

Presented by www.ziaraat.com

بنی آدمی راخود اندر زمین | بسی منزلت داد جان آفرین
به مرکب بگشتند ایشان سوار | به خشکی و دریا شده رهسپار
به ایشان بدادیم روزئ پاک | از آں چه برویید از بطن خاک
که نسبت به مخلوق های دیگر اثر | فضیلت بدادیم ما بر بشر

(ہم نے اولادآدم علیہ السلام کوزمین پر کئی ایسی فضیلتوں سے نوازا ہے کہ ہر ایک پر جان قربان ہو سکتی ہےاور خشکی وتری کی سواریوں پر سوار ہو کر گھومنے پھرنے پر اختیار دیا ہےاوراُن کو پاکیزہ روزی دی ہے، مٹی سے پیدا ہونے والی ہر چیز سے اور باقی تمام مخلوق کی نسبت سے ہر انسان وبشر کو فضیلت بخشی ہے)۔

تیسری وجہ واقعہ آدم علیہ السلام کے انتخاب کی: چونکہ واقعہ اور تاریخ حیات آدم علیہ السلام کو بیان کرنے میں علم آموز نکات اور سبق آموز عبرتیں موجود ہیں اور قول قرآن کے مطابق کہ فرماتا ہے:

﴿لَقَدۡ كَانَ فِي قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٞ لِّأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾ (سورہ الیوسف:۱۱۱)

”بیشک انسانوں کے واقعات میں (انبیاء، رُسل، اکڑ دکھانے والوں، طاقتوروں، ایمانداروں اور بے ایمانوں، گوروں اور کالوں اور انسانوں کی دیگر اقسام وانواع) سوچ بچار اور غور وفکر کرنے والوں کیلئے عبرت ونصیحت کے بڑے سبق موجود ہیں“۔

انسان ایسا آئینہ ہے کہ جس میں اپنی زندگی کی تمام اہمیتوں کو دیکھ سکتا ہے۔ مثلاً شکست و کامیابی کے عوامل، کامیابی وناکامی کے اسباب، خوش بختی اور بدبختی، سربلندی اور ذلت وغیرہ وغیرہ اور نیز ایسا آئینہ ہے کہ جس میں گزری ہوئی قوموں اور بڑے رہنماؤں کے تمام تر تجربوں کے نچوڑ کو دیکھ سکتا ہےاور اس کا دیکھنا انسان کی کم عمری کو تمام بشریت کی عمر کے اندازہ کے مطابق طویل کردیتا ہے۔ لیکن صرف صاحبان عقل اور مغز وفکر رکھنے والے افراد عبرتوں کے ان نقوش کو اس آئینہ کے شیشہ میں مشاہدہ کرسکتے ہیں۔

چوتھی وجہ واقعہ آدم علیہ السلام کے انتخاب کی: انسان اپنے تمام اعمال وکردار میں صاحب اختیار

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور اپنے ارادہ ونظریہ کے مطابق عمل کرتا ہے اور جب سیدھے اور ٹیڑھے راستے کو دیکھتا ہے تو ایک کو منتخب کرتا ہے اور قیامت کے دن صرف انسان سے سوال وجواب کیا جائے گا اور حساب وکتاب لیا جائے گا۔ خلاصہ کے طور پر انسان فرشتہ اور حیوان سے ترکیب شدہ معجون ہے۔ ہم نے چار وجوہات کو بیان کیا ہے جبکہ کئی دیگر وجوہات بھی موجود ہیں۔ ہم آدم علیہ السلام اور اس کی زوجہ حوا اور اُن کی اولاد اور اُن کی زندگی کے اوقات اور اُن کی عمروں کے عروج وزوال کو بیان کریں گے تا کہ تمام لوگوں کیلئے اتمام حجت ہو جائے اور عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ صراط مستقیم سے انحراف کرنے والوں کا کوئی عذر قبول نہ کیا جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کا دورانیہ

اس کتاب میں عمر انسان یا انسان مٹی سے مٹی تک کے دورانیہ کے بارے میں بحث کی جائے گی اور عمر انسان کے دورانیہ کو دو پہلوؤں سے زیر بحث لایا جائے گا: (۱) ایک پہلو دورانیہ عمر حضرت آدم علیہ السلام کا ہوگا کہ جس کو پہلی خلقت کہا گیا ہے۔ (۲) اور دوسرا پہلو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کی عمر کا دورانیہ ہوگا کہ جس کو دوسری خلقت یا اولاد آدم علیہ السلام کہا گیا ہے اور ہر ایک کی عمر کا دورانیہ مٹی سے شروع ہوتا ہے اور مٹی ہی کی طرف پلٹ کر ختم ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کا دورانیہ اگر چہ مٹی سے شروع ہوتا ہے اور مٹی ہی کی طرف پلٹتا ہے لیکن موجودہ حاضر انسان (اولاد آدم علیہ السلام) کے عمر کے دورانیہ سے بہت فرق رکھتا ہے اور ہر ایک کا تکامل وکمال فرق رکھتا ہے۔ دونوں کا تکامل الگ الگ ہے اور ہر ایک اپنے مناسب مقام پر بیان ہوگا۔

ہم ابتدائی طور پر یاد دہانی کراتے ہیں کہ انسان وجود میں آنے سے پہلے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ چنانچہ خداوند متعال اس بارے میں فرماتا ہے:

﴿هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا﴾ (سورۃ الدھر:۱)

''کیا اس طرح نہیں ہے کہ ایک طویل زمانہ انسان پر گزرا کہ جس میں انسان قابل ذکر چیز نہ تھا (مخلوقات کے درمیان اس کا اثر خبر بالکل نہ تھی)''۔

Presented by www.ziaraat.com

ہاں! انسان کے وجود کا ہر ایک ذرّہ گوش و کنار میں بکھرا ہوا تھا۔ مٹی میں، سمندر کے پانی کے قطروں میں اور اس ہوا کے درمیان جو زمین کے اندر موجود تھی انسان کا اصلی مواد ان تینوں گوش و کنار میں بکھری ہوئی چیزوں کے اندر چھپا ہوا تھا۔ اور اس طرح ان چیزوں میں ملا ہوا تھا کہ بالکل قابل ذکر نہ تھا اور اس مرحلہ کے بعد پہلے انسان کی خلقت کی نوبت آتی ہے (آدم ابوالبشر) اور وہ پیدا کیا جاتا ہے فرشتوں اور ملائکہ اعلیٰ میں اس کا ذکر ہا م اور تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مگر طی نشد او روزگاری دراز	که چیز نبُدْ لائق ذکر باز
زیک قطره آبی که ناچیز بود	به انسان بدادیم جان و وجود
بدادیم براو دوچشم و دو گوش	مشاعر بدادیم و عقلی و هوش
کیا اس طولانی زمانے میں عہد و پیمان نہیں باندھا گیا	کہ کوئی چیز نہ تھی جو ذکر ہونے کی لیاقت رکھتی
ایک پانی کے قطرے سے جو بے قدر و قیمت تھا	انسان کو ہم نے رُوح و بدن عطا کیا
ہم نے اس کو (انسان) دو آنکھیں اور دو کان دیئے	شعور عقل اور سوچ عطا کی ہے

حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی خلقت مٹی سے

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر کے دورانیہ اور مناسب موقع ذکر سے بحث کو شروع کرتے ہیں کہ کس طرح خلق ہوئے ہیں اور کس وسیلہ کے ساتھ وجود میں آئے ہیں اور آنحضرت کی خلقت کا اوّل کہاں سے شروع ہوا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی خلقت کو کبھی مٹی سے اور کبھی پانی سے بیان کرتا ہے۔ اور مٹی سے خلقت کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ﴾ (سورۂ آل عمران:۵۹)

"بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت خدا کے نزدیک مانند خلقت حضرت آدم علیہ السلام کے (ابوالبشر) مٹی سے ہے"۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق کیا ہے، پس آدم علیہ السلام سے کہا: اے بشر! اپنے کمال تک پہنچ تو وہ اسی وقت امرِ خدا کے مطابق ہو گیا جبکہ جن و نسناس کے گروہ کو اللہ نے خلق کیا تھا جو کہ قریباً

Presented by www.ziaraat.com

سات ہزار سال سے موجود تھے اور اُس گروہ نے دنیا میں فتنہ فساد، خون ریزی اور خدا کی نافرمانی کا بازار گرم کیا ہوا تھا لہٰذا اپنے بُرے اعمال و کردار کی وجہ سے نابود و برباد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت میں گزرا تو حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق کیا۔ جناب آدم علیہ السلام کا مادّی وظاہری جسم مٹی سے خلق ہوا کہ مٹی میں نہ نور وروشنی، نہ حُسن وزیبائی، نہ حس وحرکت اور نہ ہی طراوت وشادابی ہے تو باوجود اس کے وہی مٹی خمیر مایہ انسانی قرار پائی جو کہ تمام الٰہی صفات کا مجموعہ تھیں اور اُسے اشرف المخلوقات کا مقام دیا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ مٹی کہاں اور شان وشوکت والا انسان کہاں۔ بے اہمیت مٹی کہاں اور باعظمت واستعداد اور شائستگی کا مالک انسان کہاں اور پھر پست وبے اہمیت مٹی پورے عالم ہستی کی مخلوقات اور موجودات سے افضل ترین ہو، ایسی مٹی جو کہ بے اہمیتی میں ضرب المثل ہے سے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ:

''میں نے صحف ادریس علیہ السلام میں دیکھا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ خداوند متعال نے زمین کو وحی کی کہ میں ایک مخلوق کو تجھ سے خلق کرنا چاہتا ہوں جس میں سے کچھ میری اطاعت کریں گے اور کچھ میری نافرمانی کریں گے۔ زمین کے جسم پر لرزہ طاری ہوا اور خداوند متعال سے درخواست کی کہ مجھ سے مٹی کو نہ لیا جائے اور جو نافرمانی کرنے والے پیدا ہوں گے اُن کو خلق نہ کرے تاکہ وہ جہنم میں نہ جائیں (یعنی نافرمانیوں کی صورت میں مٹی بھی جہنم میں جائے گی)۔ لیکن خداوند متعال نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تاکہ آدم علیہ السلام کی مٹی کو زمین سے اُٹھا لائے۔ جبرئیل علیہ السلام مٹی لینے کیلئے زمین پر آیا، زمین نے کہا: اے جبرئیل علیہ السلام! خدا کی بارگاہ میں پناہ چاہتی ہوں اور تجھے اس کی عزت وجلالت کی قسم دیتی ہوں اتنی دیر صبر کرو کہ میں اس کی بارگاہ میں آہ وزاری کروں اور کہوں کہ مجھ سے مٹی کو نہ اُٹھوائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے مہلت دی اور زمین نے خدا کی بارگاہ میں آہ وزاری کی کہ اس سے مٹی کو نہ اُٹھوائے۔ خداوند کریم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ پلٹ آؤ! اس کے بعد اسرافیل علیہ السلام کو مٹی اُٹھانے کیلئے بھیجا، پھر زمین نے خدا کی بارگاہ سے پناہ مانگی اور کہا کہ

Presented by www.ziaraat.com

اس سے مٹی کو نہ اٹھوائے۔ اسرافیل علیہ السلام بھی واپس پلٹ گیا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی: خداوندا! زمین نے مٹی اُٹھانے سے تیری بارگاہ سے پناہ مانگی اور میں واپس پلٹ آیا ہوں۔ پھر میکائیل علیہ السلام کو بھیجا گیا، اس مرتبہ بھی پھر زمین نے خدا کی بارگاہ سے پناہ طلب کی اور مٹی اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ میکائیل پلٹ گیا اور زمین کی تڑپ کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا۔ چوتھے مرحلہ پر عزرائیل علیہ السلام کو حکم کیا کہ زمین پر جاؤ اور مٹی کو اُٹھا لاؤ۔ پھر بھی زمین کے جسم میں لرزہ طاری ہوا اور مٹی اُٹھانے سے خدا کی بارگاہ میں پناہ کو طلب کیا۔ عزرائیل علیہ السلام نے جواب میں کہا: میں بھی حکم خدا کی مخالفت سے اس کی بارگاہ میں پناہ طلب کرتا ہوں کیونکہ اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے مٹی کو اُٹھا لے جاؤں لہٰذا اُس کے دیئے ہوئے دستور و امر کے مطابق میں عمل کروں گا خواہ تو اس سے خوش رہے یا اس سے ناراض ہو جائے۔ پس عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے مٹی کو اُٹھایا اور بارگاہ خدا میں پلٹ آیا، خداوند متعال نے اس کو خطاب کیا اے ملک الموت! جس طرح تو نے زمین سے مٹی کو اُٹھا لیا ہے اگرچہ زمین اس کے اُٹھانے پر خوش نہیں تھی میں نے بھی آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام کے قبض رُوح کو قیامت تک کیلئے تیرے سپرد کر دیا ہے"۔ (حیات القلوب، ج:۱، ص:۲۹۔ سعد السعود۔ بحار الانوار، ج:، حالات حضرت آدم علیہ السلام)

جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

"جب خداوند متعال نے آسمان و زمین، چاند و سورج اور ستاروں کو خلق کیا تو اللہ نے جناب آدم علیہ السلام کے ابتدائی مواد کو زمین کے مختلف حصوں سے اکٹھا کیا اور اس مواد کے ذریعے آدم علیہ السلام کو خلق کیا۔ وہ مٹی جس سے جناب آدم علیہ السلام کو بنایا گیا ہے وہ سخت و نرم، میٹھی و کڑوی، ہموار و ناہموار، صاف اور پتھریلی تھی اور پھر اُس کے مختلف رنگ تھے۔ وہ مٹی سرخ، سفید، سیاہ اور زمینی رنگ غرضیکہ اس مٹی میں مختلف رنگوں کو اکٹھا کیا گیا اور اس مٹی سے جناب آدم علیہ السلام کو خلق کیا گیا۔ اُس مٹی پر پانی ڈالا تا کہ وہ مخلوق ہو جائے (تا کہ ساری مٹی تر ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ مل جائے) اور مٹی کے کچھ حصے کو اُٹھا کر دوسرے حصے پر مارا تا کہ اُس کے اندر جاذبیت پیدا ہو جائے"۔ (بحار الانوار، ج:۱۱، ص:۱۱۳۔

Presented by www.ziaraat.com

حیات القلوب، ج:۱،ص:۲۹۔نہج البلاغہ: خطبہ اوّل)

پانی سے خلقت

آیت اور گذشتہ دو روایتوں نے جناب آدم علیہ السلام (ابوالبشر) کی پہلی خلقت کو مٹی سے قرار دیا ہے لیکن بعض دوسری روایات میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پہلی خلقت پانی سے ہوئی ہے۔اس بارے میں قرآن فرماتا ہے:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا﴾ (سورہ فرقان:۵۴)

''وہ وہی خدا ہے جس نے بشر کو پانی سے خلق کیا،اس کیلئے نسب اور دامادی کو قرار دیا اور تیرا خدا ہر چیز پر قادر ہے''۔

اس آیت نے انسان کی خلقت کو پانی سے بیان کیا ہے۔جس سے پہلے جس وجود کو خدا نے خلق کیا وہ پانی تھا اور انسان کو بھی اسی پانی سے بنایا۔

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ انبیاء:۳۰)

''ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا ہے(ہر چیز کی زندگی پانی سے وابستہ ہے)تو پھر بھی کیوں خدا پر ایمان نہیں لاتے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''خداوند متعال نے پہلے مرحلے میں ایک چیز کو خلق کیا اس کے بعد تمام موجودات کو اس چیز سے پیدا کیا اور وہ چیز پانی ہے اس وجہ سے ہر چیز کو پانی سے نسبت دیتا ہے اور پانی کو کسی چیز سے نسبت نہیں دیتا''۔(وافی،ج:۲۶،ص:۴۶۸)

چنانچہ انسان بھی زندہ موجودات میں سے ایک ہے اور پانی سے بنایا گیا ہے اور اس کی زندگی پانی سے وابستگی رکھتی ہے اور پانی جو اس دنیا کے تمام موجودات میں سے ایک عام سا وجود ہے جس کا

Presented by www.ziaraat.com

ذائقہ حیات وزندگی کاذائقہ ہے۔

ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: "یا ابن رسول اللہ! پانی کا ذائقہ کیا ہے؟ تو فرمایا: سوال علم کے اضافہ اور یاد کرنے کیلئے کیا کرو نہ کہ اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کیلئے۔ اس کے بعد فرمایا: پانی کا ذائقہ حیات وزندگی کا ذائقہ ہے کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے خلق کیا ہے"۔ (تفسیر نمونہ، ج:۱۳، ص:۳۹۶)۔ گذشتہ دو آیات کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ہر انسان کے وجود کا اصلی مادّہ پانی ہے اور آج یہ بات ثابت ہو چکی ہے جو انسان کا زیادہ حصہ پانی سے تشکیل پاتا ہے اور ستر (۷۰) فیصد انسان کا بدن پانی ہے۔ اِسی دلیل کی وجہ سے اگر انسان کو پانی نہ ملے تو انسان قائم نہیں رہ سکتا، جبکہ انسان کو اگر کئی کئی دن خوراک غذا نہ ملے بلکہ اگر ہفتہ ہفتہ بھی غذا نہ ملے تو انسان گزارا کر سکتا ہے (لیکن اگر ایک ہی دن میں چند گھنٹے پانی نہ ملے تو قریب المرگ ہو جاتا ہے) وہ آیات جو یہ کہتی ہیں کہ انسان کی پہلی خلقت مٹی سے ہے اور وہ آیات جو یہ کہتی ہیں کہ پانی سے ہے دونوں صحیح ہیں، کیونکہ انسان مٹی اور پانی سے ملا ہوا معجون ہے اور پہلا انسان جو کہ حضرت آدم علیہ السلام (ابوالبشر) ہے اور اُس کی اولاد جو کہ پانی، مٹی سے مل کر بنی ہے دوسرے مرحلہ میں اُن کا بیان ہوگا۔

گیلی مٹی کا دوسرا مرحلہ

جب ملک الموت نے زمین کے مختلف حصوں سے مٹی کو اُٹھایا اور بارگاہ خدا میں حاضر ہوا تو اس مٹی کو ایک مدت تک رکھا گیا، یہاں تک کہ خداوند متعال نے حکم دیا کہ: اس مٹی کو میٹھے اور کڑوے، صاف اور نمکین اور گندے پانی سے مخلوط کیا جائے اور مٹی کو گیلی مٹی بنایا جائے (گیلی مٹی یعنی کیچڑ کی طرح بنایا جائے، گوندھا جائے) فرشتوں نے خدا کے حکم پر عمل کیا۔ میٹھے پانی کو انسان کے گلے میں اور نمکین پانی کو انسان کی آنکھوں میں، کڑوے پانی کو انسان کے کانوں میں اور گندے پانی کو انسان کے ناک میں قرار دیا اور مٹی کو اس سے خمیر کیا اور چالیس سال تک اُس مٹی کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے مخلوط کر کے گوندھا جاتا رہا یہاں تک کہ اُس کے اندر چسپیدگی پیدا ہو گئی (یعنی قوت جاذبہ: چپٹنے کی قوت پیدا ہو گئی) اور شکل وصورت بنانے کے قابل ہو گئی اور بقول حافظ شیرازی۔

Presented by www.ziaraat.com

(میں نے بلند نگاہی سے دیکھا کہ ملائکہ خانہ دست عطا کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے اور آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھ رہے تھے اور اس کا شکل وقیافہ بنا رہے تھے۔)

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَ بَدَءَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنَ الطِّيْنِ﴾ (سورہ سجدہ:۷)

"(خداوند متعال نے) انسان کی خلقت کی ابتداء طین (گیلی مٹی گوندھی ہوئی) سے قرار دی"۔ (تا کہ اپنی عظمت وقدرت کو دکھائے کہ اس نے اس طرح کی برجستہ مخلوق کو کس طرح کی کم اہمیت اور عام سی چیز سے خلق کیا ہے اور انسان کو خبردار بھی کیا: تو کہاں سے آیا اور کہاں جانے والا ہے اور انسان کی زبان کا وظیفہ یہ رہے کہ کہاں آیا ہوں اور میرے آنے کا مقصد کیا تھا)۔

(خداوند کریم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور بہترین طریقہ تخلیق سے خلق کیا اور آدمی کو پہلے ہی دن مٹی، گیلی مٹی اور پانی سے بنایا ہے۔)

ایک دوسری آیت میں آیا ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ (سورہ ص، آیت:۷۱)

"اے حبیبؐ! اس وقت کو یاد کرو کہ جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں بشر کو گیلی مٹی سے خلق کرنے والا ہوں"۔

اس آیت مبارکہ نے صراحت سے فرمایا کہ انسان کو بغیر کسی واسطہ کے گیلی مٹی سے خلق کیا ہے اور اس کی پہلی خلقت اسی گیلی مٹی سے ہوئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر دنیا کے لوگ اپنی اصل ونسل کی شرافت پر اظہار مقام بزرگی کرتے ہیں اور فخر ومباہات کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ان کی اصل آب وگل ہے"۔ (دیوان علی علیہ السلام، شعر:۳)

تیسرا مرحلہ لجن یعنی کالا کیچڑ

جب ملائکہ نے پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لیا اور مخلوط شدہ مٹی کی شکل میں لے آئے تو اس کو

Presented by www.ziaraat.com

اسی حالت پر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس کا قیافہ بدل گیا اور لجن مُتعفّن (بدبودار مٹی کی صورت اختیار کرنا) اور سیاہ رنگ کی مٹی کی شکل میں بدل گئی (قیافہ شکل وصورت گِل تیرہ رنگ، سیاہ رنگ کی مٹی ہے)
تو پھر دوبارہ چالیس (۴۰) سال تک اسی طرح پڑی رہی۔ خداوند کریم اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (سورۂ حجر:۲۶)

''بیشک ہم نے انسان کو خشک شدہ مٹی سے جس کو بدبودار مٹی (سیاہ رنگ) سے بنایا گیا تھا خلق کیا ہے''۔

اور پھر دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (سورۂ حجر:۲۷)

''اے حبیبؐ! اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں بشر کو خشک شدہ مٹی سے جس کو بدبودار مٹی سے لیا گیا ہے خلق کرنے والا ہوں''۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے خداوند کریم نے ملائکہ سے خطاب کیا اور فرمایا:

''اے فرشتو! جان لو اور آگاہ رہو کہ میں آئندہ خشک شدہ اور بدبودار مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں''۔

چنانچہ جب جسم آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کے بعد اس میں رُوح کو ڈالا تو پھر تمام فرشتوں سے خطاب کیا اور کہا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ جب خداوند متعال نے اس سے سوال کیا کہ سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو شیطان نے اسی بدبودار، سیاہ رنگ، نجاست دار مٹی کو معیار قرار دیا اور کہا: کیا بدبودار مٹی سے خلق ہونے والے کو میں سجدہ کروں، میں سجدہ نہیں کروں گا۔

﴿قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (سورۂ حجر:۳۳)

شیطان یہ فخر رکھتا تھا کہ وہ آگ سے بنایا گیا ہے اور آدم علیہ السلام بدبودار سیاہ رنگ کی مٹی سے

Presented by www.ziaraat.com

بتایا گیا ہے پس دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ نورانی آتش جان دار کہاں اور بدبو دار سیاہ رنگ نجاجت دار مٹی کہاں۔ تو کیا میرے جیسا شریف وجود پست ترین وجود کے سامنے جھکے اور اس کو سجدہ کرے؟ یہ کیا قانون ہے؟ یہ کیا عدالت ہے؟" کتاب شیطان درکمینگاہ[1] میں بہت مطالب موجود ہیں رجوع کیا جائے۔

---

[1] اس کتاب کا ترجمہ جاری ہے۔ (مترجم)

به یاد آر وقتی که پروردگار — به جمع ملائیک بگفت آشکار
که از کهنه گِل آفرینم بشر — گِلی کان دگرگون بگشتند اگر
چون آن را بیا راستم معتدل — زرو حم بخواہم دمیدم به گِل
برلو سجده آرید اینک شما — که رو راست روحی زیکتا خدا
چو فرمان یزدان بیامد فرود — ملایک نمودند جمله سجود
وی کرد ابلیس زین کار امتنا — بر آدمؑ نیاورد سجده به جا
خدلوند گفتا به شیطٰن چنین — نکردی چرا سجده باساجدین
پس آن گاه شیطٰن ز کبر و غرور — چنین داد پاسخ به رب غفور
که ہرگز به نوع و بشر آدمی — نبینی که سجده نمایم دمی
که اُو خلق شد از گِل و خاکِ سُست — مرا کرده ای لیک از آتش درست

(اے حبیبؐ!) اس وقت کو یاد کرو کہ تمہارے رب نے — جب فرشتوں کے گروہ سے صراحت کے ساتھ فرمایا
کہ پانی سے مخلوط پُرانی مٹی سے بشر بنانے والا ہوں — اور مٹی بکھری ہوئی مختلف مقامات کی ہے
پس جب میں اس کو ٹھیک طریقے سے تیار کرلوں — اور اس مٹی میں اپنی رُوح ڈال لُوں
اُس وقت تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا — کیونکہ اس کے اندر خدائے یکتا کی پاکیزہ رُوح ہے
تو جب خدا کا فرمان فرشتوں نے سُنا — تو سارے فرشتے سجدہ میں گر گئے

Presented by www.ziaraat.com

لیکن شیطان نے سجدہ سے انکار کیا   اور آدم کے سامنے سجدہ کے لئے نہیں جھکا
خداوند متعال نے شیطان کو اس طرح خطاب کیا   کہ ساجدین کے ساتھ تو نے سجدہ کیوں نہ کیا؟
پس اس وقت شیطان نے تکبر و غرور سے   اس طرح جواب دیا رب غفور کو
کہ کبھی بھی بشر و آدمی کو   نہ دیکھے گا کہ ایک لحظہ بھی میں اس کو سجدہ کروں
کیونکہ وہ کمزور مٹی سے خلق ہوا ہے   اور مجھ کو تو نے آگ سے بنایا ہے

پس جب مٹی لجن (بدبودار، چپکیلی) کی صورت میں بدل گئی تو اس کو گوندھا گیا اور اس کے اندر چسپیدگی پیدا ہو گئی اور اس کے سارے اجزاء ایک دوسرے سے وصل ہو گئے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ﴾ (سورۂ صافات:۱۱)

"بیشک ہم نے انسانوں کو چسپیدگی رکھنے والی مٹی سے خلق کیا"۔

یہ وہ مرحلہ تھا آدم علیہ السلام کی مٹی کا ڈھانچہ تیار ہوا۔ انسان کی شکل و صورت اور قیافہ تیار ہوا اور ہاتھ، پاؤں، اعضاء و جوارح بنائے گئے۔

چوتھا مرحلہ خشک شدہ مٹی

جب حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھ لیا اور اس کی صورت بندی کر لی اور اس کا مٹی والا بدن تیار ہو گیا تو اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جس طرح کمہار مٹی کے برتنوں کو بنانے کے بعد خشک ہونے کیلئے چھوڑ دیتا ہیں۔

قرآن فرماتا ہے:

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ (سورۂ الرحمٰن:۱۴)

"(خداوند متعال نے) انسان کو خشک شدہ مٹی مانند سفال (خشک شدہ مٹی جس کو آگ میں پکایا گیا ہو) سے پیدا کیا ہے"۔

کلمہ صلصال جو کہ چند آیات میں آیا ہے جس کا معنی جسموں اور خشک شدہ مٹی سے آواز کی رفت و آمد کو کہا گیا ہے شاید لجن و گل بدبودار یعنی بدبودار مٹی کے معنی میں ہو۔ پس وہ مجموعہ آیات کا جو

Presented by www.ziaraat.com

خلقت انسان کو بیان کر رہی ہیں استفادہ ہوتا ہے کہ انسان ابتدائی طور پر مٹی سے تھا، پھر مٹی پانی سے ملائی گئی اور تر شدہ مٹی کی صورت میں ہوگئی اور اس کے بعد بدبودار مٹی جس کو لجن کہا جاتا ہے کی شکل میں آ گئی اور اس کے اندر چسپیدگی کی قوت پیدا ہوگئی اور آخری مرحلہ خشک مٹی کا تھا اور چالیس (۴۰) سال تک اسی حال پر رہی، یہ مراحل ۱۲۰ سال میں مکمل ہوئے۔ اس مرحلہ میں کہ ابھی خشک مٹی تھی خداوند کریم نے فرشتوں سے خطاب کیا اور کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ مٹی سے بشر خلق کروں، جب میں اسے بنالوں اور اُس میں اپنی رُوح کو پھونک لوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا اور اس کی تعظیم واحترام کرنا''۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی گوندھی جا چکی تو اس سے ایک جسم بنایا گیا اور اس کے اعضاء و جوارح بنائے گئے تو خشک شدہ مٹی کی صورت میں اس راستے پر رکھ دیا کہ جہاں سے ملائکہ آسمان کی طرف آتے جاتے تھے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

''خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور چالیس سال تک اس کا مٹی کا ڈھانچہ اسی حال میں پڑا رہا اور فرشتے اس کے اردگرد سے گزرتے تھے اور اس کا احترام و تعظیم کرتے تھے اور جب ابلیس اس طرف سے گزرتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ بہت بڑے کام کیلئے خلق کیا گیا ہے اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ اگر خدا نے مجھے حکم کیا کہ میں اس کو سجدہ کروں تو میں اس کی مخالفت کروں گا اور اس کو سجدہ نہیں کروں گا''۔ (حیات القلوب، ج:۱،ص:۲۶)

شیطان ملعون جناب آدم علیہ السلام کے مُنہ سے داخل ہوتا اور نیچے سے باہر آ جاتا اور سارے جسمِ آدم علیہ السلام میں جاتا تھا اور پورے بدن میں گردش کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ ایک صنوبری شکل کی کوئی چیز اس کے سینہ کے وسط میں لگی ہوئی ہے۔ شیطان نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر اس میں داخل نہ ہو سکا اور کوئی راستہ پیدا نہ کر سکا۔ وہ وہی آدم علیہ السلام کا دل تھا کہ جس میں داخل ہونے کا شیطان راستہ پیدا نہ کر سکا کیونکہ وہ خداوند متعال کے ساتھ مخصوص ہے، وہ اس کا گھر ہے اور عرش رحمان ہے، جس کو خدا کی محبت و نور سے بھرا ہوا ہونا چاہئے وہ شیطان کا مقام اور اُس کے اُترنے کی

Presented by www.ziaraat.com

جگہ نہیں ہو سکتا (کتاب "شیطان در کمینگاہ" میں اس کے متعلق کافی بحث لکھی ہے اور اس بحث کا عنوان فرودگاہ شیطان تھا، لہٰذا اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے، یہ کتاب بھی اسی مصنف کی ہے)۔

---

۱ اسی قسم کا مفہوم "علل الشرائع (شیخ صدوقؒ)" میں بھی ہے۔(مترجم)

حضرت عبدالعظیم حسنی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں خط لکھا کہ انسان کا پائخانہ کیوں بدبودار ہے؟ امام محمد تقی علیہ السلام نے جواب میں لکھا: "خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا اور اس کی تمام چیزیں خوشبودار تھیں اور چالیس (۴۰) سال تک بغیر رُوح کے اس راستے پر پڑا رہا جس راستے سے فرشتے آسمان پر آتے جاتے تھے۔ جب فرشتے وہاں سے گزرتے تھے تو کہتے کہ کسی بڑے کام کیلئے بنایا گیا ہے اور اس کی تعظیم و احترام کرتے اور جب اُس کی طرف سے شیطان گزرتا تھا تو مسخرہ و مذاق کرتا تھا اور وہ اس کے مُنہ سے داخل ہو جاتا اور دُوسری طرف سے خارج ہوتا اس وجہ سے جو کچھ پیٹ میں جاتا ہے خبیث و بدبودار ہو جاتا ہے"۔ (حیات القلوب، ج:۱، ۴۴)

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے پہلے خطبے میں عمر آدم علیہ السلام کے دورانیہ کا ذکر کرتے ہوئے بہت زیادہ مطالب کو بیان کیا ہے جو کہ انتہائی توجہ طلب ہیں۔ آنحضرت جناب آدم علیہ السلام کی عمر کے دورانیہ کو بطور سربستہ ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"خداوند متعال نے زمین کی مختلف قسموں سے یعنی سخت و نرم، شیرین و شورہ زدہ اور کاشتکاری کیلئے تیار زمین سے اور جو زمین کاشت کیلئے تیار نہیں تھی سب سے ایک مقدار مٹی اٹھوائی اور اس کو پانی کے ذریعے تر کروایا، یہاں تک کہ خالص اور پاکیزہ مٹی تیار ہو گئی۔ پھر اس کے تمام اجزا ء کو باہم مخلوط کیا تو ایک پیچیدگی رکھنے والے وجود کی صورت اختیار کر گئی"۔

اس کے بعد اس کے اندر پستی و بلندی فراز و نشیب، اعضاء و جوارح، یگانگت و بیگانگت پیدا

Presented by www.ziaraat.com

کر دی اور اُس مٹی کو خشک کیا تا کہ بکھر نہ جائے۔ مضبوط، صاف، نرم اور خشک کرنے کے لئے ایک مدت معلوم اور معین انجام تک رکھا اور وہ وقت معلوم روح وحیات دینے تک کا تھا۔ جب اللہ نے اپنی رُوح سے اس مٹی کے ڈھانچہ کے اندر پھونکا تو انسان کی صورت میں آ گیا جبکہ اس کو عقل عطاء کی کہ اس کے ساتھ غور وفکر کرے اور ہوش وحواس دیئے کہ اُن کے ساتھ ارادہ کرے اور اس کے وسیلہ سے دوسرے موجودات میں تصرّف کرے اور اعضاء و جوارح دیئے تا کہ اُن کے ساتھ کام کاج کرے اور ہاتھ پاؤں دیئے تا کہ ایک جگہ سے دُوسری جگہ پر آئے جائے اور حرکت کرے اور علم و معرفت عطا کیا تا کہ حق و باطل کے درمیان فرق کرے، ذائقوں کے درمیان رنگوں اور جنسوں کے درمیان فرق وتمیز کر سکے۔

خداوند کریم نے اس خشک شدہ مٹی سے ایک معجون کو خلق کیا جو کہ مختلف رنگوں کے ساتھ جس کی ہر جز کو اس کے اجزاء میں سے حکمت ودانائی کے مطابق ایک رنگ دیا گیا۔ جیسے ہڈیوں کا سفید ہونا، خون کا سُرخ ہونا، بالوں کا سیاہ ہونا اور ایک چیز دُوسری چیز کے مشابہ بنائی مثلاً ہڈیاں اور دانت ہیں اور مختلف متضاد احوال انسان کے اندر جمع کر دیئے مثلاً غم کی حالت، خوشحالی کی حالت، سکون و بے سکونی کی حالت، نیند اور بیداری کی حالت، پُرشکمی کی حالت، بھوک و پیاس کی حالت اور پھر مختلف طبیعتیں ایک دوسرے سے مخالف مثلاً حرارت وگرمی (صفراء)، برودت وسردی (بلغمی)، رطوبت وتری (خونی)، خشکی وغیرہ (سودائی)۔ پس جب ایسی خصوصیات کے ساتھ انسان کو پیدا کر چکا اپنی امانت کو فرشتوں سے طلب کیا اور عہد وپیمان کو پورا کرنے کا حکم دیا اور وہ عہد وپیمان آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے بارے میں تھا اور اس کی عزت وتعظیم کے بارے میں تھا۔ جس طرح کہ فرمایا: آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا، تکبر وغرور کیا، شقاوت وبدبختی نے اُس پر غلبہ کیا اور اپنی خلقت پر جو کہ آگ سے تھی فخر وناز کیا اور آدم علیہ السلام کی خلقت جو آب وگل سے تھی اس کی توہین کی اور کہا میں آتش سے بنایا گیا ہوں اور اس کو مٹی سے بنایا گیا لہٰذا میں اس کے سامنے سجدہ نہیں کروں گا۔

پانچواں مرحلہ رُوح کا پھونکنا

یہ مرحلہ جناب آدم علیہ السلام کی عمر کا مشکل ترین اور شور شرابہ سے بھرا ہوا مرحلہ تھا کیونکہ اب اس

Presented by www.ziaraat.com

کوفرشتوں کا معلّم ہوتا ہے اور شیطان سے مقابلہ کرتا ہے، اب تک کسی قسم کی ذمہ داری نہ تھی اب ذمہ دار بنا دیا گیا ہے، ابھی تک فرشتوں کا معلّم نہیں بنایا گیا تھا اور اب فرشتوں کا معلّم بنایا گیا ہے، ابھی تک کوئی دشمن شیطان کی طرح کا نہ تھا لیکن اب شیطان جیسا دشمن رکھتا ہے، ابھی تک اشرف المخلوقات نہ تھا اور اب اشرف المخلوقات ہے، ابھی تک کسی قسم کی آزمائش میں مبتلا نہ تھا اب امتحان و آزمائش میں مبتلا ہے، ابھی تک دستورات خدا پر عمل کرنے کا پابند نہ تھا لیکن اب دستورات الٰہی پر عمل کرنے کا پابند ہے، ابھی تک اس کے جسم میں رُوح خدا کو پھونکا نہ گیا تھا لیکن اب اس کے بدن میں رُوح خدا موجود ہے۔

چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کو ۱۲۰ سال گزر گئے تو خداوند کریم نے ارادہ فرمایا کہ اب اس (آدم علیہ السلام) کے جسم میں اپنی رُوح کو پھونک دے اور اس بے قدر و قیمت مٹی کو قیمتی اور مفید بنا دے۔ اس مادّی اور خاکی جسم کو معنوی اور خدائی بنا دے، لہٰذا اپنی رُوح سے بدن آدم علیہ السلام میں کچھ رُوح کو پھونکا، جب رُوح آدم علیہ السلام میں جاری ہوگئی تو سب سے پہلے اس کے مُنہ میں پہنچی تو چھینک لی اور کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ تو خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کو خطاب کیا: رَحِمَکَ اللّٰہُ اللہ تیرے اُوپر رحم کرے اور فرمایا: اے آدم علیہ السلام! تجھے اس لئے خلق کیا ہے کہ تو میری توحید پرستی اور عبادت کرے اور میرے اُوپر ایمان رکھے اور ایک لحظہ بھی میری ذات کا انکار کرنے والا اور میرا شریک ٹھہرانے والا نہ بننا اور آدم علیہ السلام پر رحمت خدا نے سبقت حاصل کی۔ خداوند متعال نے پہلے اس کی آنکھوں کو خلق کیا اور اُن میں رُوح کو پھونکا تا کہ وہ اُن آنکھوں کے ذریعے اپنے جسم کا مشاہدہ کرے کہ کس طرح اس کے جسم کو خلق کیا گیا ہے اور کس طرح حرکت کر رہا ہے۔ پھر اس کے بعد جسم کے دیگر حصّوں میں رُوح کو جاری کیا گیا۔ جب رُوح آدم علیہ السلام کی پنڈلیوں تک پہنچی تو جلدی سے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن نہ اُٹھ سکا اور گر گیا۔ خداوند کریم نے فرمایا:

وَ کَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً۔ (بنی اسرائیل:۱۰)

"آدمی خلقت فطرت میں بے صبری اور جلدی کرنے والا خلق ہوا ہے"۔

جب آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوگئی اور اس کے اندر رُوح کو پھونک دیا گیا تو اس نے فوراً غور

Presented by www.ziaraat.com

کر مجھے کو ہاتھ میں لیا اور تناول کیا تو یہ وہ پہلی چیز ہے جس کو آدم علیہ السلام نے کھایا ہے۔ تو جب رُوح ڈال دی گئی اور خداوند متعال کے رُوبرو آدم علیہ السلام کھڑے ہوئے تو اللہ نے آدم علیہ السلام سے خطاب کیا کہ:

''مجھے میری عزت وجلال کی قسم! اگر دو بندوں کو اپنے بندوں میں سے آخری زمانے میں خلق نہ کرنا ہوتا تو تجھے کبھی بھی خلق نہ کرتا'' حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: ''خداوندا! اُن کے اسماء مبارکہ کو میرے سامنے بیان کر، تا کہ اُن کو پہچان لُوں'' تو خطاب ہوا: ''عرش پر نگاہ کرو!'' جب حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر نگاہ کی تو دو سطریں نُور کی لکھی ہوئی دیکھیں:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَ عَلِيٌّ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ﴾

''سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ پیغمبر رحمت اور علیؑ جنت کی چابی ہیں''۔

اور دوسری سطر میں لکھا تھا:

''مجھے میری ذات مقدس کی قسم جو بھی ان سے محبت و دوستی کرے گا میری رحمت کا مستحق قرار پائے گا اور جو اُن سے دشمنی اور عداوت کرے گا میرے عذاب و عقاب کی سزاء پائے گا''۔

(بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۱۱۴)

اس ترتیب کے ساتھ دو متضاد وجودوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا ہے (بدبودار سیاہ رنگ کی مٹی اور رُوحِ خدا)۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ایک عجیب وجود (مخلوق) انسان کی شکل میں خلق ہوا جس کی بلندی و پستی کی کمان بے انتہاء ہے، جس کی کوئی حد نہیں ہے اور غیر معمولی استعداد رکھنے والا انسان جس کے اندر خلافت الٰہیہ جیسے شائستہ مقام کو حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ چنانچہ وجود و ہستی کے میدان میں اُس نے قدم رکھا۔ ایسا انسان خلق ہوا جو دو مختلف چیزوں کا حامل قرار پایا، ایک چیز عظمت کی اعلیٰ بلندی پر اور دُوسری ظاہری طور پر اہمیت کے لحاظ سے ادنیٰ و پستی کی منزلت پر ہے۔ دو پہلو اُس میں پائے جاتے ہیں: ایک پہلو انسان کا مادّی ہے جو کہ بدبودار سیاہ رنگ مٹی سے تشکیل پایا ہے۔ اور دوسرا پہلو انسان کا معنوی ہے جو کہ رُوحِ خدا کے ساتھ تشکیل پایا ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ اس انسان کی قوس صعودی (بلندی والی کمان) اس قدر بلند وبالا ہے کہ اس مقام تک پہنچ سکتا ہے کہ سوائے خدا کے کسی کو نہ

Presented by www.ziaraat.com

دیکھے اور اس کی قوس نزولی (پستی والی کمان) اس قدر پست ترین ہے کہ چوپاؤں سے بھی پست تر ہے۔(اعراف:۱۷۸)۔ انسان کی عظمت و بلندی اس کے مادّی دخا کی پہلو کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مادّی پہلو بدبودار سیاہ مٹی کی طرف پلٹتا ہے فقط یہ رُوحِ الٰہی جو کہ غیر معمولی استعداد و قوت کی حامل ہے انسان کے اندر چھپائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے انسان انوارِ الٰہی کی تجلّی کا مرکز بن سکتا ہے۔ پس فرشتوں کا سجدہ آدمؑ کے سامنے اُسی رُوحِ خدا کے سامنے تھا جو کہ مٹی کے پیکر میں تھا۔ اسی وجہ سے خلافت الٰہیہ کے شائستہ مقام کو حاصل کیا ہے۔ اس مذکورہ ترتیب کے مطابق انسان کی خلقت اختتام کو پہنچی اور جو کچھ خدا نے اس کے جسم و رُوح کو دینا تھا وہ اُس نے عطا کر دیا اور اب وہ مقام ہے کہ فرشتے اُس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔

چھٹا مرحلہ آدمؑ کو سجدہ کرنے کا

خداوند متعال نے آدمؑ کی خلقت اور فرشتوں کے سجدے کے بارے میں آدمؑ کی خلقت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اعلان کیا تھا۔ آدمؑ کی تخلیق سے سالہا سال پہلے خداوند کریم نے فرشتوں سے خطاب کیا اور فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾ (سورۂ الحجر:۲۸ تا ۳۰)

"اے حبیبؐ! اس وقت کو یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں خشک شدہ مٹی سے جس کو بدبودار سیاہ رنگ کی مٹی سے لیا گیا ہے بشر کو خلق کرنے والا ہوں اور جب میں اس کو سنوار لوں اور اپنی رُوح سے کچھ اس میں ڈال لوں (ایسی رُوح جو پاک و باعظمت اور شریف رُوح ہے) تو سب اُس کو سجدے کیلئے جھک جاؤ"۔

یہ حکم فرشتوں کو خدا نے آدمؑ کی تخلیق اور انسان کو بنانے سے پہلے دیا تھا جبکہ آدمؑ کی مٹی کو گوندھا گیا اور اس کی شکل و صورت کو بنایا گیا اور اس کے اندر رُوح کو ڈال دیا گیا پھر خداوند کریم

Presented by www.ziaraat.com

نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرو۔

قرآن نے اس کے متعلق فرمایا:

﴿وَ إِذَا قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا الْمَلَائِكَةِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۴)

"اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو پس تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا"۔

جب خدا کی طرف سے اُسْجُدُوا لِآدَمَ والا خطاب ہو گیا تو سب فرشتوں نے اور جو بھی اُس میدان میں موجود تھا بغیر کسی چُون و چرا کے اُس تازہ وجود میں آنے والے وجود کے سامنے جھک گئے اور اس کو سجدہ کیا (ایسا وجود جو کہ موجودات میں سے خوش و زیبا پھول اور اشرف المخلوقات ہے) جس طرح کہ اس مطلب کو عارف ہمدانی عالم ربانی ملّا احمد زاقی نے اشعار کے پیکر میں ڈھال دیا ہے اور کہتے ہیں۔

چوں کہ آدمؑ را خداوند مجید	درزمین بهر خلافت آفرید
و کم فرمان آمد از رب ودود	تا ملائک جمله آرندش سجود
از پس فرمان ملائک اجمعین	سرنها دند از اطاعت بر زمین
کی خدا محکوم فرمان توایم	آن چه گوئی آن کنیم آنِ توایم
سجدۂ آدمؑ چه باشد آن کنیم	گر بگوئی سجده بر شیطان کنیم
زامر حق گر سجده آدی بهرکس	شرك نکند بلکه توحید است و بس
جب خداوند مجید نے آدمؑ کو	زمین پر خلافت و جانشینی کے لئے خلق کیا
رب وَدُود کی طرف سے حکم صادر ہوا	کہ سارے فرشتے اس کو سجدہ کریں
حکم خدا کے بعد تمام فرشتوں نے	اطاعت حکم خدا میں زمین پر سر رکھ دیا
کہ تیرے حکم کے محکوم ہیں	جو کچھ کہے گا اسی وقت اس کی پیروی ہوگی
آدمؑ کے سجدہ کا تو نے ہم کو حکم دیا ہے	اگر تیری چاہت ہو تو شیطان کو بھی سجدہ کریں

Presented by www.ziaraat.com

کیونکہ اگر کسی کو امرِ خدا سے سجدہ کرو گے تو شرک نہیں ہے بلکہ صرف خالص توحید پرستی ہے

چنانچہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بحث و تمحیص اس بات میں ہے کہ یہ سجدہ آدم علیہ السلام کے سامنے کیا گیا یا خدا کو کیا گیا، اس کے متعلق چار نظریے موجود ہیں:۔

(۱) یہ سجدہ خدا کیلئے کیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام صرف قبلہ تھے۔ جس طرح کہ لوگ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں اور سجدہ خدا کو کیا جاتا ہے تو جس طرح کعبہ کی طرف رُخ کرنا کعبہ کو سجدہ کرنا نہیں ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا نہیں ہے۔

(۲) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا مطلب آدم علیہ السلام کی اطاعت، پیروی اور احترام و تعظیم کرنا ہے نہ کہ سجدۂ عبادتی کہ حقیقت میں اس کو سجدہ کیا ہو۔

(۳) سجدہ کی حقیقت آدم علیہ السلام کی تکریم و تعظیم تھی لیکن عبادت کی حقیقت خدا کیلئے انجام پائی ہے کیونکہ سجدہ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے اور جو بھی خدا کے حکم کی وجہ سے سجدہ کرے اس نے خدا کو سجدہ کیا ہے اور فرشتوں کا سجدہ خدا کے حکم کے ساتھ خدا کیلئے تھا۔ (بحار الانوار، ج:۱۱، ص:۱۳۸)

اور زبان حال اُن کی یہ تھی۔

بندهٔ ایم و پیشهٔ ما بندگی است	بندگان را باسبب‌ها کار نیست
می نخواهد کار بنده علتی	جز فرموده است مولی خدمتی
بنده آن باشد که بند خویش نیست	جز رضائی خواجه اش درپیش نیست
ہم بندے ہیں اور ہمارا پیشہ بندگی ہے	اور بندے اسباب کو نہیں تلاش کرتے
کیونکہ بندہ کا کام سبب نہیں چاہتا	سوائے اس حکم معرفت کے جو مولی چاہتا ہے
بندہ وہ ہوتا ہے کہ جو اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا	بلکہ اپنے مولی کی مرضی کے علاوہ اس کے سامنے کچھ نہیں ہوتا

(۴) شاید سجدہ اس سبب سے ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مقدس پشت میں پانچ مقدس و پاک

Presented by www.ziaraat.com

نور موجود تھے جس طرح کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں آیا ہے: جب خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کو خلق کیا اور اشیاء کے نام اس کو تعلیم دیئے تو محمدؐ و آل محمدؑ یعنی محمدؐ، علیؑ، فاطمہ سلام اللہ علیہا و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کے انوار طاہرہ کو اُن کی پشت مقدس میں ودیعت کر دیا جبکہ اُن انوار مقدسہ کی وجہ سے پورے آسمان اور جنت روشن و منور تھے۔

خداوند کریم نے آدم علیہ السلام کی تکریم و تعظیم کیلئے فرشتوں کو حکم سجدہ دیا کیونکہ آدم علیہ السلام کی پشت میں انوار طاہرہ موجود تھے لہٰذا تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے تکبر و غرور کیا اور سجدہ سے انکار کر دیا۔

اسی طرح امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا:

''آگاہ رہو کہ مجھے میرے پدر بزرگوار نے اور اُن کو اُن کے پدر بزرگوار نے جو کہ رسولؐ خدا ہیں نے فرمایا ہے جب خداوند کریم نے ہمارے انوار کو بالائے عرش سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت مقدس میں منتقل کیا ایک نورِ عظیم اُن کی پشت سے ظاہر ہوا، آدم علیہ السلام نور کو دیکھ رہے تھے لیکن انوار کو نہیں دیکھ رہے تھے تو کہا پروردگار یہ انوار کیا ہیں؟ تو خدا نے فرمایا: ''یہ انوار وہ ہیں کہ جن کو اپنے عرش کے بہترین مقام سے اُتار کر تیری پشت میں منتقل کیا ہے، ان کی وجہ سے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تجھے سجدہ کریں کیونکہ تیری پشت ان انوار کی قرارگاہ بنی ہے''۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی: ''اے کاش اگر میرے سامنے ان انوار مبارکہ کو ظاہر کر دیا ہوتا'' تو اس وقت فرمایا: ''اے آدم علیہ السلام بالائے عرش پر نگاہ کرو!'' جب آدم علیہ السلام نے نگاہ کو بلند کیا تو ہمارے انوار نے اُس کی پشت سے نکل کر بالائے عرش پر اپنے آپ کو ظاہر کیا اور بالائے عرش سے ان انوار کا عکس ظاہر ہوا، جس طرح کہ آئینہ میں تصویر بالکل صاف و شفاف دکھائی دیتی ہے۔ تو آدم علیہ السلام نے کہا: ''پروردگار یہ انوار کیا ہیں'' تو فرمایا: ''اے آدم علیہ السلام! یہ انوار میری تمام مخلوقات سے بہترین و برترین مخلوق ہیں، ایک ان میں سے محمدؐ ہے جس کو میں نے اپنے اسم محمود سے مشتق کیا ہے اور دوسرا علی علیہ السلام ہے جس کو میں نے اپنے اسم اعلیٰ سے مشتق کیا ہے اور تیسرا نور فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے جس کو میں نے فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مشتق کیا ہے اور وہ دو

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں جن کو اپنے ناموں محسن واحسان سے مشتق کیا ہے۔ یہ وہ ہستیاں جن کو تمام مخلوقات سے میں نے برگزیدہ کیا ہے اور افضل ترین تمام عالم ہستی پر قرار دیا ہے۔ تمام لوگوں کی پیروی واطاعت کو ان کے ذریعہ سے قبول کروں گا اور ان کی وجہ سے لوگوں کو بخشوں گا، انہی کے سبب عذاب وعقاب دوں گا اور انہی کی وجہ سے اجر وثواب عطا کروں گا۔ پس ان کی ذوات مکرمہ کے ساتھ میری بارگاہ میں توسّل حاصل کرو، اگر کوئی مصیبت تیرے اُوپر آجائے تو ان ہستیوں کو میری بارگاہ میں واسطہ قرار دو کیونکہ جس نے بھی میری بارگاہ میں ان کا واسطہ دیا تو اس کو کبھی بھی نا اُمید نہیں کروں گا (یعنی ان کے واسطہ کے ساتھ کسی کی دُعا کو رَد نہیں کروں گا) یہی وجہ تھی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے ترک اولیٰ ہوا تو خداوند کریم کی بارگاہ میں ان ہستیوں کا واسطہ دیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ (انتخاب از حیات القلوب، ج:۱، ص:۱۳۸/ نہج البلاغۃ خوئی، ج:۲، ص:۶۷)

شیطان اور آدم علیہ السلام پر سجدہ

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے فرشتے اور شیطان جو کہ اُن کا جز و تھا شاہد و ناظر تھے اس کے بعد حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو فرشتوں نے بغیر چون وچرا کے سجدہ کیا صرف ایک ابلیس تھا جس نے سجدہ نہیں کیا اُس پر تکبر وغرور نے غلبہ کیا۔ شقاوت وبدبختی اُس پر چھا گئی، سجدہ کرنے سے اُس نے انکار کر دیا، اپنے آپ کو اس مخلوق خاکی پر افضل جاننے لگا اور کہا میں اس سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے خلق کیا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ اس بشر کو جس کو تو نے خشک شدہ بدبودار مٹی سے خلق کیا ہے ہرگز اس کو سجدہ نہیں کروں گا۔ کیا کوئی شریف مخلوق میری طرح کی اس مخلوق کے سامنے جو اُس سے پست تر ہو جھکے گی اور اس کی تکریم وتعظیم کرے گی؟ یہ کیا قانون ہے کیا نورانی آگ سیاہ رنگ بدبودار مٹی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا کرے اور اپنی بلندی کے اعتبار کو ختم کر دے۔ اس لحاظ سے خداوند کریم نے شیطان کو مہلت دی اور شیطان پر غضب وغصہ نہیں کیا تا کہ اس مہلت میں اس کا نیا امتحان اور آزمائش مکمل ہو سکے۔ (یہ نیا امتحان وآزمائش دو پہلو رکھتا ہے: ایک خود شیطان کی آزمائش اور دوسرا پہلو لوگوں کی آزمائش شیطان کے ذریعے سے)۔ مرحوم نراقی شیطان کے مکالمہ کو

Presented by www.ziaraat.com

اشعار کی صورت میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

زان میان شیطان که خاکش بر دہن ... گفت ناید سجده آدم زمن
من از آن خاکی نسب بالا ترم ... او ز خاك پست و من از آتشم
من ہمه نور و ضیاء آن تیره رو ... پس چرا من سجده آرم نزد او
من زنارم نار نورانی بَوَدْ ... او ز خاك و خاك ظلمانی بَوَدْ
کی برائے ظلمت آرد سجده نور ... واثبور و واثبور و اثبور
خاك بر فرق وی و بر نور اُو ... ای تغربر او و چشم کور اُوْ
گر نبودی دیهٔ آن کور کور ... دیدی از آدمؑ ہمه اشراق نور
گر نبودی کور دیدی جان اُو ... جان ظلمت سوز نور افشان اُوْ
دیدهٔ شیطان بسی بے نُور بود ... لا جرم از دیدن جان کور بود
کور بود و جان آدم را ندید ... پس زامر اُسْجُدُوا گردن کشید
سر زا مرحق چه پیچید آن لعین ... گردنش را طوق لعنت شد قرین

طاقدیس، ص: ۲۷تا۲۸

جب شیطان سامنے آیا کہ اس کے منہ پر مٹی ... کہا زمانے میں آدمؑ کو سجدہ نہ کروں گا
کیونکہ میں مٹی سے نسبت رکھنے والے سے بالاتر ہوں ... وہ پست مٹی ہے اور میں آگ سے ہوں
اور میں مکمل نور اور روشنی اور وہ سیاہ مٹی ... پس میں اس کو سجدہ کیوں کروں؟
میں آگ سے ہوں اور آگ نورانی ہوتی ہے ... وہ مٹی سے ہے اور مٹی تاریک ہوتی ہے
کب نور تاریکی کو سجدہ کرتا ہے

مٹی اس کے چہرے اور اس کے نور پر ... اُف اس پر اور اس کی اندھی آنکھ پر
اگر تیری حقیقت اندھی نہ ہوتی ... تو آدمؑ کو نوری نور تو دیکھتا
اور اگر تو اندھا نہ ہوتا تو اس کی حقیقت کو دیکھتا ... تو اس کی تاریک مٹی کی حقیقت نور خدا ہے
شیطان کی آنکھیں ہزار دفعہ بے نور ہوں ... لامحالہ رُوح کو دیکھنے سے اندھی ہوں

Presented by www.ziaraat.com

اندھی تھیں کہ آدم کی رُوح کو نہ دیکھا   اور امرِ اُسْجُدُ سے انکار کر دیا
امرِ حق سے اس لعین نے کس طرح سرپیچی کی ہے   کہ ہمیشہ کے لئے اس کی گردن میں لعنت کا طوق پڑ گیا ہے

شیطان کو جو مغالطہ ہوا وہ یہ تھا کہ میں آگ سے ہوں اور آدم علیہ السلام مٹی سے خلق ہوا ہے جبکہ آدم علیہ السلام کی شخصیت صرف مٹی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کی عظمت اس رُوحِ الٰہی کی وجہ سے تھی جو اس میں خداوند کریم نے ڈالی تھی ورنہ مٹی کہاں اور یہ تمام فخر و مباہات اور استعداد و کمال کہاں۔ اور پھر صرف یہ نہیں کہ مٹی آگ سے کمتر نہیں ہے بلکہ مرتبے کے اعتبار سے آگ سے مٹی برتر ہے کیونکہ پوری زندگی اور زندگی کے اسباب مٹی ہی سے نکلتے ہیں، چنانچہ جَو، گندم، چاول اور تمام تر پھل و پھول اور دیگر تمام زندہ موجودات مٹی سے اقادن حاصل کرتے ہیں اور پھر تمام تر قیمتی گران بہا معدنیات مٹی کے سینے میں چھپے ہوئے ہیں جبکہ آگ زندگی کی تمام تر اہمیت کے ساتھ کبھی بھی مٹی کے بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مٹی سے اُگنے والی چیزوں سے استفادہ کرنے کا آگ صرف ہتھیار ہے اور وہ بھی خطرناک ہتھیار ہے ویران اور نیست و نابود کرنے والا ہتھیار ہے اور پھر آگ پکڑنے والا تمام مواد مٹی کی برکتوں سے حاصل ہوتا ہے مثلاً لکڑی، کوئلہ، تیل، ڈیزل، پیٹرول وغیرہ۔

شیطان نے اپنے غلط استدلال کی وجہ سے اپنے فسق و فجور کو ظاہر کیا۔ جس فسق و فجور کو لاکھوں سال مخفی رکھا ہوا تھا اور اپنے آپ کو فرشتوں کا جزو بنایا ہوا تھا اور آخر کار کافروں سے ہو گیا۔ شیطان نے اپنے اس تکبرانہ اور مغرورانہ عمل سے بدبختی کے راستے کو اختیار کیا ہے اور جنت اور اس کی تمام نعمتوں سے محروم ہو گیا اور آسمانوں سے دھتکارا گیا اور خدا ملائکہ اور تمام جنوں اور انسانوں کا ملعون قرار پایا اور حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ہزاروں سال کی اپنی عبادت کو ایک گھنٹہ کے اندر تکبر و غرور کی وجہ سے آگ لگا دی اور تباہ و برباد کر دی۔ (نہج البلاغہ فیض و خوئی، خطبۂ قاصعہ: ۱۸۳)۔ اور اس ناپاک اور گندی مخلوق کو ملأ اعلیٰ اور عالمِ بالا ملائکہ کی صفوں سے نکال دیا گیا کیونکہ اس مقام پر پاک مقرب اور مطیع رہتے ہیں نہ کہ آلودہ، سرکش اور نہ ہی جن کے دل ناپاک ہیں ان کے رہنے کی جگہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(معلومات کتاب "شیطان در کمینگاہ" میں ابلیس سے متعلق تفصیل دیکھیں!)

آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ

جب خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو فرشتوں کو اس ارادہ سے آگاہ کیا۔ قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ (سورۂ البقرۃ:۳۰)

"اے حبیب! اس وقت کو یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین پر جانشین اور حاکم قرار دینے والا ہوں"۔

ہاں! خدا یہ چاہتا تھا کہ زمین پر سرپرست اور خلیفہ بنائے اور زمین کی ہدایت ورہبری کی ذمہ داری اُس کے سپرد کرے اور وہ بھی ایسا انسان جو ابھی خلق نہیں ہوا ہے اور بعد میں پیدا کیا جائے گا (آدم علیہ السلام اور اولاد آدم علیہ السلام) خدا کا ارادہ یہ ہے کہ ایک زمانہ زمین کو اس انسان کے سپرد کردے اور اس کو اختیار دے تا کہ اس زمین کو کوشش کے ساتھ آباد کرے اور اس کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو اور زمین کی ساری صلاحیتوں کو اپنے ہاتھوں میں لے۔ اس کے علاوہ تمام خزانوں اور معدنیات کو حاصل کرے اور اُن سے بھرپور فائدہ اُٹھائے۔ اگرچہ انسان کمزور خلق ہوا ہے لیکن شعور واحساسات رکھتا ہے اور ان دونوں قوتوں کے ذریعے سے کائنات میں تصرف کر سکتا ہے اور اس کو اپنے کنٹرول میں لے سکتا ہے اور اب ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ اسی انسان نے عجیب وغریب ایجادات اور رموز خلقت کو ظاہر کیا ہے اور آئندہ بھی اس مقام تک پہنچ جائے گا کہ جسے سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

انسان استعداد وآرزو اور علم وعمل کے لحاظ سے لامحدود قوت وطاقت کا مالک ہے۔ خدا نے بھی تمام طاقتیں اس کے سپرد کر دی ہیں تا کہ اس طاقت وقوت کے ذریعے رموز خلقت کو ظاہر کر سکے پس اسی سبب سے انسان کو اپنی زمین پر خلیفہ وجانشین قرار دیا ہے اور انسان نے بھی عجیب قسم کے رموز خلقت کو آشکار کیا ہے۔ خداوند کریم نے وہ صفات جو خود رکھتا ہے انسان کو بھی عطا کی ہیں اور ان تمام صفات میں انسان کو اپنا خلیفہ ونائب بنایا ہے مثلاً خدا خالق ہے اور اس نے دنیا کو خلق کیا ہے اور انسان

Presented by www.ziaraat.com

بھی خالق ہے جو شہروں کو کارخانوں اور بڑی بڑی عمارتوں کو خداداد قدرت کے ساتھ بناتا ہے اور ان کو تخلیق کر کے وجود عطا کرتا ہے۔ خدا رازق ہے اور تمام مخلوقات کو روزی دیتا ہے۔ انسان بھی رازق ہے اپنی بیوی بچوں اور والدین کیلئے رزق کو فراہم کرتا ہے۔ خدا عالم، قادر، سمیع، بصیر اور مہربان ہے تو انسان بھی ان صفات کو رکھتا ہے اور خدا نے یہ صفات نچلے درجہ پر انسان کو عطا کی ہیں۔ خداوند کریم قرآن مجید کی بعض آیات میں تمام انسانوں کو اپنا نائب و خلیفہ ذکر کر رہا ہے اور فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾ (سورۂ انعام: ۱۶۵)

"اور اللہ وہ ہے جس نے تمام انسانوں کو زمین پر اپنا نائب، خلیفہ قرار دیا ہے اور بعض کو بعض دوسروں پر برتری اور فضیلت بخشی ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ نے مقام انسان کی اہمیت کو اور عالم ہستی میں اس کی حیثیت کو بیان کیا ہے تا کہ انسان اپنی قدر و قیمت کو سمجھے کہ تمام عالم ہستی کے سارے مخلوقات پر اس کو فضیلت دی گئی ہے اور اس بات کو جان لے کہ زمین پر خدا کا نمائندہ بنایا گیا ہے اور کائنات کے تمام تر منافع اور مراکز منفعت کو اس کے اختیار میں دیا گیا ہے اور اس کی ساری مخلوقات اور عالم ہستی پر اس کی طرف سے اس کا حکم فرمان جاری ہوتا ہے۔ اور یہ بات دلیل ہے کہ خداوند متعال نے انسان پر بے انتہا لطف و کرم کیا ہے، زندگی کے سارے وسائل اس کے ہاتھ میں دے دیئے ہیں، عقل و شعور، فکر و ہوش اور دیگر جسمانی طاقتیں انسان کو عطا کر دی ہیں اور زمین کو مختلف نعمتوں سے بھر دیا ہے اور ان نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کے طریقے انسان کو تعلیم کر دیئے ہیں۔

بہر حال خلیفہ نمائندہ کے معنی میں ہے اور فرشتے زمین پر خدا کی نمائندگی نہیں کر سکتے۔ فرشتے ہوں یا دیگر مخلوقات خدا کی نمائندگی کی خلعت کو اپنے جسم پر نہیں سجا سکتے، یہ صرف آدم علیہ السلام ہے جو زمین پر خدا کی خلعت نمائندگی کو اپنے بدن پر سجا سکتا ہے۔ چنانچہ بعض دیگر آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت و جانشینی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

Presented by www.ziaraat.com

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ (ص:۲۶)

''اے داود علیہ السلام ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ قرار دیا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم اور فیصلے کرو''۔

اس آیت شریفہ میں ایک انسان کو خطاب کیا گیا ہے۔خدا نے معین شخص کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اور یہ مطلب دوسری آیات کے ساتھ منافات نہیں رکھتا جو کہ تمام انسانوں کو خلیفہ قرار دے رہی ہیں کیونکہ سارے انسان خدا کی خلافت کی لیاقت و استعداد رکھتے ہیں اور زمین پر خدا کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ پیامبر اکرمؐ سے ایک حدیث وارد ہوئی ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ سارے انسان زمین پر خدا کی نمائندگی کر سکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اگر وہ مخصوص شرائط کو رکھتے ہوں۔آنحضرتؐ نے فرمایا:''جو انسان بھی نیکی کا حکم اور برائی سے روکے وہ زمین پر خدا کا خلیفہ اور کتاب و رسولؐ کا خلیفہ ہے''۔(میزان الحکمۃ،ج:۳،ص:۸۰)

قرآن میں خدا کے چار خلیفے

خداوند کریم نے قرآن مجید میں اس آیت کے علاوہ جو فرمایا ہے کہ تم سب لوگ خدا کے زمین پر جانشین ہو۔چار دیگر انسانوں کو صراحت و اشارہ کے ساتھ خداوند متعال نے اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیا ہے۔حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے بزرگوں سے اور انہوں نے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ:''میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ مدینہ کے ایک راستہ پر چل رہا تھا اچانک ایک شخص بلند قد و قامت اور بڑی ریش مبارک کے ساتھ رسولؐ خدا کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور آنحضرتؐ پر سلام کیا اور مرحبا کہا، پھر اس نے میری طرف رُخ کیا اور کہا: سلام ہو تجھ پر اے چوتھے خلیفہ رحمۃ اللہ و برکاتہٗ!، پھر اپنے چہرے کو رسولؐ اللہ کی طرف کیا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! کیا اس طرح نہیں ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا:''ہاں اسی طرح ہے''تو وہ شخص یہ کہہ کر سلام کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ وہ کون شخص تھا جس نے مجھے اس طرح کہا ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا:''یا علیؑ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تم اسی طرح ہو کہ جس طرح اُس شخص نے کہا

Presented by www.ziaraat.com

ہے، خداوند متعال نے قرآن میں چار خلیفوں کا تذکرہ کیا ہے"۔

(۱) آدم علیہ السلام: جس کے متعلق فرمایا ہے: "میں چاہتا ہوں کہ زمین پر اپنا خلیفہ و جانشین قرار دوں"۔ (البقرۃ:۳۰) اور وہ آدم علیہ السلام ابو البشر خدا کے زمین پر پہلے خلیفہ ہیں۔

(۲) داوٗد علیہ السلام: جس کے متعلق فرمایا ہے: "اے داوٗد علیہ السلام ہم نے تجھے زمین پر اپنا خلیفہ و جانشین بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرو"۔ (سورہ ص:۲۶) داوٗد علیہ السلام دوسرا خدا کا خلیفہ ہے۔

(۳) ہارون علیہ السلام: خدا نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے قول کو نقل کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھائی ہارون علیہ السلام کو کہا تھا: "اے ہارون علیہ السلام میری قوم میں میرے خلیفہ و جانشین بن کر رہو اور ان کی اصلاح کرو اور فساد و بربادی کرنے والوں سے نہ ہو جانا"۔ ہارون تیسرا خدا کا خلیفہ ہے۔

(۴) اور چوتھا خلیفہ اے علی علیہ السلام تم ہو! خدا فرماتا ہے: ﴿وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ ۔﴾ (سورہ توبہ:۳)۔ اے علی علیہ السلام خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مُبلغ خلیفہ، وصی، وزیر، میرے دین کو پہچاننے والا اور بمنزلہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تم ہو۔ پس تم خدا کے چوتھے خلیفہ ہو، جس طرح کہ اُس بوڑھے شخص نے سلام کیا اور کہا: اے چوتھے خلیفہ! تم پر سلام ہو۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علی علیہ السلام اس کو پہچانا تھا" میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں" تو آنحضرتؐ نے فرمایا "وہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے"۔ (نور الثقلین، ج:۱، ص:۴۸)

رُوئے زمین پر انسان کی خلافت

اس جگہ پر ایک دلچسپ نکتہ ہے جس پر توجہ دینی ضروری ہے۔ قرآن مجید نے تکرار کے ساتھ انسان کو زمین پر بحیثیت اپنا خلیفہ و جانشین تعارف کروایا ہے تو جہاں یہ تعبیر انسان کے مقام عالی کو روشن کر رہی ہے اس حقیقت کو بھی بیان کر رہی ہے کہ انسان کے تمام مالوں اور ثروتوں، طاقتوں اور نعمتوں کا اصلی مالک خداوند متعال ہے لیکن صرف ایک انسان ہے جس کو ان تمام چیزوں میں اس کی طرف سے

Presented by www.ziaraat.com

تصرف کرنے کی اجازت اوراذن ہےاور یہ ظاہری بات ہے کہ ہر نمائندہ تصرفات میں آزاد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے تمام تر تصرفات اصلی مالک کےاذن واجازت کےتابع ہوتے ہیں۔اس بات سے روشن ہوجاتا ہے کہ مثلاً مسئلہ مالکیت میں اسلام کمیونزم کےنظریات سے بھی دور ہےاور کیپٹلازم یعنی سرمایہ داری کےنظریات سے بھی دور ہے۔

پہلےنظریہ رکھنےوالے معاشرہ کی مالکیت کےقائل ہیں اور دوسرانظریہ رکھنے والے انفرادی مالکیت کےقائل ہیں لیکن اسلام کہتا ہے کہ مالکیت نہ معاشرتی ہے نہ انفرادی ہے بلکہ حقیقت میں مالکیت خدا کی ہےاورانسان اس کےنمائندہ اوروکیل ہیں۔اسی اسلامی دلیل کی بنیاد پر اسلام لوگوں کی درآمدات پر بھی نظارت رکھتا ہے کہ لوگ کس راستے سے مال و ثروت کو حاصل کررہے ہیں مثلاً رشوت، جوا، چوری حیلہ گری سے یا حلال کےراستے سے کسب وتجارت کرکےحاصل کررہے ہیں اوراسی طرح اسلام مال ودولت کےتصرف پر بھی نظارت رکھتا ہے کہ آمدنیوں کو کس راہ پر خرچ کررہے ہیں، کیاحرام پر مثلاً جوے پر، تاش وشطرنج پر یا فتنہ وفساد اور بے شرمی و بے حیائی کےمراکز پر یا شراب خانوں پر خرچ کررہے ہیں یا حلال پر مثلاً راہ خدا میں انفاق کرنا، پل بنانا، حمام ومدرسہ بنانا قرآن واسلام کی ترویج کےعمومی مراکز بنانا یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی سرپرستی کرنے پر خرچ کرنا وغیرہ۔اسلام آمدنیوں اور ان کےمصرف کیلئے مخصوص شرائط رکھتا ہے،اسلام اقتصاد کو دوسرے مکاتب فکر کےمقابلے میں مخصوص و مشخص مکتب فکر قرار دیتا ہے۔

فرشتوں کااعتراض

جب خداوندمتعال نےفرشتوں کےسامنے یہ اعلان کیا کہ میں ارادہ رکھتاہوں کہ زمین پر اپنا خلیفہ وجانشین قرار دوں توفرشتوں کااعتراض بلند ہوا:

﴿قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (سورۂ البقرۃ:۳۰)

"توفرشتوں نےکہا:(اے پروردگار!) کیاایسوں کواپنا نمائندہ اورجانشین زمین پر بنانا چاہتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے جو زمین پر فساد پھیلائیں گے اور خون ریزی کریں گے (اگر مراد تیری حمد و تسبیح ہے) تو ہم تیری حمد و تسبیح بجالانے والے اور طہارت و تقدیس بیان کرنے والے موجود ہیں"۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ فرشتے جانتے تھے کہ انسان شر و فساد، خون ریزی، خیانت، جنایت اور سرکشی کرنے والا ہے اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کیلئے مشکلات پیدا کرنے والا اور ان کے ساتھ جھگڑا اور جنگ و جدال کرنے والا ہے لیکن بحث اس میں ہے کہ فرشتوں کو کہاں سے پتہ چلا کہ آدم ﷺ مفسد اور خون ریز ہے؟ چند اقوال ذکر ہوئے ہیں، ہم ان اقوال کو ذکر کرتے ہیں تاکہ مطلوب نتیجہ حاصل ہو سکے۔

(۱) پہلا قول: بعض بزرگ علماء کا کہنا ہے کہ خداوند کریم نے آنے والے انسان کے بارے میں فرشتوں کے سامنے اجمالی طور پر وضاحت کی تھی لہٰذا فرشتوں نے اس لحاظ سے اطلاع حاصل کی تھی۔

(۲) دوسرا قول: بعض دوسرے علماء عقیدہ رکھتے ہیں کہ فرشتوں نے اس مطلب کو درک کیا ہوا تھا کیونکہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ انسان مٹی و مادہ سے خلق ہو رہا ہے اور مادہ اپنے اندر زحمد ودیت رکھتا ہے لہٰذا انسان ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا کریں گے اور ایک دوسرے کیلئے مشکلات کا سبب بنیں گے اور جنگ و جدال، خون ریزی کریں گے۔

(۳) تیسرا قول: بعض دوسرے علماء کا ایک گروہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ فرشتوں کی پیشن گوئی کا سبب یہ تھا کہ آدم ﷺ روئے زمین پر خدا کی پہلی مخلوق نہ تھی بلکہ آدم ﷺ سے پہلے بھی دوسری مخلوقات زمین پر موجود تھیں جو فساد اور خون ریزی کرتی تھیں اور بُرے اعمال انجام دیتی تھی، یہ بات سبب بن گئی کہ فرشتوں نے نسل آدم ﷺ کے بارے میں بدگمانی کی ہے اور ان کے بارے میں فساد و خون ریزی کی پیشن گوئی کی ہے۔ اور آدم ﷺ روئے زمین کی پہلی مخلوق نہیں اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ روایات بتلاتی ہیں کہ آدم ﷺ سے پہلے دو گروہ جن و نسناس کے ناموں کے ساتھ زمین کے اُوپر زندگی گزار رہے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب خدا نے آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو آسمانی طبقوں اور پردوں کو درمیان سے ہٹا دیا اور فرشتوں سے کہا: زمین کی طرف نگاہ کرو اور میری مخلوقات میں سے جنوں اور نسناس کو ملاحظہ کرو!" جب فرشتوں نے دیکھا تو جنوں اور نسناس کا ایک گروہ زمین پر معصیت و فساد و خون ریزی میں مشغول تھا تو یہ حالت اُن پر بہت گراں گزری، بے سکونی پیدا ہوئی اور غصہ کیا اور اہل زمین پر افسوس کیا اور عرض کیا: پروردگار! تو بزرگ، غالب، عظیم الشان، صاحب قدرت و اختیار، جبار، متکبر اور یہ مخلوق ضعیف و کمزور، ذلیل و خوار تیرے اختیار میں ہے اور اپنی طرف سے کوئی ارادہ و اختیار نہیں رکھتی اور ان کی زندگی تیرے رزق و روزی سے وابستہ ہے پھر بھی اس نے تجھے نہیں پہچانا اور تیری معصیت کر رہی ہے اور بڑے بڑے گناہوں کی مرتکب ہو رہی ہے لیکن تو نہ اس پر غضبناک ہوا اور نہ ہی تو انتقام لے رہا ہے جب کہ ان کی معصیت اور گناہ کرنا ہمیں بہت بھاری اور سنگین نظر آ رہا ہے اور ہم اپنے غضب و غصہ کو ٹھنڈا نہیں کر پا رہے تو اس موقع پر خداوند کریم نے اُن کے جواب میں فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ زمین پر میں اپنا خلیفہ و جانشین بناؤں تاکہ مخلوق پر میری طرف سے حجت بن جائے" تو فرشتوں نے تعجب کے ساتھ کہا: "کیا زمین پر ایسے کو خلیفہ قرار دے گا جو زمین پر فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے اور ایک دوسرے کا خون بہائیں، پروردگار اگر چاہتا ہے کہ زمین پر جانشین مقرر کرے تو ہم کو اپنا جانشین بنا دے"۔ کیونکہ ہم نہ فساد کرنے والے ہیں نہ خون ریزی و جنایت کاری اور نہ خیانت کاری کرنے والے ہیں اور نہ دوسروں کے لئے مشکلات کو پیدا کرنے والے ہیں بلکہ دائمی طور پر تیری عبادت اور حمد کرنے کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس کریں گے اور تیری اطاعت و عبادت میں مشغول رہیں گے۔ (نور الثقلین، ج:۱، ص:۵۱، حدیث:۸۰ و علل الشرائع)

ہاں! فرشتے اس بات کو نہیں جانتے تھے کہ اُن کی بندگی و عبادت جس کیلئے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ انسان کی بندگی و عبادت سے بہت زیادہ فرق رکھتی ہے کیونکہ یہ انسان نفسانی خواہشات، شہوتوں، اُمیدوں، آرزوؤں کے ساتھ سر سے پاؤں تک پھنسا ہوا ہے اور وسوسوں نے اس کا گھیراؤ کیا ہوا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ اگر انسان ان تمام خواہشات کو پس پشت ڈال دے اور شہوتوں و آرزوؤں کے بندھن کو توڑ دے اور شیطان کے دھوکہ میں نہ آئے اور اپنے خدا کے سامنے جھک جائے اور اس کی بارگاہ اقدس میں خاضع وخاشع ہو کر اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے تو اُس کا مقام فرشتوں سے بھی برتر و بالاتر ہو جائے گا اور قَابَ قَوْسَیْنِ کی منزل تک پہنچ جائے گا اور عرش و فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے کر لے گا اور وحی خدا کا فرشتہ (جبرئیلؑ) یہ کہے گا کہ: "اب آپ خود آگے بڑھیں میں آگے نہیں بڑھ سکتا اگر بر انگشت کے برابر بھی آگے بڑھوں گا تو جل کر خاکستر ہو جاؤں گا" لیکن انسان اس منزل پر پہنچ سکتا ہے جس سے سوائے خدا کے کسی کو نہ دیکھے۔ فرشتے اس بات کو نہیں جانتے تھے کہ آدمؑ کی نسل میں بڑے بڑے انبیاء نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ بن عبداللہ جیسے آنے والے ہیں، سراپا تقویٰ واخلاص پیشواء اور صالح بندے عالم ہستی میں قدم رکھنے والے ہیں اور ایسے علم ودانش کے دانشور اور متفکر نسل آدمؑ میں آنے والے ہیں کہ جن کا ایک گھنٹہ غور وفکر کرنا فرشتوں کی سالوں کی عبادت اور دوسرے افراد کی ستر (۷۰) سال کی عبادت کے برابر ہو گا۔

بہر صورت فرشتوں نے آدمؑ کے متعلق غلط اطلاع کی وجہ سے آدمؑ کی خلقت و پیدائش پر حرف اعتراض بلند کیا اور خدا کی خلافت و جانشینی کی خواہش ظاہر کی اور اپنی مشکل کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا اور اس کا سبب دریافت کیا۔ خداوند کریم نے فقط ایک سربستہ جملہ ان کے جواب میں کہا اور فرمایا: "اے فرشتو! میں (بشر کی خلقت کے رموز و اسرار) جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو"۔ (سورۃ البقرۃ:۳۰)۔ فی الحال سکون واطمینان سے رہو، اس کی وجہ تمہیں بعد میں معلوم ہو جائے گی۔ یہ مطلب قابل غور وفکر ہے، خدا نے فرشتوں کے جواب میں نہیں فرمایا کہ تم شک وشبہ میں ہو انسان فساد اور خون ریزی نہیں کرے گا بلکہ ان کے جواب میں فرمایا: "صبر کرو یہاں تک کہ مطلب تمہارے اُوپر آہستہ آہستہ واضح ہو جائے" شاید اشارہ اس بات کی طرف ہو کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارے درمیان ایک ایسا بھی ہے جو حقیقت میں کافر ہے اور تم اس کو نہیں جانتے ہو اور وہ شیطان ہے۔

بہر صورت خداوند متعال کا فرمانا کہ میں زمین پر خلیفہ و جانشین مقرر کرنے والا ہوں دو پہلو

Presented by www.ziaraat.com

رکھتا ہے: (۱) ایک پہلو تو یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ انسان کو گزر جانے والوں کا خلیفہ و جانشین قرار دُوں۔ اور (۲) دوسرا پہلو یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ انسان کو اپنا نمائندہ بناؤں اور میں جو کچھ زمین پر انجام دینا چاہتا ہوں وہ میری خلافت و وکالت میں اُس کے ہاتھوں انجام پائے۔

فرشتے توبہ کرتے ہیں

جب ملائکہ نے تخلیق آدمؑ پر اعتراض کیا اور اپنے آپ کو آدمؑ سے بہتر سمجھا اور کہا: ''خداوندا ہم کو اپنا خلیفہ قرار دے کیونکہ ہم بھی تیری عبادت کرتے ہیں اور خون ریزی نہیں کریں گے'' خدا نے اُن کو جواب دیا اور فرمایا: ''میں جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے ہو'' تو فرشتوں نے محسوس کیا کہ ہم خدا کے غضب وغصہ کا سبب بنے ہیں اور وہ نور جو ملائکہ کے لئے ظاہر ہوتا تھا وہ ظاہر ہونا بند ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا تو فرشتوں نے سمجھا کہ اُن کا اعتراض غلط تھا۔ سات ہزار سال عرش کے نیچے پناہ میں رہ کر خداوند کریم سے طلب مغفرت کرتے رہے اور خدا سے چاہتے رہے کہ اُن کی خطا سے درگزر کرے اور عرش کے اِردگرد طواف کرنے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ خداوند متعال نے اُن کی توبہ کو قبول کیا اور پھر نور خدا بغیر پردہ کے اُن کے اُوپر ظاہر ہونے لگا۔

جب فرشتوں کی توبہ قبول ہوگئی تو خدا نے ان کی طواف عرش کی صورت میں عبادت کو بہت زیادہ پسند کیا اور چاہنے لگا کہ اس کی عبادت طواف کی صورت میں کی جائے۔ حکم دیا تو فرشتوں نے چوتھے آسمان پر عرش کے برابر میں ضراح کے نام کے ساتھ ایک بیت کو تیار کیا اور پہلے آسمان پر ضراح کے برابر میں بیت المعمور کے نام کا بیت تیار کیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہو کر اس کا طواف کرتے ہیں اور روزِ قیامت تک اسی طرح طواف کرتے رہیں گے۔ جب حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیج دیا گیا تو خداوند متعال نے حکم دیا کہ زمین پر بیت المعمور کی سیدھ میں خانہ کعبہ بنائے تا کہ خطا کار، گنہگار لوگ اس کا طواف کریں اور خدا سے طلب مغفرت کریں تا کہ خدا اُن کی توبہ کو قبول کر کے اُن کو بخش دے۔ (نور الثقلین، ج:۱، ص:۴۹، حدیث:۷۴/ حیات القلوب، ج:۱، ص:۳۴)

Presented by www.ziaraat.com

آدم علیہ السلام فرشتوں کے معلّم

جب خداوندکریم نے آدم علیہ السلام کو خلق کر دیا اور اس میں اپنی رُوح کو پھونک چکا تو تمام علوم اس کو یاد کروائے۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۱)

"(خداوندکریم نے) علم اسماء مکمل طور پر آدم علیہ السلام کو سکھایا (تخلیق کے رموز و اسرار اور موجودات کی نام گزاری) پھر اُن کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ان موجودات کے نام بتاؤ"۔

اب اس بات کا وقت ہے کہ خدا آدم علیہ السلام کا زیادہ سے زیادہ تعارف بھی کروائے اور خلقت آدم علیہ السلام پر فرشتوں کے اعتراض کا جواب بھی دے لہٰذا آدم علیہ السلام کو علم دیا اور تخلیق کے رموز و اسرار کی تعلیم دی تا کہ ان کے معنوی و مادّی رموز سے آگاہ ہو جائے اور تمام موجودات کائناتی کو پہچان جائے اور تمام کے ناموں کو سمجھ جائے، حتیٰ کہ ان کی خصوصیات کو بھی پہچان لے اور پھر چیزوں کی نام گزاری کی طاقت بھی آدم علیہ السلام کو عطا کی گئی تا کہ چیزوں کی نام گزاری کر سکے اور ضرورت کے وقت ان کے ناموں کے ساتھ ان کو پکار سکے اور دوسروں کو ان کی تعلیم دے سکے۔ اور یہ خلقت آدم علیہ السلام کی نعمت کے بعد بہت بڑی نعمت تھی کہ اب آدم علیہ السلام اپنے شیریں بیان کے ساتھ فرشتوں کو علوم کی تعلیم دے۔

لہٰذا فرشتوں سے پہلے درخواست کی گئی کہ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ان موجودات اور چیزوں کے نام بتاؤ جن کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ ان کے اسرار و رموز اور ان کی وجہ کو بتلائیں تو فرشتے اس آزمائش کے مقابلے میں تسلیم محض کی منزل پر تھے لہٰذا اُنہوں نے جواب دیا: "اے ہمارے پروردگار! تو پاک و پاکیزہ ذات ہے، ہم نہیں جانتے مگر وہ کچھ جتنا تو نے ہم کو تعلیم دیا ہے یہ وہ منزل ہے کہ آدم علیہ السلام فرشتوں کے معلّم قرار پائیں اور اُن کے سامنے موجودات کے اسماء کی تشریح کریں اور

Presented by www.ziaraat.com

اُن کے اسرار و رموز کو بیان کریں اور ملائکہ کو اُن سے آگاہ کرے، لہٰذا آدم علیہ السلام سے خطاب کیا اور فرمایا:

﴿یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ، قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۳)

''اے آدم علیہ السلام! ان کو موجودات کے بارے میں آگاہ کرو (ان کے نام و رموز) جب آدم علیہ السلام نے ان کو آگاہ کیا، خدا نے فرمایا: اے فرشتو! کیا میں نے نہیں کہا میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں اور جس کو تم آشکار کرتے ہو اور جس کو تم چھپاتے ہو میں اُس سے آگاہ ہوں''۔

جب حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو چیزوں کے ناموں کی تعلیم دی اور ان کے سامنے بیان کر چکے تو فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے وسیع معلومات اور وافر علم کے سامنے جھک گئے تو اُنہوں نے سمجھ لیا کہ آدم علیہ السلام اس علم و دانش کے ساتھ زمین کی سرپرستی اور خلافت کی لیاقت و صلاحیت رکھتا ہے۔

پس اس حقیقت کے روشن اور علم آدم علیہ السلام کے ثابت ہونے اور آدم علیہ السلام سے فرشتوں کی تعلیم کے بعد خدا نے فرشتوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ''کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کے اسرار و رموز میرے اختیار میں ہیں، میں نے آدم علیہ السلام کو خلق کیا، زمین کی سرپرستی اور حکومت کی استعداد اس کو عطا کی ہے اور زمین کی آبادی اور اصلاح اس کے ہاتھوں میں سپرد کر دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آدم علیہ السلام زمین کی خلافت و حکومت کی استعداد اور ملکہ رکھتا ہے۔

چنانچہ جب آدم علیہ السلام فرشتوں کو اسماء کی تعلیم دے چکے اور اُنہوں نے یاد کر لیئے اور پہچان لئے تو خداوند کریم نے فرشتوں سے عہد و پیمان لیا کہ آدم علیہ السلام (اور اس کی اولاد) پر ایمان لے آؤ اور ان کو اپنے اوپر بلند و بالا اور افضل تسلیم کرو۔

Presented by www.ziaraat.com

اشعار

کیست آدمؑ؟ دیدۂ بینا بُوَدْ   جامع مجموعۂ ای اسما بُوَدْ
جامع مجموع اسماء آدمؑ است   لا جرم او روح جمله عالم است
مخزن اسرارِ سبحانی است او   مَطْلَعِ انوارِ ربّانی است او
کونِ جامع نزد ما انسان بُوَدْ   ور نباشد این چنین حیوان بُوَدْ
جامع انسانِ کامل را بخوان   معنی مجموع قرآن را بدان
ہرچه باشد از حدوث و از قدیم   جمع دارد در وجود و در عدم
اسم اعظم کار ساز ذات او است   عقل کل یک نقطۂ از آیات اوست
اسم اعظم می نماید صورتش   این مُعَمّا می گشاید صورتش
صورتش آئینۂ گیتی نما است   معنی او پرده دار کبریا است
ظِلِّ ثانی نام اُوْ عالم بُوَدْ   جان عالم حضرت آدمؑ بُوَدْ

کون ہے آدمؑ؟ جو صاحب فکر بابصیرت تھا   تمام اسماء کا مجموعہ تھا
تمام مجموعۂ اسماء کا جامع آدمؑ ہے   اور لامحالہ تمام عالم کی رُوح ہے
آدمؑ تمام اسرار سبحانی کا خزانہ تھا   اور آدمؑ تمام انوار ربّانی کے طلوع کا مرکز ہے
تمام اسماء کا جامع ہو تو ہمارے نزدیک انسان ہے   اور اگر اس طرح نہ ہو تو حیوان ہوگا
جامع اسماء کو انسان کامل کہو   اور مکمل قرآن کے معنی کو سمجھو
جو کچھ بھی حادث وقدیم سے ہوگا   تو وہ وجود وعدم میں جمع ہوگا
اسم اعظم اور کارساز اس کی ذات ہے   عقل کل اس کی آیات سے ایک آیت ہے
اسم اس کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے   یہ معمہ اس کی صورت سے ہی حل ہوتا ہے
اس کی صورت جہان کو عکاس ہے   اس کا معنی کبریائی حجاب ہے
اس کا نام عالم ہستی میں ظلِ ثانی کہلائے   اور عالم ہستی کی رُوح آدمؑ کہلائے

Presented by www.ziaraat.com

آدم علیہ السلام کی فرشتوں کو تعلیم دی ہوئی چیزیں

اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ چیزیں جو خدا نے آدم علیہ السلام کو تعلیم دی تھیں اور آدم علیہ السلام نے بعد میں فرشتوں کو تعلیم دی تھیں وہ کیا تھیں؟ مفسرین کے درمیان مختلف اقوال اور نظریات پائے جاتے ہیں:۔

(۱) بعض نے کہا ہے کہ اسماء سے مراد خدا تمام چیزوں کے نام اور حضرت محمدؐ، علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور باقی ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کے نام اور بزرگ و برگزیدہ شخصیات کے نام اور شیعوں کے نام اور ان کے دشمنوں اور گناہگاروں کے نام تھے۔ ان کے اشباح کو (تصویریں) جب کہ عالم ارواح میں نوری صورت میں تھے فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں نے جواب میں اپنی بے خبری کا اقرار کیا۔

(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو خداوند کریم نے ان تمام چیزوں کی تعلیم دے دی کہ جن چیزوں کی احتیاج روز قیامت تک اولاد آدم علیہ السلام کو ہوگی اور آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو تعلیم دی۔

(۳) بعض دوسرے کہتے ہیں تمام زبانیں جو کہ آج دنیا میں رائج ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دی گئیں اور آدم علیہ السلام کی اولاد نے اپنی اپنی زبان کو آدم علیہ السلام سے یاد کیا ہے اور جب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو ہر ایک نے اس زبان کو اختیار کیا جسے وہ پسند کرتا تھا اس زبان سے گفتگو کرنے لگا اور زمانے کے گزرنے سے باقی زبانوں کو بھلا دیا۔

(۴) ایک دوسرا گروہ کہتا ہے: تعلیم اسماء سے چیزوں کی حقیقتیں اُن کی خصوصیات اور کیفیات، صنعت گری، معدنیات کا نکالنا، زمین کی آبادکاری، کھانوں کا بنانا، دواؤں کا تیار کرنا اور پھر دین و دنیا کی تمام تعمیر و ترقی، زندگی کی ضروریات کا فراہم کرنا مراد ہے۔

(۵) ایک اور گروہ کہتا ہے: کیونکہ ملائکہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک خدا کی تسبیح و تہلیل کرنے والا ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جو فساد پھیلانے والا اور نافرمانی کرنے والا ہو اور اپنے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد فساد پھیلانے والے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں، پس خدا نے اولادِ آدم علیہ السلام میں سے مؤمنین، عابدین کے اور بزرگ شخصیات کے نام آدم علیہ السلام کو تعلیم دیئے تھے۔ پھر انبیاء علیہم السلام اور اوصیاء کے انوارِ مقدسہ کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور ان کے ناموں کو پوچھا تو فرشتوں نے جواب میں اپنی بے خبری کا اقرار کیا تو اس وقت خدا نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا معلّم بنا دیا تا کہ دنیا کی چیزوں کے ناموں کی فرشتوں کو تعلیم دے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو تعلیم دی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اولادِ آدم علیہ السلام میں سے ایک ایسا گروہ موجود ہے جو فرشتوں سے بڑھ کر زمین کی خلافت و حکومت کا حق رکھتا ہے۔ اس طریقہ سے خدا نے فرشتوں پر دو طرح کی حجت تمام کر دی:

(۱) ایک تو یہ ہے کہ فرشتے سمجھ رہے تھے کہ سارے انسان مُفسد اور خون بہانے والے ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اُن کے سامنے پیغمبروں علیہم السلام کے نام اُن کے صفات و خصوصیات کو بیان کر دیا تو ملائکہ پر ثابت ہو گیا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گا جو مُفسد اور خون ریز نہیں ہو گا اور خدا کی خلافت و جانشینی کا اُن سے زیادہ حق رکھتا ہو گا۔

(۲) اور دوسری یہ ہے کہ کیونکہ فرشتے یہ فکر رکھتے ہیں کہ ہم خدا کے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور خدا کی خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور کہتے تھے کہ ہم سب خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں تو جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہو گئی اور فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سجدے کا حکم دیا تو اُن کو معلوم ہو گیا کہ جس طرح ہم فکر کر رہے ہیں اس طرح نہیں ہے بلکہ اُن کے درمیان ایک ایسا بھی ہو گا جو ظاہری طور پر سجدے کرنے والا ہو گا مگر باطنی طور پر کافر اور نافرمانِ خدا ہو گا۔ جس طرح کہ شیطان ہے جس کے متعلق فرشتے آگاہ نہیں تھے لیکن خدا جان رہا تھا اور اس پر یہ بات روشن ہو گئی کہ وہ زمین پر خدا کی خلافت و جانشینی کی لیاقت و صلاحیت نہیں رکھتا۔ (حیات القلوب، ج:۱، ص:۳۲/ بحار الانوار، ج:۱۱، ص:۱۱۷)

جنابِ حوا کی خلقت

جب ہم نے آدم علیہ السلام کی پیدائش و خلقت کو بیان کیا ہے تو پھر ضروری ہے کہ زوجۂ آدم علیہ السلام جنابِ حوا کی خلقت کو بھی بیان کریں جو کہ تمام آدمیوں کی جدّہ محترمہ ہیں کہ کیا اُن کی خلقت آدم

Presented by www.ziaraat.com

علیہ السلام سے پہلے ہوئی یا اُن کے بعد ہوئی ہے اور کس چیز سے خلق کی گئی ہیں اور اس کی پہلی خلقت کس طرح ہوئی ہے؟ تو اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جناب حوا کی خلقت حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے بعد ہوئی ہے لیکن اس کی خلقت کس چیز سے اور کہاں پر ہوئی ہے قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً﴾ (سورۂ نساء:۱)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک انسان سے خلق کیا ہے اور اس کی زوجہ کو اس کی جنس سے خلق کیا ہے اور پھر اُن دونوں سے مردوں اور عورتوں کو (زمین کے مختلف خطوں کی طرف) منتشر کر دیا"۔

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے:

﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (سورۂ زمر:۶)

"خداوند متعال انسان کی پہلی خلقت کے متعلق فرماتا ہے کہ تمام انسان کو نفس واحد سے خلق کیا ہے (اور وہ جدّ اوّل جناب آدم علیہ السلام ہیں) اور اس کے بعد فرماتا ہے ہم نے اس کی زوجہ کو اس سے ہی خلق کیا ہے"۔

بہرصورت قرآن کی آیات بیان کرتی ہیں کہ:

"آدم علیہ السلام کی زوجہ آدم علیہ السلام ہی سے خلق ہوئی ہے۔ اس موضوع کے متعلق دو قول نقل ہوئے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ زوجۂ آدم علیہ السلام کو خود آدم علیہ السلام ہی سے خلق کیا گیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ حوا (آدمیوں کی ماں) کو حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو کی پسلی سے خلق کیا گیا ہے (جب کہ آدم علیہ السلام نیند کے عالم میں تھے) اور جہاں سے حوا خلق ہوئی ہیں وہاں پر دوبارہ گوشت اُگ آیا (اور وہ حصہ مکمل ہو گیا)"۔ (بحار الانوار، ج:۱۱، ص:۱۱۶)

اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ:

"خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی اور پانی سے خلق کیا ہے اور اولاد آدم علیہ السلام کی

Presented by www.ziaraat.com

اصلیت تعمیر و تحصیل کے حوالے سے مٹی اور پانی ہے اور حوا کو (زوجۂ آدم علیہ السلام) آدم علیہ السلام سے خلق کیا ہے۔ لہٰذا عورتوں کی اصلیت درحقیقت مردوں سے ہے پس ان کی حفاظت کرو اور اپنے گھروں میں ہی ان کو سنبھال کر رکھو"۔ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۱۱۶)

﴿عورتوں کو گھروں میں سنبھال کر رکھنے کا مطلب ان کو قید کرنا نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ باہر کے کام مرد کریں اور گھر کے کام عورتیں کریں۔﴾

نیز آنحضرتؐ سے نقل ہوا ہے کہ:

مَرْئَة (عورت) کو مَرئۃ کا نام دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مرئۃ کو مرءُ (مرد) سے بنایا گیا ہے۔ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۱۰۹) اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا حوا کو حوا کا نام دیا گیا ہے کیونکہ حَیٌّ سے خلق ہوئی ہے (یعنی حوا حَیٌّ سے خلق ہوئی کا مطلب حوا زندہ سے خلق ہوئی ہے)۔ جس طرح کہ خدا فرماتا ہے: ﴿وَ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا﴾ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۹۹)۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: "عورت ٹیڑھی ہڈی (پسلی) سے خلق ہوئی ہے اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کی خاطر مدارت کرو گے تو اس سے منفعت حاصل کرو گے"۔ (بحارالانوار، ج:۹، ص:۳۰۶)۔

یزید بن سلام نے حضرت رسول خداؐ سے سوال کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں مجھے بتلائیں کہ کیا آدم علیہ السلام حوا سے خلق ہوا ہے یا حوا آدم علیہ السلام سے خلق ہوئی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "حوا آدم علیہ السلام سے خلق ہوئی ہے اور اگر آدم علیہ السلام حوا سے خلق ہوتا تو طلاق عورتوں کے ہاتھ میں ہوتی" عرض کیا: تو کیا آدم علیہ السلام کے بعض اعضاء سے خلق ہوئی ہے یا مکمل طور پر اعضاء و جوارح سے خلق ہوئی ہے؟ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: "آدم علیہ السلام کے بعض حصہ اعضاء سے خلق ہوئی ہے کیونکہ اگر مکمل آدم علیہ السلام سے خلق ہوتی تو عورتوں کا قصاص بھی مردوں کے قصاص کی طرح ہوتا، اگر عورت مرد کو قتل کر دیتی تو عورت کو قصاص کے طور پر قتل کیا جاتا لیکن اگر مرد عورت کو قتل کر دیتا ہے تو مرد کو عورت کے قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا بلکہ عورت اپنی طرف سے خون مرد کی آدھی دیت کو ادا کر کے اس کا قصاص لے سکتی ہے"۔ عرض کیا: حوا ظاہر آدم علیہ السلام سے خلق ہوئی ہے یا باطن آدم علیہ السلام سے؟

Presented by www.ziaraat.com

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام کے باطن سے۔ کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کے ظاہر سے خلق ہوتی تو عورتیں بھی مردوں کی طرح پردہ وحجاب کے بغیر ہوتیں (البتہ بدن کے ظاہر کا چھپانا ہی حجاب کہلاتا ہے)''۔ عرض کیا: آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے خلق ہوئی ہے یا بائیں پہلو سے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اس کے بائیں پہلو سے۔ اگر دائیں پہلو سے خلق ہوتی تو عورتیں بھی مردوں کی طرح میراث لیتیں اور اُن کا حصہ بھی مردوں کے حصہ کے برابر ہوتا (تو چونکہ بائیں پہلو سے خلق ہوئی ہے) لہٰذا عورتیں ایک حصہ اور مرد دو حصے لیتے ہیں (اور عورتوں کی گواہی بھی مردوں کی گواہی کے برابر ہوتی) مگر دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے''۔ عرض کیا: آدم علیہ السلام کے کس حصہ سے خلق ہوئی ہے؟ فرمایا: ''آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو کی بچی ہوئی مٹی سے خلق ہوئی ہے''۔ عرض کیا: اے محمدؐ! آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ (حیات القلوب، ج:۱، ص:۲۷)

یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ یہ روایت نظریہ تورات کے مطابق ہے اور اہل سنت والجماعت کے علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے اور شاید اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ معتبر روایات اس روایت کو رد کر رہی ہیں۔

عمرو ابن ابی المقدار سے نقل ہوا ہے:

''وہ کہتا ہے میرے باپ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: ''خداوند متعال نے حوا کو کس چیز سے خلق کیا ہے؟ فرمایا: ''لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' عرض کیا: ''لوگ کہتے ہیں خدا نے حوا کو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو کی پسلی سے خلق کیا ہے''۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: ''جھوٹ بولتے ہیں کیا خدا اس بات سے عاجز تھا کہ پسلی کے علاوہ سے خلق کرتا؟'' عرض کیا: ''یا بن رسول اللہؐ! تو پھر حوا کس چیز سے خلق ہوئی ہے؟'' فرمایا: ''میرے باپ نے اپنے آباؤ سے خبر دی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: خداوند کریم نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس کو پانی کے ساتھ مخلوط کیا اور آدم علیہ السلام کو اس سے خلق کیا اور کچھ مٹی کی مقدار بچ گئی حوا کو اس بچی ہوئی مٹی سے خلق کیا ہے''۔ (بحار الانوار، ج:۱، ص:۱۱۶)

ایک دوسری حدیث جو زرارۃ سے نقل ہوئی ہے:

Presented by www.ziaraat.com

"وہ کہتا ہے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ خلقت حوا کس طرح ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارے پاس کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کی آخری پسلی سے حوا کو خلق کیا ہے" آنحضرت نے فرمایا: خداوند متعال اُن کے عقیدہ سے منزہ اور بلند و بالا ہے۔ جو اس طرح کا عقیدہ رکھتا ہے تو گویا اس کا عقیدہ یہ ہوا خدا آدم علیہ السلام کی زوجہ کو اس کی پسلی سے ہٹ کر خلق کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اور اس کا قائل ہو گیا ہے کہ جسد آدم علیہ السلام کے کچھ حصہ نے دوسرے حصہ سے جماع کیا ہے اور حوا اس کی پسلی سے خلق ہوئی ہے، کیا سبب ہوا ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں؟ خدا ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ کرے۔ اس کے بعد فرمایا خداوند متعال نے حوا کو آدم علیہ السلام سے الگ خلق کیا ہے"۔ (حیات القلوب، ج:۱، ص:۱۷)

پس صحیح قول یہ ہے کہ خدا نے آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے حوا کو خلق کیا ہے اور حوا کی خلقت آدم علیہ السلام کی خلقت کے بعد ہوئی ہے اور شاید روایات کے درمیان جمع کرنا اس طرح ممکن ہو۔ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو خلق کر لیا تو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو کی مٹی بچ گئی تو اس بچی ہوئی مٹی سے حوا کو خلق کیا ہے۔ یہ قول شاید تمام اقوال میں بہتر قول ہے کیونکہ یہ حصہ روایت کا یزید بن سلام کی روایت کے آخر میں بھی موجود ہے اور عمرو بن ابی المقدار کی روایت میں بھی موجود ہے۔

جناب آدم علیہ السلام کا حضرت حوا کے ساتھ شادی کرنا

حضرت آدم علیہ السلام کی تنہائی کو دُور کرنے کیلئے خدا نے حوا کو آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے خلق کیا اور دونوں نے شادی کی۔ اُن کی شادی کا طریقہ یہ قرار پایا کہ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو خلق کر لیا تو نیند کو آدم علیہ السلام پر غالب کر دیا اور حوا کو وجود بخشا اور اس کو آدم علیہ السلام کے دونوں پاؤں کے درمیان قرار دیا تا کہ عورتیں مردوں کے تابع رہیں۔ پس حوا حرکت میں آ گئیں، جناب حوا کی حرکت سے آدم علیہ السلام بیدار ہو گئے۔ آدم علیہ السلام کے بیدار ہونے کے بعد حوا کو ندا آئی کہ آدم علیہ السلام سے دُور ہو جاؤ۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہ حوا پر پڑی تو انتہائی خوبصورت زیبا دکھائی دی اور چہرہ و صورت کے اعتبار سے اپنی شباہت نظر آئی لیکن چونکہ عورت ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے بات کی، حوا نے بھی

Presented by www.ziaraat.com

اس کو جواب دیا، آدم ؑ نے اس سے کہا کون ہو؟ تو حوا نے جواب دیا: ایسی مخلوق ہوں جس کو خدا نے وجود عطا کیا ہے، جس طرح کہ تم دیکھ رہے ہو، تو آدم ؑ نے خدا سے مناجات کی اور کہا اے خداوندا! یہ خوبصورت مخلوق کون ہے کہ جس کی طرف دیکھنے نے مجھے تنہائی سے باہر کر دیا ہے اور مجھے اُس سے اُلفت ومحبت ہوگئی ہے۔

خدا نے فرمایا: ”یہ میری کنیز حوا ہے۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ تیرے ساتھ رہے اور تیری مونس وغم خوار بن جائے اور تیرے ساتھ بات کرے اور اس کو جو حکم کرو وہ تیرے حکم کی اطاعت کرے“۔ آدم ؑ نے جواب میں کہا: ”اے پروردگار! جب تک زندہ رہوں گا اس سبب سے تیرا شکر اور حمد کرتا رہوں گا“ خطاب ہوا: اے آدم ؑ اس کو شادی کی دعوت دو اور اپنی طرف کو بلاؤ، یہ میری کنیز ہے اور تیری شہوت دُور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی وقت آدم ؑ کے جسم میں عورتوں کے ساتھ مقاربت کی شہوت کو ودیعت کر دیا۔

جناب حوا کا حق مہر

حضرت آدم ؑ نے عرض کیا:

”پروردگار! میں تجھ سے اس کی خواستگاری کرتا ہوں لیکن اس عظیم نعمت کے بدل میں مجھ سے کس چیز پر راضی ہوگا؟“ فرمایا: میری رضایت اس میں ہے کہ تو دینی احکامات اس کو تعلیم دے (لہٰذا اگر کوئی کسی عورت سے عقد کرے اور اس کا حق مہر احکام دینی کا اس کو یاد کرانا ہو تو کوئی حرج نہیں رکھتا عقد صحیح ہو جائے گا) تو آدم ؑ نے کہا: ”پروردگار! مجھے قبول ہے اگر تو راضی ہے تو میں اس کو احکام دین کی تعلیم دُوں گا“ خداوند متعال نے فرمایا: ”میں راضی ہوں اور اسکے بدل میں (تعلیم احکام دین) اس کو میں نے تیرے ساتھ تزویج کر دیا ہے (یعنی اس کا عقد نکاح تیرے ساتھ پڑھ دیا ہے) اس کو دعوت دے اور اپنے پاس بُلا لے۔ آدم ؑ نے حوا سے کہا: ”میرے پاس آؤ!“ حوا نے جواب دیا: ”آپ میری طرف آئیں!“ خداوند کریم نے آدم ؑ سے خطاب کیا کہ: ”اُٹھو اور اُس کے پاس جاؤ“ آدم ؑ اٹھے اور اس کے پاس چلے گئے اگر اس کے علاوہ کچھ ہوتا (یعنی حوا آدم ؑ کے پاس

Presented by www.ziaraat.com

جائیں) تو پھر خواستگاری عورتوں کی طرف سے مردوں کیلئے ہوتی اور مردوں کی عورتیں خواستگاری کرتیں۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ:

"جب آدم علیہ السلام پر نیند کا غلبہ ہوا اور آدم علیہ السلام نیند کے عالم میں چلے گئے تو خداوند کریم نے خواب کے عالم میں حوا کی صورت آدم علیہ السلام کو دکھلائی۔ جب آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو خدا نے خطاب کیا: "اے آدم علیہ السلام! یہ کون ہے جو تیرے سامنے بیٹھا ہے؟" کہا: "وہی جو جس کی صورت نیند میں مجھے دکھلائی ہے اور مجھے اس سے اُلفت و محبت ہوگئی ہے"۔ (حیات القلوب، ج:۱، ص:۲۸/ بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۲۲۱)

نتیجہ: اس واقعہ سے چند نتائج سامنے آتے ہیں:۔

(۱) حضرت حوا کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ہوئی تھی۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوا کی خدا سے خواستگاری کی تھی۔

(۳) حضرت حوا کا حق مہر احکام دین کی تعلیم دینا تھا (لہٰذا ہمارے فقہاء کرام نے فتویٰ دیا ہے۔ اگر کوئی عقد نکاح سے پہلے عورت سے طے کرلے کہ حق مہر کے عوض میں اس کو احکام دین سورۂ حمد یا کوئی دوسرا سورہ تعلیم دُوں گا اور وہ اُسے قبول کرے تو عقد نکاح باطل نہیں ہوگا بلکہ عقد نکاح صحیح ہوگا اور تعلیم دین حق مہر کا بدل بن جائے گی)۔

(۴) حضرت حوا کے جائز ہونے کیلئے عقد نکاح حضرت آدم علیہ السلام اور خداوند متعال کے وسیلہ سے پڑھا گیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی بلند پروازی

(جرأت وہمت کی بلندی) جس بات کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا اور آدم علیہ السلام دنیا میں حیران اور پریشان رہے ہیں یہ تھی کہ آدم علیہ السلام نے بلند پروازی کی ہے اور اپنے آپ کو تمام مخلوقات سے بلند و بالا تصور کرنے لگے۔ اس کے متعلق امام ہشتم علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام

Presented by www.ziaraat.com

سے روایت نقل ہوئی ہے:

"اباصلت ہروی آنحضرت ﷺ کے محضر مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا ابن رسولؐ اللہ! وہ کون سا شجرہ ممنوعہ تھا کہ خدا نے آدم علیہ السلام کو جس کے پاس جانے سے منع کیا تھا لیکن آدم علیہ السلام وحوا نے اس شجرہ ممنوعہ سے کچھ کھالیا۔ اس شجرہ ممنوعہ کے بارے میں لوگوں کے اندر اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں گندم شجرہ ممنوعہ تھی اور ایک گروہ کا نظریہ ہے انگور سے رُوکے گئے تھے اور تیسرا گروہ اس عقیدہ کا ہے کہ وہ شجرہ ممنوعہ حسد تھا اسی وجہ سے جنت سے نکالے گئے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ سارے اقوال صحیح ہیں" عرض کیا: "یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سارے اقوال صحیح ہوں؟"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اے اباصلیت! جنت کا درخت سارے پھل دیتا ہے، جنت کے درخت دنیا کے درختوں کی طرح نہیں ہوتے کہ ایک درخت ایک ہی پھل دے، جنت میں انگور کا درخت، گندم، سیب، ناشپاتی، کیلا، انار وغیرہ کے تمام پھل رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اصل واقعہ اس طرح ہے جب خدا نے آدم علیہ السلام کو خلق کیا اور اس کی قدر و منزلت کو بیان کیا تو تمام فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو خدا نے جنت میں اس کو جگہ عطا کی (اور حوا کی شادی حضرت آدم علیہ السلام سے کردی) اور جنت کے تمام پھل آدم علیہ السلام کیلئے مباح قرار دیئے، پس آدم علیہ السلام نے بلند پروازی کی اور اس طرح فکر و خیال کرنے لگے کیا خدا نے مجھ سے بڑھ کر کسی کو کوئی فضیلت بخشی ہے؟ خداوند متعال کے دست قدرت سے خلق ہوا ہوں اور اپنی رُوح میرے اندر پھونکی ہے اور فرشتوں کا مسجود قرار پایا ہوں۔ خداوند متعال اس کے قصد و ارادہ سے باخبر ہو گیا اور آدم علیہ السلام کو خطاب کیا: "اے آدم علیہ السلام! اپنے سر کو اُوپر کی طرف بلند کرو اور پایۂ عرش کی طرف دیکھو" آدم علیہ السلام نے نگاہ کو بلند کیا اور دیکھا کہ اُس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ زَوْجَتُهُ فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔﴾

"کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، علی علیہ السلام امیر المؤمنین ہیں اور ان کی

Presented by www.ziaraat.com

زوجہ فاطمہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام اہل جنت جوانوں کے سردار ہیں"۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

"پروردگار! یہ کون ہیں؟ خطاب ہوا: آدم علیہ السلام یہ ہیں تو تیری نسل سے مگر تجھ سے افضل ہیں بلکہ تمام موجودات عالم سے افضل تر ہیں اگر ان کو خلعت وجود عطا نہ کرنا ہوتا تو تجھے خلق نہ کرتا، جنت و جہنم نہ بناتا، آسمان و زمین کو پیدا نہ کرتا ۔ اے آدم علیہ السلام ان کی طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا ورنہ جنت سے نکالے جاؤ گے اور اپنے جوار قرب سے تجھے دُور کردوں گا لیکن آدم علیہ السلام نے اُن پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور ان کے بلندی مقام و منزلت کی آرزو کی۔ یہاں تک کہ شیطان کے جال میں پھنس گئے اور اس نے آدم علیہ السلام کو شجرہ ممنوعہ سے کھانے پر اُبھارا اور حوا نے بھی بلندی منزلت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی آرزو کی اور وہ بھی شیطان کے جال میں پھنس گئیں۔ پس خدا نے دونوں کو جنت سے نکال دیا اور زمین پر بھیج دیا"۔ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۱۶۴)

شیطان جنت میں کس طرح داخل ہوا

جب شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور اپنے خدا کے حکم کی مخالفت کی اور خدا کے مقابلے میں تکبر اور جسارت دکھائی تو اس کو جنت سے نکال دیا گیا اور پھر دوبارہ جنت میں داخل ہوا۔ اس میں کوئی بحث و تمحیص نہیں ہے، بحث اس میں ہے کہ جب شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا تو دوبارہ کس طرح اور کس حیلہ و وسیلہ اور منصوبہ سے جنت میں داخل ہوا ہے اور آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا اور اس بات کا سبب بن گیا کہ آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا گیا۔

محدثین اور بزرگ علماء کے درمیان اس کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں اور ہر ایک نے الگ الگ راستہ اختیار کیا ہے۔ ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ شیطان کا جنت میں داخل ہونا ممنوع تھا لیکن جنت کے دروازہ کے پاس جانا منع نہ تھا، آدم علیہ السلام اٹھتے اور جنت کے دروازہ کے پاس آتے اور شیطان بھی جنت کے دروازے کے پاس آتا اور آدم علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ و گفتگو کرتا۔

اور ایک دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام و حوا جنت میں ایک دوسرے کے

Presented by www.ziaraat.com

ساتھ بات کرتے تو شیطان زمین پر اس بات کو سنتا اور سمجھتا تھا اور جواب دیتا تھا (میرے نزدیک یہ قول کمزور ہے)۔ (تحسین بشر ص: ۱۴۷)

تیسرا قول یہ ہے کہ شیطان جنت میں داخل ہوا اور جنت میں آدم علیہ السلام وحوا کو دھوکہ دیا اور جنت سے نکال دیا۔ ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ:

"جب شیطان کو جنت سے نکال دیا گیا تو اس نے مضبوط ارادہ کیا کہ جس طرح بھی ہو جس حیلہ ووسیلہ ومنصوبہ سے بھی ہو سکا اپنے آپ کو جنت میں داخل کرے گا اور آدم علیہ السلام سے انتقام اور بدلہ لے گا۔ شیطان نے خیال کیا کہ جو راستہ عام معمول کے مطابق جنت میں جانے کا ہے اس راستے سے جنت میں جائے مگر محافظین دروازہ جنت نے اس کو جنت میں جانے سے روک دیا اور جنت میں داخل نہیں ہونے دیا۔ حیوانات میں سے ہر ایک حیوان کے پاس گیا کہ مجھے جنت میں داخل کرو، کسی نے قبول نہیں کیا۔ پھر جنت کی دیوار کے پاس گیا اور انتہائی حیران وپریشان تھا کہ کیا کرے تو اچانک اس کی نگاہ سانپ پر پڑی (اس زمانے میں سانپ زیباترین اور خوبصورت ترین حیوانات جنت میں سے تھا، دوسرے حیوانوں کی طرح چار ہاتھ اور پاؤں رکھتا تھا اور دیگر حیوانوں کی طرح راستہ چلتا تھا) اس کے سامنے گیا اور کہا: مجھے جنت میں داخل کر، وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے اسم اعظم یاد کراؤں گا (اور ایک قول کے مطابق سانپ کے ساتھ وعدہ کیا کہ اولاد آدم علیہ السلام کو تیرے بارے میں روک دوں گا اور تجھے آزار واذیت پہنچانے سے منع کر کے رکھوں گا)۔ سانپ نے کہا: ملائکہ نگہبان جنت ہیں، وہ اجازت نہیں دیتے کہ تجھے جنت میں لے جاؤں۔ شیطان نے کہا: مجھے اپنے منہ میں رکھ لو اور منہ کو بند کر دو تاکہ محافظان جنت دیکھ نہ سکیں۔ اس طریقہ سے مجھے جنت میں لے جاؤ۔ سانپ نے بھی اس عمل کو انجام دیا (اسی وجہ سے اس کے دانتوں میں زہر پیدا ہو گیا ہے کیونکہ شیطان کی جگہ ہے) جب سانپ نے اس طریقہ سے شیطان کو جنت میں داخل کر دیا تو کہا اب اپنے وعدہ کو پورا کرو اور اسم اعظم مجھے یاد کراؤ۔ شیطان نے جواب میں کہا: اگر اسم اعظم کو جانتا ہوتا تو تیرا محتاج کیوں ہوتا کہ مجھے جنت میں لے جاؤ میں خود اسم اعظم کی تلاوت کرتا اور جنت میں داخل ہو جاتا (اس خیانت کی وجہ سے جو سانپ

Presented by www.ziaraat.com

نے انجام دی ہے خداوند متعال نے اسکو سزا دی ہے اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کردیا اور راستہ چلنا اس کے شکم کے ذریعے معین کیا)"۔

(شرح نہج البلاغہ خوئی، ج:۲، ص:۶۳)

بعض علماء قائل ہیں کہ جنت میں جانے کیلئے شیطان کی طاؤس نے راہنمائی کی ہے۔ وہ علماء کہتے ہیں کہ شیطان جنت میں داخل ہونا چاہتا تھا ملائکہ نے اس کو مارا، جس دروازے سے بھی جنت میں داخل ہونا چاہتا تھا رضوان بہشت اس کو منع کردیتے تھے۔ اس حال میں دیکھتا ہے کہ طاؤس جنت سے باہر آرہا ہے۔ اس کے سامنے گیا اور تقاضا کیا کہ اس کو جنت میں داخل کرے تو اس نے کہا: اس طرح سامنے سامنے تو بہت مشکل ہے اور چھپا کر بھی نہیں لے جاسکتا کیونکہ ایسی کوئی جگہ نہیں ہے کہ تجھے چھپا لوں لیکن تیری راہنمائی کرتا ہوں کہ ایک جانور ایسا بھی ہے جو تجھے جنت میں لے جاسکتا ہے اور وہ سانپ ہے۔ اس کو تیرے پاس بھیجتا ہوں اور اس کو تیری سفارش کروں گا اور تو بھی اس سے تقاضا کرنا کہ تجھے جنت میں داخل کرے (اس واقعہ میں اُم الفساد طاؤس ہے)۔

(کتاب ابلیس، ص:۳۸)

گر نبودی راہبر ابلیس را طاؤوس و مار کی توانستی کہ آدم را برون کردی ز خلد

طاؤس اور سانپ ابلیس کے رہبر نہ ہوتے کون آدم کو جنت سے نکال سکتا ہے

آدم علیہ السلام اور حوا جنت میں

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کا عقد نکاح ہوگیا اور ایک دوسرے سے انس و محبت ہوگئی تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ جنت میں سکونت پذیر ہو جاؤ اور جہاں بھی چاہو چلے جاؤ اور چکر لگاؤ، سیر و تفریح کرو اور جس درخت سے چاہتے ہو اس کا پھل کھالو کیونکہ یہ سب پھل تمہارے لئے مفید و حلال ہیں۔ تمام نعمتیں اور پھل تمہارے لئے حلال و مباح ہیں، صرف ایک درخت کا پھل حرام ہے اس کے نزدیک نہ ہونا اور اس کا پھل نہ کھانا ورنہ ظالمین میں سے ہو جاؤ گے اور اپنے اُوپر ظلم کرو گے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت آدم ﷺ وحوا دونوں جنت میں داخل ہو گئے اور جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں سے استفادہ کرنے لگے اور ممنوعہ درخت کے نزدیک بھی نہیں جاتے تھے لیکن شیطان جو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے درگاہ خدا سے راندہ گیا تھا تو اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جہاں تک ہو سکے گا آدم ﷺ اور اس کی اولاد سے انتقام لوں گا اور ان کو فریب ودھوکہ دینے میں ہر طریقہ کار سے کام لوں گا اور دوسری طرف سے یہ بھی جانتا تھا کہ ممنوعہ درخت سے پھل کھانے کی وجہ سے آدم ﷺ وحوا جنت سے نکالے جائیں گے تو ان کو وسوسہ میں ڈالنے کی کوشش کرنے لگا اور اس مقصد تک پہنچنے کیلئے ہر حیلۂ منصوبہ سے کام لیا اور مختلف اقسام کے حیلوں اور دھوکوں کو اُن کے راہ کو روکنے کے لئے استعمال کیا اور اس ہدف تک پہنچنے کیلئے اس راستے کو بہترین راستہ قرار دیا کہ وہ ذاتی عشق ومحبت جو انسان کو تکامل وترقی (زندگانی جاوید) کے ساتھ ہے۔اس سے استفادہ کرتے ہوئے آدم ﷺ وحوا سے حکمِ خدا کی مخالفت کیلئے حیلہ وبہانہ تیار کرے گا۔

پہلے آدم ﷺ کی طرف توجہ کی اور کہا: خدا نے آپ کو اس درخت سے نہی نہیں کی ہے بلکہ منع اس لئے کیا ہے کہ اگر تم نے اس درخت سے کھالیا تو یا تو فرشتہ بن جاؤ گے یا پھر ہمیشہ کیلئے زندگانی جاوید پاؤ گے۔(طٰہٰ:۱۱۹،اعراف:۲۰) اگر اس درخت سے تناول کرو گے تو غیب کا علم پیدا کرلو گے اور تمام چیزوں کو سمجھ جاؤ گے اور دیکھنے لگو گے اور تمام کاموں کی انجام دہی پر قدرت حاصل کرلو گے اور اگر اس درخت سے تناول نہیں کرو گے تو تمھیں جنت سے نکال دیں گے تو اس طرح اُن کی نگاہ میں حکم خدا تبدیل ہو گیا اور اس طرح تصور کرنے لگے کہ اس درخت سے کھانے کی وجہ سے یا تو ہماری زندگی طولانی وجاویدانی ہو جائے گی یا فرشتوں کے برابر درجہ ومقام مل جائے گا۔

صد ہزاران سال ابلیس لعین	بود ابدال امیر المؤمنین
لاکھوں سال شیطان کمینہ	امیر المؤمنین کے درجہ پر فائز رہا

پنجہ زد با آدم از نازی کہ داشت گشت رسوا ہم چون سرگین وقت چاشت

آدمؑ کو فریب دیا اپنے نازنخرے کی وجہ سے تو چاشت کے وقت گوبر کی طرح رُسوا وذلیل ہو گیا

Presented by www.ziaraat.com

آدم علیہ السلام یہ بات سُن کر فکر کی گہرائی میں چلے گئے اور شیطان نے اپنے پنجہ وسوسہ کو آدم علیہ السلام و حوا پر اور زیادہ محکم و مضبوط کرنے کیلئے بہت سخت قسم کی قسمیں کھائیں اور کہا کہ: "میں آپ کا خیر خواہ ہوں" (سورۂ اعراف:۲۱) لیکن اس کے باوجود آدم علیہ السلام اس کے سامنے نہیں جھکے اور اس کے فریب میں نہیں آئے اور آدم علیہ السلام نے اپنا رُخ اس سانپ کی طرف کیا جس کے منہ میں شیطان بیٹھ کر بات کر رہا تھا اور کہا کہ یہ تمام باتیں شیطان کی فریب اور دھوکہ ہیں، کس طرح خدا ہم سے خیانت کر سکتا ہے؟ تو کس طرح اس کی عظمت و بلندی کا اقرار کر رہا ہے اور اس کے نام کی قسمیں کھا رہا ہے اور اس کی طرف خیانت کو نسبت دے رہا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ خداوند متعال ہمارے لئے خیر و نیکی کی خواہش نہ رکھتا ہو جبکہ اس کی ذات کریم ہے۔ میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں جس کے انجام دینے سے خدا نے نہی کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا اور اس سے تناول نہ کرنا لہٰذا آدم علیہ السلام شیطان کے دھوکہ میں نہ آئے اور اس کے سامنے نہ جھکے۔

حضرت حوا شیطان کے فریب میں آ گئیں

جب شیطان حضرت آدم علیہ السلام کو فریب دینے میں عاجز اور مایوس ہو گیا اور سمجھ گیا آدم علیہ السلام اپنے خدا کی مخالفت نہیں کریں گا حوا کے پاس آیا اور سانپ کے منہ سے بات کرنے لگا اور اس طرح بات کر رہا تھا گویا سانپ حوا سے گفتگو کر رہا ہے۔ شیطان نے کہا: اے حوا! کیا جانتی ہو جس درخت کے پھل کو خدا نے تمہارے اُوپر حرام کیا تھا وہ حلال ہو گیا ہے اور اس سے کھانا اب ممنوع نہیں رہا ہے کیونکہ خدا نے سمجھ لیا ہے کہ تم نے اس کی بہت اچھی اطاعت کی ہے اور درخت کے حلال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ملائکہ جو اس درخت پر مؤکل ہوئے تھے اور حیوانات کو اس کے قریب جانے سے منع کرتے تھے اب اگر آپ اُس کے نزدیک جائیں تو آپ کو نہیں روکیں گے اور اب آپ سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ پس پھر سمجھ لو کہ درخت سے کھانا حلال ہو چکا ہے۔ اے حوا! اس مطلب کو بھی سمجھ لو اگر تو نے آدم علیہ السلام سے پہلے کھا لیا تو آدم علیہ السلام پر مسلط ہو جاؤ گی اور جب اس کو امر و نہی کرو گی تو مجبوراً وہ تمہاری اطاعت کرے گا۔ حوا نے کہا: ابھی اس کا امتحان لیتی ہوں اور اس کے جھوٹ سچ کو معلوم کرتی ہوں۔ پس

Presented by www.ziaraat.com

درخت کی طرف جانے کیلئے چل پڑیں اور درخت کے نزدیک گئیں تو درخت پر موکل ملائکہ نے ان کو درخت سے دُور رکھنا چاہا۔ خدا نے ملائکہ پر وحی کی کہ درخت کے قریب آنے سے اس کو روکو جو عقل نہیں رکھتی، مگر جس کو میں نے حکم کے بجالانے اور ترک کرنے کا اختیار دیا ہے اور اُس کی عقل کو کامل کیا ہے اس کو آزاد چھوڑ دو۔ اگر اس نے میری اطاعت کی تو مستحق ثواب قرار پائے گی اور اگر اس نے میری مخالفت کی تو مستحق عذاب ہوگی۔

ملائکہ نے بھی حوا کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا، حوا نے خیال کیا کہ سانپ نے سچ کہا ہے اور خداوند متعال نے اُس کے لئے درخت کو حلال کردیا ہے، چنانچہ حوا نے اس درخت سے کھالیا اور اپنے اندر کسی قسم کا تغیر و تبدل محسوس نہ کیا، حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئیں اور کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ جو درخت ہمارے اُوپر حرام تھا حلال ہوگیا ہے کیونکہ میں نے اس درخت سے کھالیا ہے اور فرشتوں نے بھی مجھے منع نہیں کیا اور میرے اندر کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی۔ حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے ابھی زندگی میں کافی تجربہ حاصل نہیں کیا تھا اور شیطان کے جھوٹ، فریب، چالوں کو نہیں دیکھا تھا اور نہیں جانتے تھے کہ کوئی اس طرح کی جھوٹی قسمیں بھی کھاسکتا ہے۔ آخرکار زوجہ آدم علیہ السلام نے اس درخت سے کھالیا اور فرشتوں نے بھی نہ روکا اور اس کے بدن کے اندر کوئی تبدیلی بھی واقع نہ ہوئی تو شیطان کے جال میں پھنس گئیں اور اس درخت سے کھالیا تو صرف یہ نہ ہوا کہ زندگانی جاوید اور آب حیات اس کے دل میں نہ آیا بلکہ نافرمانی خدا کے گرداب میں گر گئیں اور شیطان کی بوسیدہ رسی کے ذریعے بدبختی کے کنواں میں چلی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام چونکہ شیطان کی پچھلی دشمنی کو جانتے تھے اور دیکھ چکے تھے کہ شیطان نے ان کو اور ان کی اولاد کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے اور خدا کی طرف سے اپنے اور اپنی زوجہ کے بارے میں وسیع رحمت و حکمت کو جانتے تھے لہٰذا شیطان کے تمام وسوسوں کو پانی میں بہادینے پر قدرت رکھتے تھے اور اس ملعون کے سامنے نہ جھکنے کی ہمت بھی اپنے اندر پاتے تھے لیکن اس کے باوجود فریب میں آئے اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو کر رہا اور موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ بہرصورت حضرت آدم علیہ السلام نے حقیقت

Presented by www.ziaraat.com

میں شیطان سے دھوکہ نہیں کھایا کیونکہ آدم علیہ السلام شیطان کے وسوسوں اور فریب دہی سے بہت بلند وبالا ہیں۔ آنجناب علیہ السلام اپنی زوجہ کی باتوں میں آگئے جو کہ ان کی جنس سے تھیں اور دھوکہ کھا گئے۔ (بحارالانوار، ج۱۱، ص:۱۹۱)

جنت کا لباس دونوں سے اُتروالیا گیا

جب خداوند متعال نے آدم علیہ السلام وحوا کو جنت میں سکونت کی اجازت دی تو ملائکہ سے خطاب کیا کہ: "اُن کو نور کے تخت پر بٹھا کر ان کے اردگرد جمع ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پس ملائکہ نے اسی طرح آدم علیہ السلام وحوا کو جنت میں داخل کر دیا اور ان کے نوری تخت کو جنت الفردوس کے درمیان میں زمین پر رکھا"۔ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۱۹۲) اور زیبا ترین لباس جنت ان کی عظمت و احترام کے لئے ان کے مبارک بدنوں کو پہنایا اور جب تک جنت میں سکونت پذیر رہے ہیں انہیں لباسوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپائے رکھا اور جب شیطان نے ان کو وسوسہ میں ڈالا اور ممنوعہ درخت سے پھل کو تناول کر لیا تو بلا فاصلہ ان کے بدنوں سے لباس جنت نیچے گر گیا اور ان کے بدن عریان اور آشکار ہو گئے اور ہر ایک نے اُن میں سے ایک دوسرے سے بھی اور فرشتوں سے بھی شرمساری اور شرمندگی محسوس کی اور شرمندہ ہوئے اور جب اپنے آپ کو برہنہ اور عریاں دیکھا تو اپنے بدن چھپانے کیلئے جنت کے درختوں کے پتوں سے مدد لی اور ان کے ذریعے اپنی عریان اور ننگی شرمگاہوں کو ڈھانپ لیا (شاید وہ پتے انجیر کے تھے کیونکہ تمام درختوں کے پتوں سے انجیر کے پتے بڑے اور چوڑے ہوتے ہیں)۔

چنانچہ شیطان سے فریب کھانا اور جنت میں عریاں ہونا اس قدر ننگ و عار بن گیا کہ خداوند متعال نے اولاد آدم علیہ السلام کی عبرت و نصیحت کیلئے اور اپنے پُرانے دشمن شیطان سے دھوکہ نہ کھانے کیلئے آدم علیہ السلام وحوا کے واقعہ کی یاد آوری کی ہے تا کہ اولاد آدم علیہ السلام متوجہ رہیں کہ اپنے ماں باپ کی طرح فریب اور دھوکہ نہ کھائیں، لہٰذا اولاد آدم علیہ السلام کو خطاب کرتا ہے اور فرماتا ہے: "اے اولاد آدم علیہ السلام آگاہ رہنا کہیں شیطان تمہیں اس طرح دھوکہ نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو اس نے دھوکہ دیا ہے اور جنت سے نکال دیا ہے" اور (افتخار و کرامت کے) لباس جنت کو ان کے بدن سے جدا

Presented by www.ziaraat.com

کر دیا ہے۔(سورۂ اعراف:۲۳)۔خداوند کریم تمام افرادِ بشر اور اولادِ آدمؑ کو خبردار کر رہا ہے کہ شیطان کی فریب کاری سے آگاہ رہیں کیونکہ شیطان ان کے باپ آدمؑ کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کر چکا ہے اور جنت کے لباس کو وسوسوں کے نتیجے میں ان کے بدنوں سے اُتروا چکا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے لباسِ تقویٰ کو نہ اُتروا لے۔

جب ان کے بدنوں سے لباسِ جنت اُتر گیا اور عریاں ہو گئے تو خداوند متعال نے اُن سے خطاب کیا اور فرمایا:

''کیا میں نے تم کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا، کیا میں نے تم کو نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا سخت اور کھلم کھلا دشمن ہے کیوں میرے حکم کو بھلا دیا ہے اور بدبختی کے گہرے گڑھے میں گر گئے ہو''۔(سورۂ اعراف:۲۲)

جب آدمؑ و حوا ابلیس کے شیطانی منصوبے سے آگاہ ہو گئے اور اپنی مخالفتِ حکمِ خدا کے نتیجے کو دیکھ لیا تو اپنی غلطی کی تلافی میں فکرمند ہوئے اور بارگاہِ خدا میں اپنے نفسوں پر ظلم و ستم کرنے کے اعتراف کو غلطی کی تلافی کا پہلا قدم قرار دیا اور انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ با کمال ادب و احترام سے اپنے خالق کی بارگاہ میں اس طرح اعتراف کیا اور کہا: ''اے پروردگار! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم و ستم کیا، اگر تو نے ہم کو معاف نہ کیا اور اپنی رحمت کو ہمارے شاملِ حال نہ فرمایا تو ہم ظلم کرنے والوں سے ہو جائیں گے''۔(سورۂ اعراف:۲۳)

جد تو آدم بهشتش جاری بود	قُدسیان کردند بهر اُو سجود
تمہارے جدِ امجد آدمؑ جس کا مقام جنت تھا	فرشتوں نے اُس کو سجدہ کیا
یک گناه ناکرده گفتندش تمام	مُذنبی مُذنِبْ برو بیرون خرام
کوئی گناہ نہیں کیا اور سب نے اس کو کہا	اے گناہگار! اپنے گناہ کے ساتھ جنت سے نکل جاؤ
تو طمع داری که با چندین گناه	داخل جنت شوی اے رُوسیاه
تو لالچ رکھتا ہے کہ کئی گناہوں کے ساتھ	جنت میں داخل ہو جائے اے منہ کالے

Presented by www.ziaraat.com

سب کے سب جنت سے نکل جاؤ!

درحقیقت آدم ؑ وحوا کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ ترک اولیٰ نے ان کو عظیم مقام و فضیلت سے نیچے گرایا ہے۔اگرچہ اُنہوں نے اس ترک اولیٰ سے معافی مانگی ہے اور اُنہوں نے اپنی غلطی کا اقرار واعتراف بھی کیا ہے اور کہا: اگر تو نے ہمیں معافی نہ دی تو ہم ظالمین میں سے ہو جائیں گے۔(سورۂ اعراف:۲۳تا۲۵) اور اگرچہ ان کی توبہ کی خداوند متعال کی بارگاہ میں قبولیت ہوئی ہے اور ان کی توبہ بارگاہ خدا میں قبول ہوئی ہے مگر ان کے عمل کے اثر وضعی نے ان کے دامن کو پکڑ لیا اور جنت سے نکلنے کا حکم صادر ہوگیا، یعنی اس کے بعد اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے ہو۔اس کے بعد خدا نے آدم ؑ وحوا، سانپ اور طاؤس جو کہ محافظین جنت تھے اور شیطان کے دھوکہ میں آگئے سب سے خطاب کیا اور فرمایا: تم سب اپنے اصلی مقام سے نیچے آگئے ہو جبکہ تم میں سے بعض بعض دوسروں کے ساتھ دشمنی کرنے والے ہو۔(سورۂ اعراف:۲۳،تا۲۵)۔آدم ؑ اور اس کی اولاد کے دشمن شیطان اور سانپ ہیں چنانچہ شیطان اور اس کی اولاد اور سانپ آدم ؑ اور اس کی اولاد کے قیامت تک دشمن رہیں گے اور دشمنی ان کی ہمیشہ کیلئے رہے گی، کسی وقت بھی ان کے درمیان صلح نہیں ہوگی۔اس کے بعد خدا نے فرمایا: ایک معین مدت تک زمین تمہاری قرارگاہ رہے گی اور تم اس سے مستفید رہو گے، جنت میں رہنے کے بجائے زمین پر سکونت اختیار کرو۔اور یہ بھی فرمایا: زمین پر زندگی کرو گے اور اسی زمین پر چلو پھرو گے اور اُسی زمین سے قیامت کے دن حساب و کتاب کیلئے اُٹھائے جاؤ گے۔(سورۂ اعراف:۲۳،تا۲۵)

اس واقعہ سے جو نتائج برآمد ہوئے

آدم ؑ کی اولاد کو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس دنیا کے شور وشرابہ سے بھری زندگی کے میدان میں جھوٹے دعویداروں کے سامنے سر کو نہ جھکائیں جن کی گزری ہوئی زندگی شیطنت سے بھری ہوئی ہے، جس طرح کہ ان کے مالک شیطان کی زندگی فریب، دھوکہ، وسوسہ سے پُر ہے اور وہ

Presented by www.ziaraat.com

کوشش کرتے ہیں کہ اپنے دائمی وسوسوں کے ذریعے ان (اولادِ آدم علیہ السلام) کے عقل وخرد پر پردے ڈال دیں (لہٰذا ایسے افراد کے جال میں نہ آئیں جن کی زندگی کا مقصد ہی ایک دوسرے کو فریب دھوکہ دینا ہے) کیونکہ اس کے نتیجے میں ان کے جسموں سے لباسِ تقویٰ اُتر جائے گا اور اُن کے تمام عیب اور گناہ آشکار ہو جائیں گے اور دوسرا ایک اور نتیجہ بھی ہے کہ قُرب پروردگار کے عظیم مقام سے دُور اور انسانیت کے عالی مرتبہ سے نیچے گر جائیں گے اور پھر جنت سے نکالے جانے پر آرام وسکون اور امن سے محروم ہو کر زندگی کی مشکل وادیوں اور مادّی حیات کے رنج وغم میں گر جائیں گے اور تیسرا ایک اور نتیجہ بھی ہے اگر انسان نے کبھی دھوکہ کھالیا اور بھٹک گیا تو پھر بھی قوتِ عقل کے ذریعہ اس کی تلافی کی فکر کرسکتا ہے اور اپنے خدا کی طرف پلٹ سکتا ہے۔ اور اہمیت وحوصلہ کے ساتھ اپنے گناہ کا اقرار و اعتراف کرے اور ایسا اعتراف گناہ کرے جو زندگی میں مرکزِ محبوبیت وعطوفت قرار پائے۔ اس صورت حال میں خدا کی نظرِ رحمت دوبارہ اُس کی طرف پلٹ آئے گی اور اس کو ہمیشہ کی بدبختی سے آزاد کردے گی، اگرچہ اپنے گناہ کی وجہ سے کم وبیش تلخ اثرات کو برداشت کرنا پڑے گا لیکن یہ صورتحال اس کیلئے درسِ عبرت ونصیحت بن جائے گی جس کی وجہ سے اپنی آئندہ کی کامیاب زندگی کی بنیادوں کو محکم ومضبوط استوار کرسکتا ہے تاکہ اس نقصان کے بجائے آئندہ کی اس زندگی سے عظیم نفع اور اعلیٰ سرمایہ حاصل کرسکے۔

---

[1] ابلیس کی حیلیوں اور شیطانیوں کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام وحوا کا جنت سے نکلنا ان کی اولاد کیلئے ایک مزید خطرناک نتیجہ اور پہلو کو اُجاگر کرتا ہے وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی خدا اور ابوالبشر ہونے کے باوجود شیطان کے وہ مکر وفریب کا شکار ہو گئے جبکہ ہم اولادِ آدم علیہ السلام عام لوگ اور وہ بھی گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہونے کی وجہ سے شیطان کی پُرفریب چالوں سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جس شیطان نے ہمارے جدِ امجد کو جنت کے اندر سے باہر نکلوا دیا وہ ہمیں باہر سے جنت کے اندر کیسے جانے دے گا، جبکہ ہم قسم قسم کے سامریوں کے خود غرضانہ مفادات کے لاتعداد بچھڑوں کی پوجا پاٹ میں مصروف ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانس کو صرف تین کیٹگریوں میں تقسیم کررکھا ہے: (۱) مسلمان (۲) منافق اور (۳) کافر۔ چوتھی کیٹگری قرآن سے ثابت نہیں۔ یہ مومن، متقی وغیرہ تو مسلمان ہونے کے بعد کی باتیں ہیں۔ مرنے کے بعد ہمارا حساب کتاب خدائی معیاروں کے مطابق ہوگا نہ کہ ہمارے اپنے طے شدہ معیاروں کے مطابق دنیا میں شیعہ سنی سیاسی تقسیم ہے الہامی اور قرآنی تقسیم نہیں ہے۔ دیکھئے کتاب "تشویشِ آخرت"۔ (مترجم)

Presented by www.ziaraat.com

آدم علیہ السلام کی جنت

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت اوران کی مٹی کوکہاں گوندھا گیا اور کہاں پر اُن کے جسم میں رُوح ڈالی گئی اور کہاں پر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو تعلیم دی؟ اس کے بارے میں مختلف نظریات موجود ہیں:۔

(۱) بعض کہتے ہیں آدم علیہ السلام کی جنت نعمتوں سے بھرا ہوا روح افزا زمین کے بہترین آب وہوا والے خطوں میں سے ایک خطہ تھا اوران کی دلیل اہلبیت اطہار علیہم السلام سے نقل شدہ روایات ہیں جن میں یہ بات نقل ہوئی ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے آدم علیہ السلام کی جنت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا جس پر سورج چاند کی روشنی پڑتی تھی اوراگر آسمانی وجاویدانی جنت ہوتی تو پھر کبھی بھی اس جنت سے آدم علیہ السلام کونکالا نہ جاتا۔(منہاج البراعۃ، ج:۱۱،ص:۸۹/ بحارالانوار،ج:۱۱،ص:۱۴۳)

(۲) آدم علیہ السلام کی جنت آسمانی کرات میں سے ایک کرہ پر واقع تھی اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کرۂ ساتویں آسمان پر تھا۔(تفسیر نمونہ،ج:۱،ص:۱۳۵/تخمین بشر،ص:۱۴۱)

(۳) ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ آسمان پر تھی یا زمین پر اوراس کے علم کواس کے اہل کے حوالے کرتے ہیں۔(تخمین بشر،ص:۱۴۱)

(۴) آدم علیہ السلام کی اعمال کے بدلے میں اجر وثواب کے طور پر وہی جاوید جنت ہے جس کا وعدہ خدا نے مؤمنین سے کیا ہے۔اس قول کو اکثر علماء نے اختیار کیا ہے۔(تخمین بشر،ص:۱۴۱)

لیکن ظاہر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی جنت عالم قیامت کی جنت کے علاوہ ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کی جنت وقتی تھی اوراس کے سفر تکامل کے آغاز کی جنت تھی اور قیامت کی جاوید جنت ہے وہ آدم علیہ السلام کے سفر کے اختتام کی جنت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی حاجات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

"جب آدم علیہ السلام کو پتہ چلا کہ شیطان فریب اور دھوکہ دینے کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہے اور جب وہ نکلنے لگا تو اس نے خداوند کریم سے اپنی انجام دی ہوئی عبادات کے بدلے حاجات طلب کی ہیں جن کو خداوند کریم نے پورا کر دیا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! تو نے شیطان کو میرے اور میری اولاد کے اُوپر مسلط کیا ہے اور میری اور میری اولاد کے اغوا کے باوجود اس کی خواہشات تو نے پوری کی ہیں پس میرے اور میری اولاد پر بھی نظر کرم فرما تا کہ شیطان کے مکر و فریب سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔ خطاب کیا اور فرمایا: (شیطان نے بھی مانگا ہے) تم بھی اپنی حاجات کو طلب کرو۔ تیری حاجات کو بھی پورا کیا جائے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا میں اپنی اور اپنی اولاد کی خیر و خوبی اور بہتری چاہتا ہوں، اب تیری ذات بہتر جانتی ہے جس چیز کو ہمارے لئے بہتر سمجھتی ہے وہ ہمیں عطا کر دے۔ خدا کی طرف سے خطاب ہوا: اے آدم علیہ السلام تیرے اور تیری اولاد کیلئے چند چیزیں دنیا کی زندگی کیلئے اختیار کی ہیں جو شیطان کی حاجات کے مقابلے میں ہوں گی:۔

(۱) جب بھی تو اور تیری اولاد گناہ کرنے کا ارادہ کرے گی اور گناہ نہیں کرے گی تو وہ تمہارے لئے گناہ شمار نہ ہوگا۔

(۲) جب بھی گناہ کا ارادہ کیا اور پھر اس کو انجام بھی دیا تو سات گھنٹے کی تمہیں مہلت دُوں گا، اگر تم نے توبہ و استغفار کر لیا تو اس کو لکھا نہ جائے گا اور اگر سات گھنٹے گزرنے پر بھی توبہ نہ کی تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

(۳) اگر تم نے عبادت و بندگی اور نیک کاموں کا ارادہ کیا اور ان کو انجام نہ دیا تو پھر بھی ایک ثواب تمہارے لئے لکھا جائے گا۔

(۴) اگر تم نے عبادت اور کار خیر کا ارادہ کر لیا اور اس کار خیر کو انجام بھی دے لیا تو پھر دس نیکیاں اور اجر و ثواب تمہارے لئے لکھا جائے گا۔

جس طرح کہ قرآن فرماتا ہے:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا

Presented by www.ziaraat.com

مِثْلَهَا﴾ (سورۂ انعام:۱۵۹)

''جو نیکی کا کام کرے تو اس کو دس برابر جزاء دی جائے گی اور جو برائی کا کام کرے گا تو اس کو صرف اس برائی کی سزا دی جائے گی''۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: ''پروردگار تیرا فضل وکرم تیری سخاوت بہت زیادہ ہے۔ اپنے فضل وکرم کو میرے اور میری اولاد کے اُوپر زیادہ سے زیادہ فرما اور اپنے لطف وکرم کا مرکز بنا دے۔

(۵) خطاب ہوا: اے آدم علیہ السلام! اگر تیری اولاد نے گناہ اور نافرمانی کی اور بعد میں پشیمان ہو گئے اور انہوں نے استغفار کرلیا تو اُن کے گناہوں کو بخش دُوں گا۔

(۶) جب بھی قیامت تک تیری اولاد وجود میں آئے گی (اور وہ دیندار اور خدا شناس ہوں گے) ایک یا دو فرشتوں کو (اولاد شیطان کے مقابلے میں) اس پر معین کروں گا تا کہ وہ شیطان اور اس کی اولاد کے شر وفتنہ سے محفوظ کریں۔

(۷) عرض کیا: پروردگار! اپنے لطف وکرم کو ہم پر مزید اضافہ فرما۔ خطاب ہوا: اے آدم علیہ السلام! جب تک ان کے بدن میں رُوح رہے گی اور ابھی گلے تک نہ پہنچی ہوگی (مرنے کے وقت کی بات ہے) اگر طلب استغفار کیا اور اپنے گناہوں سے پلٹ آئے تو ان کی توبہ کو قبول کرلوں گا۔

(۸) عرض کیا: پروردگار! اپنے لطف وکرم کو ہم پر اور زیادہ فرما۔ خطاب ہوا: اے آدم علیہ السلام! (اگر گناہ باقی رہ گئے یا توبہ کرنا بھول گئے) قیامت کے دن ان کے گناہوں کو بخش دُوں گا اور مجھے کسی سے کوئی خطرہ وخوف نہیں ہے (کیونکہ میں خود حکمران ہوں اور پوری قدرت میرے ہاتھوں میں ہے اور کسی کو کوئی عمل دخل نہیں ہے)۔

قرآن مجید اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ (سورۂ زمر:۵۳)

''(اے پیامبرؐ) میرے اُن بندوں کہ جنہوں نے اپنے اُوپر اسراف وظلم کیا ہے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

پروردگار کی رحمت سے نا امید نہ ہوں کیونکہ خدا تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے (کیونکہ وہی بخشنے والا مہربان ہے)"۔

جب خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کو خطاب کیا اور فرمایا کہ: اپنے تمام بندوں کے گناہوں کو قیامت کے دن بخش دوں گا تو حضرت آدم علیہ السلام خوشحال ہو گئے اور عرض کیا: پروردگارا! یہ (گناہوں کی معافی) ہمارے لئے کافی ہے اور اب میں راضی ہو گیا ہوں۔ (بحارالانوار، ج:۶۳، ص:۲۷۴)

حضرت آدم علیہ السلام کی خوش بختی

حضرت آدم علیہ السلام کی خوش بختی اور عاقبت باخیر اور شیطان کی بدبختی کیلئے قیامت تک چند چیزیں سبب بن گئیں۔ محمد دُوری نقل کرتا ہے کہ پانچ چیزیں شیطان کی بدبختی کا سبب بنی ہیں جبکہ وہی پانچ چیزیں آدم علیہ السلام کی خوش بختی اور عاقبت باخیر کا سبب بنی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) جب حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت سے کھالیا اور دستور خدا کی مخالفت کی اور بعد میں سمجھ گئے کہ خدا کے حکم کی مخالفت ہوئی ہے تو انہوں نے (آدم علیہ السلام وحوا) اقرار و اعتراف کیا ہے کہ ہم سے بھول ہوئی ہے اور ہم نے مخالفت کی ہے اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(سورۂ اعراف:۲۳)

"خداوندا! ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم و ستم کیا ہے، اگر (لطف و کرم سے) تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہمارے اُوپر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اُٹھانے والوں سے ہو جائیں گے"۔

لیکن شیطان علیہ اللعنۃ نے اقرار و اعتراف نہ کیا اور اپنے آپ کو مجرم قرار نہیں دیا لہٰذا بدبختی اس کا مقدر بن گئی۔

گفت آدمؑ ظَلَمْنَا نَفْسَنَا — او ز فضل حق نَبُدْ غافل چوما

آدمؑ نے کہا ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا — کیونکہ آدمؑ فضل حق سے غافل نہیں تھے

گفت شیطان که بِمَا اَغْوَيْتَنِیْ — کرد فصل خود نہاں دیودنیٔ

Presented by www.ziaraat.com

شیطان نے کہا تو نے مجھے اغوا کیا ہے　　تو اس ملعون نے اپنے فعل کو چھپا لیا

گفت أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ الْجَزَا　　کاشکی گفتی که تُبْ یا ربَّنا

شیطان نے کہا مجھے قیامت تک مہلت دے　　اے کاش! یہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہم کو بخش دے تو بہ قبول کر

گر بہ صورت آدمی انسان بُدی　　احمد و بوجہل ہم یک سال بُدی

اگر آدمی کی صورت میں انسان ہوتے　　تو احمد اور ابوجہل بھی ہم سال ہوتے

(۲) حضرت آدم علیہ السلام مخالفت کرنے پر پشیمان ہو گئے اور اپنے خدا کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ معافی مانگی اور کہا:

﴿رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّكَ مِنَ الْغَافِرِينَ۔﴾

"خداوندا! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

خدایا تیرے علاوہ کوئی بخشنے والا نہیں ہے لیکن شیطان اپنے آپ کو بے گناہ اور بے جرم سمجھتا تھا اور اپنے کئے پر پشیمان نہیں ہوا اور اپنے عظیم خالق سے معافی نہیں مانگی (لہٰذا قیامت تک بدبختی و لعنت کا حقدار بن گیا)۔

(۳) آدم علیہ السلام نے ترک اولیٰ جو اس نے کیا تھا کی وجہ سے اپنی سرزنش اور ملامت کی اور کہا خداوندا میں پشیمان و شرمندہ ہوں۔ مگر شیطان نے اپنی مخالفت پر جو اس نے انجام دی تھی اپنی سرزنش ملامت نہیں کی اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ کہنے لگا: ﴿خَلَقْتَنِي مِنَ النَّارِ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ (سورۂ اعراف:۱۱) "تو نے مجھے آگ سے خلق کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق کیا (تو چونکہ آگ سے مٹی کا مقام بالاتر ہے اس وجہ سے میں نے اس کو سجدہ نہیں کیا)"۔

(۴) جب آدم علیہ السلام نے اپنی قابل کو سیاہ دیکھا تو غور و فکر کرنے لگے کہ اس کی تلافی کروں اور پہلی حالت پر لے آؤں لہٰذا جلدی کے ساتھ توبہ کی اور انتہائی شکستہ دلی کے ساتھ بارگاہ خدا میں عرض کیا:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ، رَبِّ فَارْحَمْنِي إِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ، رَبِّ فَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔﴾

Presented by www.ziaraat.com

”خداوندا! مجھے بخش دے کیونکہ تو بہتر بخشنے والا ہے، خداوندا! مجھ پر رحم کر کیونکہ تو بہت رحم کرنے والا ہے، خداوندا! میری توبہ قبول کر کیونکہ تو ہی توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے“۔

(۵) آدم علیہ السلام جب کہ مخالفت خدا کا مرتکب ہوا تھا لیکن خدا کے کہنے کے مطابق کہ فرماتا ہے: خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ آدم علیہ السلام رحمت خدا سے مایوس اور نا اُمید نہ ہوا اور دو سو سال زمین پر رو کر گریہ کیا، یہاں تک کہ خدا نے اس کی توبہ کو قبول کر لیا لیکن شیطان نے ارتکاب گناہ کیا اور رحمت خدا سے مایوس ہوا اور یہ نا اُمیدی بہت بڑا گناہ تھا جس کا اس نے (شیطان) ارتکاب کیا ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

﴿لَا تَيْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ﴾

(سورۂ یوسف:۸۷)

”رحمت خدا سے نا اُمید نہ ہوں کیونکہ کوئی بھی خدا کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتا مگر کفر کرنے والے (نا اُمید ہوتے ہیں)“۔

یہ آدم علیہ السلام صفی اللہ کا عمل تھا کہ جس میں خدا نے اپنی رُوح ڈالی تھی اور اس کو اپنے لئے منتخب کیا اور اپنا خلیفہ زمین پر قرار دیا ہے مگر شیطان کا انجام دیا ہوا عمل کہ خدا کے مقابلے میں تکبر کیا اور کفر کیا کیونکہ اس کی طینت اور ذات خراب تھی، چنانچہ اس نے عظمت الٰہی کی بارگاہ میں معافی نہیں مانگی اور اپنے خدا کے سامنے کھڑا ہو گیا اور قسم کھائی کہ جب تک قدرت رہی گناہ اور مخالفت کرے گا اور جہاں تک ہو سکا ایمانداروں کو حتمی طور پر اغوا اور گمراہ کرے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی ذریّت (یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد و نسل)

جب حضرت آدم علیہ السلام نے ترک اولیٰ کیا اور خدا نے اس کو اعلیٰ مقام اور پُر نعمت منزلت سے باہر کر دیا، اس کی تمام اولاد کو اس کو دکھایا اور اُن سے اقرار و اعتراف لیا۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى

Presented by www.ziaraat.com

اَنۡفُسِهِمۡ، اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ قَالُوۡا بَلٰی شَهِدۡنَا اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ هٰذَا غَافِلِیۡنَ﴾ (سورۂ اعراف:۱۷۱)

''اے رسولؐ! اس وقت کو یاد کرو (اور مخلوق کو یاد کراؤ) جب تیرے پروردگار نے آدم علیہ السلام کی صلب و پشت سے اس کی اولاد کو ظاہر کیا اور اُن کو اپنی توحید کا گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو اُنہوں نے کہا: ہاں ہم تیری توحید و یگانگت کی گواہی دیتے ہیں (اور تمہاری گواہی کی وجہ یہ ہے) کہ قیامت کے دن نہ کہنا کہ ہم اس سے (یعنی واقعۂ قیامت اور معرفت توحید خدا) غافل تھے (اور نہیں جانتے تھے) اگر خدا کی وحدانیت پر بندوں کا اقرار اور ان کی گواہی نہ ہوتی تو بندے حق رکھتے تھے کہ قیامت کے دن اپنے شرک کے حق ہونے پر اور استحقاق عذاب کے خلاف دلیل پیش کریں''۔

اہل تحقیق کا ایک گروہ کہتا ہے دین کا درک کرنا اور خدا کی شناخت انسان کے اصلی اور ذاتی احساسات میں شامل ہے اور یہ حس و درک ہے کہ زندگی میں انسان کو خدا کی معرفت و شناخت کی راہنمائی کرتا ہے۔ قرآن نے بھی اس مطلب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور فرماتا ہے کہ: ''انسان ذاتی طور پر الٰہی اور خداشناسی کی پاک فطرت پر خلق کیا گیا ہے''۔ (سورۂ روم:۳۰) اور پیامبر اکرمؐ سے ایک حدیث میں نقل ہوا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ الٰہی پاک فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اُس کے ماں باپ ہیں جو اس کو یہودی، نصرانی، مجوسی بنا دیتے ہیں''۔ (سفینۃ البحار، ج:۲، ص:۳۷۳)

چنانچہ خدا کی وحدانیت پر اولادِ آدم علیہ السلام سے اقرار و اعتراف لینے کے بارے میں حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: ''جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر کیا اور اس کی توبہ کو قبول فرمایا، ایک دن ایک وادی (نعمان) میں جو کہ مکہ معظمہ کی سرزمین پر واقع ہے نیند کو اس پر (آدم) غالب کیا اور پشت کے پاس دائیں پہلو کو مس کیا تو چیونٹیوں کی صورت میں سفید اور روشن ذرّے اس سے خارج ہوئے جو حرکت کر رہے تھے۔ پس ایک فرشتہ کو فرمایا: آدم علیہ السلام کی پشت کے بائیں پہلو پر ہاتھ کو پھیرو تو اُس کے ہاتھ کو پھیرنے پر بہت چھوٹے چھوٹے ذرّے سیاہ اور تاریک چیونٹیوں کی صورت میں باہر

Presented by www.ziaraat.com

آئے تو اس طرح سے قیامت تک دنیا میں آنے والی آدم علیہ السلام کی تمام اولاد صلب آدم علیہ السلام سے باہر آئی اور اس وادی کی فضاء کو انہوں نے پُر کر دیا۔ جب آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو خدا نے آدم علیہ السلام سے خطاب کیا: ”اے آدم علیہ السلام یہ سب تمہاری اولاد ہیں“ تو کہا: ”پروردگار! ان میں سے کچھ سفید اور نورانی اور کچھ سیاہ اور تاریک ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟“ خداوند متعال نے فرمایا: ”ان میں سے جو سفید چہرے والے ہیں اُن کو میں جنت میں داخل کروں گا اور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور ان میں سے جو سیاہ چہرے والے ہیں ان کو جہنم کیلئے خلق کیا ہے اور میں کسی سے پرواہ کرنے والا نہیں ہوں“۔ (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی)

ذیل آیہ زیر بحث: جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کے اندر اختلاف ہے، کچھ ان میں سے لمبے قد والے اور کچھ ان میں سے چھوٹے قد والے ہیں، کچھ ان میں سے خوبصورت اور کچھ ان میں سے بدصورت ہیں اور کچھ ان میں سے خوش و خرم اور کچھ غمگین و پریشان ہیں۔ عرض کیا: ”خداوندا! ان سب کو ایک شکل و صورت پر خلق کیوں نہ کیا؟“ خطاب کیا: ”اے آدم علیہ السلام! میں صاحب حکمت ہوں، بیکار اور بے مقصد اور بے حکمت کام میں نہیں کرتا، بعض کو میں نے صاحب ثروت اور دولت خلق کیا ہے تا کہ محتاجوں کی دست گیری کریں اور بعض کو محتاج خلق کیا تا کہ صاحبان دولت کے کام آئیں اور دنیاوی کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور ہر ایک کا کام اور حرفت و صنعت گری آدم علیہ السلام کو بتلا دی گئی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

”خداوند متعال نے عالم ذر میں مخلوقات کے ارواح کو ایک جگہ پر جمع کیا اور ہر ایک کے پیشہ و کام، صنعت و حرفت اور کاریگری کو اُن کے سامنے پیش کر دیا، اُس دن جس نے جس کام کو قبول کیا ہے جب وہ دنیا میں آیا ہے اُسی کام کے پیچھے گیا ہے (یعنی وہی کام انجام دے رہا ہے)“۔ (اسرار الشہادۃ، صاحب وسائل)

اس وجہ سے عارف ربانی خواجہ عبداللہ انصاری عرض کرتا ہے:

Presented by www.ziaraat.com

"خداوندا! سب لوگ آخرت کے دن سے ڈرتے ہیں لیکن عبداللہ پہلے دن سے ڈرتا ہے کیونکہ میں نہیں جانتا ہوں کہ میں نے کس کام کو اختیار کیا ہے"۔

جب خداوند متعال نے مخلوقات سے عہد و پیمان لے لیا فرمایا: میں نے انسان کو نور و تاریکی سے خلق کیا ہے، نور کا تقاضا اطاعت ہے اور تاریکی کا تقاضا معصیت و نافرمانی ہے۔ اور اطاعت و بندگی کا نتیجہ یہ ہے کہ صاحب اطاعت کو جنت میں لے جاؤں اور معصیت و نافرمانی کا نتیجہ یہ ہے کہ صاحب معصیت کو عذاب دوں اور جہنم کی آگ میں ڈال دوں۔ (جامع النورین، ج: انسان، ص:۴)

اب اولاد آدم علیہ السلام میں سے جو بھی دنیا میں مؤمن ہو کر آئے گا اور مؤمن ہی رہ کر دنیا سے جائے گا اور جو بھی دنیا میں کافر ہو کر آئے گا اور کافر ہی دنیا سے جائے گا اور جو بھی دنیا میں مؤمن ہو کر آئے گا اور کافر ہو کر جائے گا یا پھر جو بھی کافر دنیا میں آئے گا اور مؤمن دنیا سے جائے گا اور جو بھی سقط ہو جائے گا (سقط یعنی ماں کے پیٹ سے ہی بغیر پیدا ہونے کے گر جائے گا) سب آدم کو بتلائے گئے ہیں اور ان کا تعارف آدم علیہ السلام کو کروایا گیا ہے۔ جب آدم علیہ السلام کی اولاد کے ذرّوں نے اس وادی کو پُر کر دیا تو خداوند کریم نے سب سے عہد و پیمان لیا اور ایک آواز کے ساتھ کہ جس کو سب نے سُنا ہے تو سب ذرّوں نے یک زبان ہو کر کہا: ہاں! تو ہمارا خدا (یکتا) ہے اور ہم تیرے بندے اور تیری مخلوق ہیں۔ دوسری مرتبہ ندا آئی کیا میرا حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا پیامبر نہیں ہے اور اس کو تمام مخلوقات پر افضل و اشرف نہیں بنایا؟ تو ان میں سے کچھ نے اقرار و اعتراف کیا اور کچھ ان میں سے خاموش ہو گئے۔ پھر تیسری مرتبہ ندا آئی کہ وہ جنہوں نے میرے خدا اور محمدؐ کے رسول ہونے پر ایمان لایا ہے کیا علی علیہ السلام وصی، خلیفہ، جانشین محمدؐ نہیں ہیں، کیا علی علیہ السلام تمہارا امیر، سردار اور صاحب اختیار نہیں ہے؟ تو بہت سارے ایسے تھے جنہوں نے خدا کی وحدانیت اور خاتم الانبیاء کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا انہوں نے جواب نہ دیا تو لہٰذا جنہوں نے اقرار نہ کیا اپنی پوری عمر آنحضرت (علی علیہ السلام) کی امامت کو قبول نہیں کریں گے اور جنہوں نے اقرار کر لیا تھا تو وہ دنیا میں آنے کے بعد پیامبر اکرم کا بلافصل خلیفہ و جانشین حضرت علی علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و امامت پر یقین

Presented by www.ziaraat.com

رکھتے ہیں۔ (تفسیر بُرھان، ج:۲، ص:۴۹)۔ پس خداوند متعال نے قلم کو حکم دیا تو اس نے ان کے اقرار و اعتراف کو جو انہوں نے خدا کی وحدانیت اور پیغمبر اکرمؐ کی نبوت اور علی علیہ السلام کی امامت کا کیا تھا اس کو کتاب نامہ میں پانی سے بھی باریک اور لطیف تر لکھ دیا اور حجر الاسود جو کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا، کے حوالے کر دیا۔ اس نے بھی بطور امانت اس کو نگل لیا اور قیامت تک اس کی حفاظت کرے گا۔ حجر تمام لوگوں کو ان کے ناموں اور نشانیوں کے ساتھ پہچانتا ہے اور قیامت کے دن ان کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دے گا۔ کتاب "شاہدان صادق"[1] جو کہ انسان پر چوتھی کتاب ہے میں مفصلاً اس بارے میں بحث کی گئی ہے۔

---

1. اس کتاب کا ترجمہ کرنا پروگرام میں شامل ہے۔ (مترجم)

خداوند کریم نے جن ذرّوں کو صلب آدم علیہ السلام سے نکالا تھا دوبارہ صلب آدم علیہ السلام کی طرف پلٹا دیا تاکہ اپنے اپنے زمانے میں دنیا میں آئیں۔ اب جتنے بھی اولاد آدم علیہ السلام میں سے دنیا میں آئے ہیں یا وہ جنہوں نے بعد میں دنیا میں آنا ہے اور دنیا سے چلے جائیں گے اپنی اپنی قبروں میں موجود رہیں گے، یہاں تک کہ عالم ذر میں جو صلب آدم علیہ السلام سے باہر آئے تھے اُن میں سے ہر ایک دنیا میں باہر آجائے۔ جب اُن میں سے آخری دنیا میں آئے گا قیامت برپا ہو جائے گی اور سب صحرائے قیامت میں اپنے نامہ اعمال کی پڑتال کے لئے جمع ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جناب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

حضرت امام صادق علیہ السلام نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پروردگار سے درخواست کی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات چاہتا ہوں۔ خدا نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو قبول کر لیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی تو کہا: اے آدم علیہ السلام آپ وہ ہیں جس کو خدا نے اپنے دست قدرت سے خلق

Presented by www.ziaraat.com

کیا اور اپنی برگزیدہ رُوح کو آپ کے اندر ڈالا ہے اور فرشتوں کو آپ کے سجدہ کیلئے حکم کیا ہے اور جنت کو آپ کیلئے مباح کر دیا اور آپ اُس جنت میں رہے ہیں اور بغیر واسطہ کے آپ سے خدا نے بات کی ہے۔ پس آپ کو خدا نے ایک درخت سے منع کیا اور آپ نے صبر نہ کیا جس کی وجہ سے زمین پر چلے گئے اور اپنے آپ کو نہ روک سکے، یہاں تک کہ شیطان نے آپ کو وسوسہ میں ڈال دیا اور آپ نے اس کی پیروی کی اور ہم کو مخالفت حکم خدا کی وجہ سے جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے بیٹے! جو کچھ تمہارے باپ سے ہوا ہے اس کی تلافی اور مداوئی کرو، اے بیٹے! میرا دشمن (ابلیس) فریب و حیلہ کے راستے سے میرے پاس آیا اور خدا کی قسم کھائی اور کہا: میں آپ کو نصیحت کرنے والا ہوں، آپ سے خیانت نہیں کروں گا اور نصیحت و خیر خواہی کیلئے کہا اے آدم علیہ السلام میں تیرے حق میں بہت زیادہ غمگین و پریشان ہوں تو میں نے کہا: کیوں؟ کہا: کیوں کہ مجھے تیرے ساتھ محبت ہوگئی ہے میں تمہیں اس جگہ سے دوسری جگہ میں منتقل کرتا ہوں کیونکہ تم اس جگہ میں بہت بے آرام و بے سکون ہو تو میں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ تو اس نے کہا: یہ تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے، کیا یہ چاہتے ہو کہ تم کو ایک ایسے درخت کی نشاندہی کروں کہ جس درخت سے جس نے بھی جتنا کھا لیا وہ کبھی مرے گا نہیں اور ایک ایسا ملک اُس کے ہاتھ میں آ جائے گا جو کبھی فنا و برباد ہونے والا نہ ہوگا۔ پس آپ اور آپ کی زوجہ اس درخت سے کچھ کھائیں تا کہ ہمیشہ کیلئے جنت میں رہیں اور اپنی باتوں پر جھوٹی قسمیں کھائیں تو میں نے فکر کیا کہ میرا خیر خواہ ہے۔ مجھے گمان بھی نہیں ہوا کہ خدا کی بھی کوئی جھوٹی قسمیں کھا سکتا ہے، اس اعتبار سے اس پر میں نے اعتماد کیا پس یہ میرا عذر و سبب ہے۔ بعد میں فرمایا: اے میرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام! جو کچھ تیرے اُوپر خدا نے نازل کیا ہے اس میں کیا لکھا ہے کہ میرے خلق ہونے سے پہلے میری خطا لکھی ہوئی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہاں! آپ کی خطا آپ کے خلق ہونے سے پہلے لکھی ہوئی تھی تو کہا: (آدم علیہ السلام نے) اے بیٹے! اپنی کتاب میں میری خطاء کو کتنے سال میری خلقت سے پہلے لکھا ہوا پایا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تیس ۳۰ سال! حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: پس میری خطاء یہی ہے اس کے علاوہ میری کوئی خطاء نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے تین مرتبہ فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام دلیل و

Presented by www.ziaraat.com

برھان لانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی جواب نہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے"۔(حیات القلوب، ج:۱، ص:۴۶)

حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کا آنا

خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کو وحی کے ذریعے دین کے تمام دستورات اور احکام تعلیم دیئے ہیں۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اور کہا: اے آدم علیہ السلام! میں نے تمام نیکیوں کو چار کلموں میں جمع کر دیا ہے: ایک کو اپنی ذات کے ساتھ اور دوسری کو تیری ذات کے ساتھ اور تیسری کو اپنے اور تیرے ساتھ اور چوتھی کو تیرے اور دیگر لوگوں کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے مگر وہ چیز جو میری ذات کے ساتھ ہے وہ تیری عبادت ہے کہ جس کو صرف میرے لئے انجام دو گے اور شرک کی آمیزش سے پاک رکھو گے اور میری ہی ذات تیری مقصود عبادت ہو۔

مگر وہ چیز جو تیری ذات کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ تیرے اعمال کی جزاء دوں گا مگر اس صورت میں جب شدید احتیاج پیدا کرو گے، اور وہ چیز جو میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا کرے گا اور اپنی حاجات کو مجھ سے طلب کرے گا اور میں تیری دُعاؤں کو قبول کروں گا اور تیری حاجات کو پورا کروں گا اور چوتھی چیز جو تیرے اور دیگر لوگوں کے درمیان مشترک ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اپنے لئے اختیار کرو گے اور جس کو پسند کرو گے دوسروں کے لئے بھی اُسی چیز کو اختیار اور پسند کرو گے (اور جس چیز کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرو گے دُوسروں کیلئے بھی پسند نہیں کرو گے)۔(بحار الانوار، ج:۱۱، ص:۲۵۷)

حضرت آدم علیہ السلام پر وحی ہونے والی چیزیں

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے آنحضرت فرماتے ہیں:

"ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور کہا: اے آدم علیہ السلام!

Presented by www.ziaraat.com

خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان تین چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرو اور دو چیزوں کو چھوڑ دو!" فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام! وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟ میرے سامنے اُن کو بیان کرو تا کہ ان میں سے ایک کو منتخب کروں" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: "اے آدم علیہ السلام وہ تین چیزیں عقل، حیاء، دین ہیں۔ ان میں سے جس کو چاہتے ہو اس کو منتخب کرو" فرمایا: "میں نے عقل کو اختیار کیا ہے" تو جبرئیل علیہ السلام نے حیاء اور دین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "عقل کو چھوڑ دو اور تم پلٹ جاؤ!" تو حیاء اور دین نے کہا ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جہاں پر عقل ہوگی ہم دونوں بھی اس کے ساتھ ہوں گے اور اس سے جدا نہیں ہوں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اُن کو کہا: "پس تم عقل کے ساتھ رہو اور خود آسمان کی طرف پرواز کر گئے"۔ (الخصال شیخ صدوقؒ، ج:۱، ص::۱۰۲)

حضرت آدم علیہ السلام کی کتاب

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے اور زمین پر آ گئے تو ان پر ایک کتاب نازل ہوئی (یہ پہلی کتاب ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی)۔ مرحوم سید ابن طاؤسؒ کتاب "سعد السعود" میں فرماتے ہیں کہ: "حضرت ادریس علیہ السلام پیغمبر علیہ السلام کے صحف میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ عبارت موجود ہے کہ جب ماہ رمضان کی ستائیسویں کی شب کے دو تہائی گزر گئے تو خداوند کریم نے سریانی زبان میں اکیس اوراق کی کتاب حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ اُس کتاب میں قسم قسم کی زبانیں تھیں جن سے ہزار ہزار زبانیں بن گئیں اور کوئی کسی دوسری زبان کو نہیں جان سکتا ہاں تعلیم کے ذریعے اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبان کو سیکھ سکتا ہے۔ اور وہ چیزیں جو اس کتاب میں لکھی ہوئی تھیں وہ دین اسلام کی حدود و قیود، احکام وواجبات، خدا شناسی کے طریقے اور توحید کے اسباق تھے۔ (بحارالانوار، ج:۱۱، ص:۲۵۷)

ایک دوسری روایت میں ہے ابن عباس نے پیامبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"مرسلین خدا میں سے پہلا مرسل حضرت آدم علیہ السلام ہے اور آخری مرسل محمدؐ ابن عبداللہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پھر حضرت نے ان کی تعداد بیان کی اور اولوالعزم نبیوں کو شمار کیا اور آسمانی کتابوں کو بیان کیا، یہاں تک کہ آنحضرتؑ نے فرمایا: کہ آسمانی کتابوں کی تعداد ایک سو چار ہے۔ آدم علیہ السلام پر پچاس صحیفے، ادریس علیہ السلام پر تیس، ابراہیم علیہ السلام پر بیس، موسیٰ علیہ السلام پر توارت، داؤد علیہ السلام پر زبور، عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرقان کو نازل فرمایا (جو کہ آخری پیغمبرؐ ہے اور اس کی کتاب آخری کتاب ہے)"۔ (تحقیقی بشر، ص:۹۹)

حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کی مدت میں اپنے بیٹوں کو مختلف وصیتیں کی ہیں، جن کو بیٹوں کی زندگی اور دین داری کیلئے ہدایت وراہنمائی کے طور پر بہتر شمار کیا ہے۔ اُن میں سے کچھ اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کو ارشاد فرمائی ہیں۔ چنانچہ آنحضرتؑ فرماتے ہیں: "اے بیٹے! تمہیں پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور تم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرنی ہے تا کہ وہ ان پر عمل کر کے اپنی زندگی میں کامیاب ہو سکیں:۔

(۱) فرمایا اے شیث علیہ السلام! اپنی اولاد سے کہہ دو کہ دنیا پر اعتماد نہ کرنا اور دنیا کے ساتھ دل نہ لگانا کیونکہ میں نے ہمیشہ رہنے والی جنت پر اعتماد کیا لیکن خداوند متعال نے اس کو ہمارے لئے پسند نہیں فرمایا اور اُس میں ہمارے رہنے پر (میرے اور میری زوجہ) راضی نہیں ہوا اور ہم کو اُس سے نکال دیا۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے شیث علیہ السلام اپنے بیٹوں سے کہہ دو! اپنی عورتوں کے مطیع و فرمانبردار بن کر نہ رہیں اور ان کی خواہش دل کے مطابق عمل نہ کریں کیونکہ میں نے اپنی زوجہ کے خواہش دل کے مطابق عمل کیا اور ممنوعہ شجر سے کھالیا تو دائمی ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور میرے پشیمان ہونے نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

(۳) اے شیث علیہ السلام اپنے بیٹوں سے کہہ دو! جس کام کو کرنے کا ارادہ کرو تو کام کرنے سے پہلے اس کے نتیجہ پر فکر ضرور کرو کیونکہ اگر میں نے اپنے کام کے نتیجہ پر غور کیا ہوتا تو جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے وہ نہ ہوا ہوتا اور میری عاقبت بُری نہ ہوتی۔

Presented by www.ziaraat.com

(۴) اور کہا اے شیث علیہ السلام! اپنے بیٹوں سے کہہ دو! جب کسی کام کا ارادہ کرو اور دل میں اضطراب و پریشانی ہو تو اس عمل کو انجام نہ دیں اور اس سے پرہیز کریں کیونکہ جب میں نے ارادہ کیا کہ ممنوعہ درخت سے کھاؤں تو میرے دل میں اضطراب تھا لیکن میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور اپنے ارادہ سے پلٹا نہیں ہوں، لہٰذا اس کے بعد پشیمان ہوا ہوں اور خوشحالی کی حالت دُور ہوگئی، غمگینی و پریشانی میرے اُوپر طاری ہوگئی۔

(۵) اے شیث علیہ السلام اپنے بیٹوں سے کہہ دو! کہ کاموں کے کرنے میں ایک دوسرے سے مشورہ کریں اور خودسری سے کام انجام نہ دیں کیونکہ اگر میں فرشتوں کے ساتھ ممنوعہ درخت سے کھانے کے بارے میں مشورہ کرتا تو معصیت میں نہ پڑتا اور جنت سے نہ نکالا جاتا اور دنیا میں پریشان نہ ہوتا۔ (مواعظ العددیہ، ص:۱۷۱/ بحارالانوار، ج:۷۸، ص:۴۵۲)۔

(۶) یہ وصیت جناب آدم علیہ السلام کی جریدتین کے بارے میں ہے (جریدتین: اُن دو سبز ٹہنیوں کو کہتے ہیں جن کو میت کے ساتھ رکھنے کا حکم ہے)۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکال دیئے گئے تو اُن پر وحشت طاری ہوگئی تو خداوند کریم سے درخواست گزاری کی کہ جنت کے درختوں میں سے ایک درخت کو بھیج دے تاکہ اس کا مونس و غمخوار ہو۔ خداوند متعال نے کھجور کا درخت بھیج دیا اور جب دنیا سے جانے لگے تو اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اس درخت کی ٹہنیوں سے دو ٹکڑے کاٹ کر میرے کفن میں رکھ دیں تاکہ اُن سے اُنس و محبت حاصل ہو۔ یہ آنحضرتؑ کا حکم اولادِ آدم علیہ السلام میں معمول بن گیا اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے اس کی پیروی کی ہے، مگر جاہلیت کے زمانے میں یہ متروک ہوگیا اور جب اسلام آیا تو دوبارہ اس حکم کو بحال کیا۔ اس لحاظ سے مستحب ہے کہ جریدتین کو میت کی بغلوں میں رکھا جائے جو کہ کھجور، بیری یا انار کی ہونی چاہئے۔

(نخستین بشر، ص:۲۱۱)

حضرت آدم علیہ السلام کا جانشین

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

Presented by www.ziaraat.com

"جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے قربانی کی اور ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل نے ہابیل پر حسد کیا اور بھائی کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور فرصت کے انتظار میں رہا کہ باپ کی غیر موجودگی میں ہابیل کو قتل کر ڈالے۔ ایک دن فرصت مل گئی (یعنی موقع ہاتھ میں آ گیا) اور ہابیل کو قتل کر دیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آنحضرت علیہ السلام بہت غمگین ہوئے اور خدا کی بارگاہ میں شکایت کی تو خداوند متعال نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی اور کہا: ہابیل کے بدلے میں تجھے ایک ایسا بیٹا دوں گا جو تیرا جانشین ہو گا۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام کو ایک پاک و پاکیزہ بیٹا عطا کیا۔ سات دن گزرنے کے بعد اس کا نام شیث رکھا۔ خدا نے وحی کی کہ اس تیرے بیٹے کو میں نے تجھے ھِبَۃ (بخشش کرنا) کیا ہے لہٰذا اس کا نام ھِبَۃُ اللّٰہ رکھو۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا نام ھِبَۃُ اللّٰہ رکھ دیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو خدا نے اس کی طرف وحی کی: اے آدم علیہ السلام تیری جان کو (رُوح) فلاں دن نکال لوں گا اور اپنی بارگاہ میں لے جاؤں گا۔ اپنے بیٹوں میں سے جو تیرا بہترین بیٹا ہے اس کو اپنا وصی و جانشین قرار دو! اور وہ تیرا بہترین بیٹا وہی ہے جسے ہابیل کے بعد تجھے ھِبَۃ کیا ہے اور جتنے اسماء کی تجھے تعلیم دی ہے وہ سب اسماء ھِبَۃُ کو بھی بتلا دو اور کہو کہ ان کو ایک تابوت میں رکھ کر اپنے پاس ان کی حفاظت کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ: اے میرے بیٹو! خداوند متعال نے میری طرف وحی کی ہے کہ اے آدم علیہ السلام میں تیری رُوح قبض کرنے والا ہوں اور مجھے حکم دیا کہ اپنے بیٹوں میں سے جو بہترین بیٹا ہے اس کو اپنا وصی، خلیفہ، جانشین قرار دوں اور وہ شیث علیہ السلام (ھِبَۃُ اللّٰہ) ہے۔ خداوند متعال نے اس کو میرے بعد تمہارے اُوپر حاکم قرار دیا ہے اس کی پیروی کرنا اور اس کی باتوں کو سُننا کیونکہ شیث علیہ السلام میرا وصی، خلیفہ اور جانشین ہے۔ تو انہوں نے کہا: اے ہمارے پدر بزرگوار! ہم اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کی پیروی کریں گے اور کبھی اس کی مخالفت نہیں کریں گے اور ہر صورت میں اس کی تکریم و تعظیم کریں گے۔

پھر حضرت حضرت آدم علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک تابوت لے آؤ۔ جب تابوت کو لایا گیا تو آنجناب علیہ السلام نے تمام علوم و اسماء اور اپنے وصیت نامہ کو تابوت میں رکھا اور ھِبَۃُ اللّٰہ (شیث علیہ السلام)

Presented by www.ziaraat.com

کے حوالے کیااور فرمایا: اے ھبۃُ اللّٰہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں مجھے غسل دینا، کفن دینا اور میرے اُوپر نماز پڑھنا اور قبر میں دفن کر دینا اور جب چالیس دن گزر جائیں تو کسی کو خبر کئے بغیر میری ہڈیوں کو نکال کر اسی تابوت میں رکھ دینا اور اپنے پاس ان کی حفاظت کرنا اور کسی کو اپنے سوائے اس تابوت کا امین قرار نہ دینا اور جب موت محسوس کرو تو اپنے بیٹوں میں سے بہترین بیٹے کو اپنا وصی بنانا اور جو کچھ میں نے تجھے وصیت کیا ہے وہ سب کچھ اس کو وصیت کرنا اور تابوت اس کے حوالے کرنا اور کہنا کہ وہ بھی مرنے کے بعد اپنے بہترین بیٹے کو وصیت کرے اور اس کو اپنا جانشین بنائے تا کہ قیامت کے دن تک زمین عالم اور خلیفہ سے خالی نہ رہے۔ اس کے بعد فرمایا: آپ نے دیکھا ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کیا کیا ہے۔ اس ملعون سے اور اس کی اولاد سے دُور رہو اور اس کے ساتھ رہ کر زندگی نہ گزارنا، تمہاری اولاد اس کی اولاد سے شادی بیاہ نہ کرے۔ پھر فرمایا: اے شیث علیہ السلام اپنے بھائیوں اور بہنوں کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر رہو اور وہاں پر سکونت کرو، قابیل ملعون اور اس کی اولاد کو پہاڑ کے نیچے رکھو کیونکہ تم اُن سے بلند و بالا تر ہو۔ (بحار الانوار، ج:۲۳، ص:۵۹)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیتیں کر لیں اور علوم و اسماء اور اپنا وصیت نامہ شیث علیہ السلام کے سپرد کر دیا تو فرمایا: میرا دل جنت کے پھل کی خواہش کر رہا ہے لوہے کے پہاڑ کے اُوپر جاؤ وہاں پر جبرئیل علیہ السلام اور ایک گروہ فرشتوں کا تمہیں ملے گا میری طرف سے اُن سب کو سلام کرنا اور کہنا: میرا باپ آدم علیہ السلام بیمار ہے اور چاہتا ہے کہ آپ اس کے لئے جنت کے پھل، کھانا اور روغن زیتون آمادہ کریں جو کہ جنت کے فلاں مکان میں ہے۔ شیث علیہ السلام باپ کے حکم کے مطابق چل پڑے اور لوہے کے پہاڑ کے اُوپر گئے اور جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو دیکھا، جبرئیل علیہ السلام نے شیث کو سلام کیا اور عرض کیا کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا: اے بندہ خدا! تم کون ہو؟ عرض کیا: رُوح الامین جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ جب پہچان لیا فرمایا: اے جبرئیل علیہ السلام میرا باپ بیمار ہے مجھے بھیجا ہے کہ اس کے سلام کو آپ تک پہنچاؤں اور بتلاؤں کہ میرے باپ نے جنت کے پھل اور کھانے کی خواہش کی ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

چاہتا ہے کہ کچھ اُس کے لئے آمادہ کریں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: سلام اور خدا کی رحمت آپ کے باپ آدم علیہ السلام پر ہو، وہ دنیا سے چلے گئے ہیں اور ملک الموت نے اس کی رُوح کو قبض کرلیا ہے، میں اُس کے احترام و تعظیم کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

خداوند متعال تجھے تیرے باپ کی مصیبت میں عظیم اجر و ثواب عطا کرے اور تجھے صبر جمیل عنایت کرے، تیری وحشت اور تنہائی کو اپنی محبت کے ذریعے دُور کرے، جاؤ اپنے باپ کی طرف پلٹ جاؤ۔ حضرت شیث علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں کے ساتھ وہ سامان جو حضرت آدم علیہ السلام کے غسل و کفن اور دفن کے لئے جنت سے لائے تھے لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ پہلا کام جو شیث علیہ السلام نے انجام دیا اپنے باپ کے سرہانے کے نیچے سے وصیت نامہ کو نکالا اور اپنی کمر کے ساتھ باندھ لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے شیث علیہ السلام خداوند کریم نے تجھے سرداری اور کرامت عطا کی ہے اور لباس عافیت تجھے پہنایا ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ خدا نے تجھے اس عظیم کام کیلئے منتخب کیا ہے جو کہ رُوئے زمین کی خلافت ہے (اور پیغمبری تجھے عطا کردی ہے) اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام اور شیث علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور جبرئیل علیہ السلام نے غسل دینے کا طریقہ شیث علیہ السلام کو تعلیم دیا، یہاں تک کہ غسل سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کفن دینے اور حنوط کرنے کا طریقہ شیث علیہ السلام کو تعلیم دیا، یہاں تک کہ کفن دینے سے فارغ ہوئے اس کے بعد قبر کھودنے کا طریقہ سکھایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو کفن دے کر شیث علیہ السلام فارغ ہو گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور نماز میت کیلئے آدم علیہ السلام کے سامنے کھڑا کیا اور عرض کیا: ستر (۷۰) دفعہ اپنے باپ پر تکبیر کہو اور تکبیر کہنے کا طریقہ سکھایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ شیث علیہ السلام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ شیث علیہ السلام نے کہا: کیا میں نماز کو پڑھوں جبکہ تم (جبرئیل علیہ السلام) اور دیگر فرشتے جو کہ خدا کی عظیم مخلوق موجود ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: کیا نہیں جانتے ہو؟ جب خدا نے آپ کے باپ آدم علیہ السلام کو خلق کیا، اس کو ملائکہ کے سامنے کھڑا کیا اور اُن کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اور آدم علیہ السلام جنت میں فرشتوں کے امام اور پیشوا رہے ہیں اب جب دنیا

Presented by www.ziaraat.com

سے جا چکے ہیں تو تم اُن کے علم کے وصی و وارث ہو اور ہم سے زیادہ اس بات کے حقدار ہو کہ تم اپنے باپ کے جنازہ پر نماز پڑھاؤ۔ جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں نے حضرت شیث علیہ السلام کی اقتداء میں حضرت آدم علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھی اور جبرئیل علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو نماز میت پڑھنے کا طریقہ بھی تعلیم دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر

حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے متعلق اختلاف ہے:

(۱) بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مقام منیٰ میں مسجد خیف میں ہے (جس کی وجہ سے اس مسجد میں نماز کا پڑھنا بہت فضیلت رکھتا ہے)۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام کے صحف سے نقل ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دس دن بیمار رہے اور بخار ہو گیا اور گیارہویں محرم جمعہ کے دن وفات پائی ہے۔ جب دنیا سے چلے گئے تو شیث علیہ السلام (ھِبَۃُ اللّٰہ) نے کوہ ابوقبیس کے ایک غار میں ان کو دفن کر دیا اور طوفان کے وقت تک وہاں ہی رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس تابوت کو نکالا جس میں حضرت آدم علیہ السلام دفن ہوئے تھے اور اپنی کشتی میں رکھ لیا جبکہ تابوت کے پائے اقدس پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے تابوت کو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں رکھا تو کعبہ کے کئی طواف کیئے اور کشتی چل پڑی، یہاں تک کہ کوفہ کے مقام پر پہنچی تو خداوند متعال نے فرمایا: اے زمین اب پانی کو اپنے اندر لے لو! تو زمین نے سارے پانی کو مسجد کوفہ کے مقام سے اپنے اندر لے لیا، جس طرح کہ پانی کی ابتداء بھی اسی مسجد سے ہوئی تھی۔

چنانچہ پانی کے زمین میں چلے جانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے تابوت آدم علیہ السلام کو کشتی سے نکالا اور نجف اشرف میں دفن کر دیا اور ابھی تک حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی قبریں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی قبر اطہر کے نزدیک موجود ہیں۔ بعض روایات کہتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کوہ ابوقبیس میں ہے اور بعض دوسری روایات کہتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر نجف اشرف میں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مذکورہ مطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام حرم مکہ کوہ ابو قبیس میں دفن ہوئے تھے اور بعد میں حضرت نوح علیہ السلام آنحضرت کے جنازے کو نجف اشرف میں لائے اور نجف اشرف میں دفن کیا۔(حیات القلوب، ج:۱، ص:۷۹/ بحارالانوار، ج:۱۱)

اس حصے میں حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر کا واقعہ مکمل ہو گیا۔اس کے دوسرے حصے میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے دورانیہ عمر کے بارے میں بحث کریں گے۔

☆☆☆☆☆

Presented by www.ziaraat.com

﴿دوسرا حصہ﴾

انسان کے بارے میں

انسان کی بعض خصوصیات

ہمیں ابتدائی طور پر جاننا چاہئے کہ انسان اُنس سے لیا گیا ہے اور اُنس کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ اُلفت و مہربانی کرنے کے ہیں۔ یا انسان نسیان سے لیا گیا ہے جس کے معنی بھول جانے کے ہیں کیونکہ انسان بھول جانے والا ہے۔ تمام مخلوقات کے درمیان صرف انسان ہی بات کرتا ہے اور اس کی بات کرنا عقل و منطق اور فہم و شعور پر مبنی ہوتی ہے۔ انسان دیگر حیوانات کی نسبت جو کہ غاروں اور بیابانوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، شہروں میں رہنا پسند کرتا ہے اور آبادیوں میں زندگی گزارتا ہے اس کی زندگی معاشرتی زندگی ہے اور اپنی احتیاجات کو دوسروں کے ذریعے اور ان کی مدد و تعاون سے پوری کرتا ہے۔ یہ انسان ہے کہ جس کو ہدایت کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے تا کہ اپنے راستے کو گمراہی کے کنویں سے الگ کرے اور بدبختی و شقاوت کو بجائے خوش بختی اور سعادت کے اختیار نہ کرلے۔ یہ انسان ہے کہ جس کے وجود کی وجہ سے تمام چیزوں کو وجود ملا ہے اور ساری کی ساری چیزیں انسان کے فرمان و اختیار میں دی گئی ہیں۔ یہ انسان ہے کہ جو آئے دن ترقی و کمال اور تکامل کی طرف آگے بڑھتا ہے اور نت نئے عجیب و غریب اختراعات اور مکاشفات انجام دیتا ہے۔ یہ انسان ہے کہ جس نے ہر چیز کو مسخر کرلیا ہے اور عالم بالا کے کرات میں قدم رکھ چکا ہے اور بے انتہا فضاء میں سفر کرکے اس کو اپنا تخت و تاج قرار دیا ہے۔ یہ انسان ہے کہ لاکھوں دوسرے انسانوں کو سعادت کی بلندی کی چوٹی پر بلند کر دے یا شقاوت و بدبختی کے بے انتہاء گہرے گڑھے میں گرا دے۔ یہ انسان ہے کہ اس قدر استعداد رکھتا ہے کہ ایک اشارہ کے ساتھ ہزاروں مطالب کو درک کرے اور ہر مطلب سے دوسرے مطالب کو حاصل

Presented by www.ziaraat.com

کرے۔

اور حافظ کے قول کے مطابق۔

نگار من که به مکتب نرفت و خط ننوشت

به غمزهٔ مسئله آموزِ صد مدرّس شد

میرا محبوب جو مدرسہ نہیں گیا اور خط نہیں لکھا

مسئلہ کی حقیقتوں کو سمجھنے کی وجہ سے سینکڑوں اُستادوں کا اُستاد بن گیا

یہ انسان ہے کہ جو یہ لیاقت رکھتا ہے کہ عالم خاکی سے بلند ہو کر فرش و عرش کو زیر پا قرار دے کر بلندی کے اس مقام پر پہنچ سکتا ہے کہ امین وحی فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کہتا ہے: "بس اس کے بعد خود اپنے سفر کو جاری رکھو، کیونکہ اس سے آگے بڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا کہ تیرے ہمراہ سفر کو جاری رکھ سکوں"۔ یہ انسان ہے کہ جو اپنے اعمال اور کردار کی وجہ سے جنت جاویدانی کے بلند محلوں کو اپنی ہمیشہ کی رہائش گاہ قرار دے یا جہنم کی آگ کو اپنی دائمی سکونت گاہ بنا لے۔ یہ انسان ہے کہ جس کا وجود متضاد و متناقض صفات کا مجموعہ ہے اور انسان کی مٹی میں اُن صفات کو خمیر کیا گیا ہے اور وہ متضاد صفات یہ ہیں: ایمان و کفر، عدالت و ظلم، شہوت و عفت، پاک دامنی و آلودگی، شجاعت و خوف، امانت و خیانت، شکر و کفر، بھروسہ و لالچ، رحمت و غضب، مہربانی و قساوت، عجز و انکساری و تکبر، علم و جہل، فہم و حماقت، امیدواری و نا اُمیدی وغیرہ۔ ان تمام صفات کی بازگشت ان چار چیزوں کی طرف ہوتی ہے: (۱) حیوانات میں شہوت اور لالچ پائی جاتی ہے۔ (۲) درندوں سے غضب و حسد، دُشمنی و کینہ ظاہر ہوتا ہے۔ (۳) شیاطین سے مکر و حیلہ اور فریب و دھوکہ ظاہر ہوتا ہے۔ (۴) خداوند متعال سے تکبر و غرور، انتقام و بخشش، دوستی و دُشمنی، تعریف و تمجید کا ظہور ہوتا ہے۔

لفظ انسان قرآن میں

قرآن مجید میں کلمہ انسان پینسٹھ (۶۵) دفعہ ذکر ہوا ہے اور آدم علیہ السلام کی اولاد کو انسان کہا جاتا ہے لیکن انسان کے ظاہری صورت و جسد کو نہیں کہا جاتا ہے بلکہ انسان کے باطن، استعداد، محبت اور

Presented by www.ziaraat.com

انسانیت پر اطلاق کرتا ہے اور اب وہ آیات جن میں کلمہ انسان کا ذکر کیا گیا ہے:۔

۱۔ انسان (ذات اور حیوانیت کے پہلو کی نسبت سے) ضعیف و کمزور پیدا ہوا ہے۔ (سورۂ نساء:۲۸)

۲۔ انسان خدا کی رحمت اور لطف و کرم کے باوجود ظلم کرنے والا اور اس کی نعمتوں کا کفر کرنے والا ہے۔ (سورۂ ابراہیم:۳۴)

۳۔ انسان اپنے لئے خیر و خوبی کو شوق و رغبت کے ساتھ طلب کرتا ہے اور بسا اوقات نادانی سے اسی شوق و رغبت کی وجہ سے شر و نقصان کو طلب کرتا ہے، یہ انسان بہت بے صبری و عجولت اور جلدی کرنے والا ہے۔ (سورۂ اسراء:۱۱)

۴۔ انسان دوسری ہر چیز سے زیادہ حکم حق کے مقابلے میں جنگ و جدال اور جھگڑا کرنے والا ہے۔ (سورۂ کہف:۵۴)

۵۔ انسان ایسی مخلوق ہے جو فطرتی طور پر سخت اور بے صبر خلق ہوا ہے۔ (سورۂ معارج:۱۹)

۶۔ انسان نہیں جانتا کہ سوائے اس چیز کے جس کو اس نے سعی و کوشش اور عمل سے انجام دیا ہے۔ کسی چیز کا (اجر و ثواب اور جزاء) مستحق نہ ہوگا۔ (سورۂ والنجم:۳۹)

۷۔ انسان کو اپنے والدین کے حق میں نیکی اور حُسن عمل سے پیش آنے کا دستور دیا ہے۔ (سورۂ احقاف:۱۵)

۸۔ انسان جب رنج و سختی اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے خواہ وہ بیٹھا ہو، خواہ سویا ہو، خواہ کھڑا ہو فوراً (ہمارے دامن کو پکڑتا ہے) ہماری بارگاہ میں دُعا کرتا ہے جب اس کی مصیبت رنج والم دُور ہو جاتا ہے تو اس طرح پہلی حالت کی طرف پلٹ جاتا ہے کہ گویا اس نے ہم کو مصیبت و تکلیف کو دُور کرنے کیلئے کہا ہی نہیں ہے۔ (سورۂ یونس:۱۱)

۹۔ انسان کو اگر کوئی نعمت عطا کی جاتی ہے تو اس کو شکریہ ادا کرنا چاہئے لیکن کفر کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں جب ہم نے نعمت کو اس سے سلب کر لیا۔ ہماری بارگاہ سے نا اُمید ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(سورۂ ھود:۸)

۱۰۔ انسان جب دولت مند اور صاحب ثروت ہو جاتا ہے اور اس کی احتیاجات پوری ہو جاتی ہیں تو پھر طغیانی و سرکشی کیوں کرتا ہے اور متکبر و مغرور کیوں ہوتا ہے۔ (سورۂ علق:۵)

ہم نے ان دس ۱۰ آیات میں مشاہدہ کیا ہے کہ کلمہ، انسان ظاہری جسد و صورت کیلئے استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ انسان کے باطن اور ذات پر اطلاق ہوا ہے۔

مذکورہ آیات میں انسان کی ناپسندیدہ اور مذمومہ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

البتہ انسانیت انسان اور ایمان و تربیت، درک و عقل کے بارے میں قرآن اس طرح فرما رہا ہے:

"انسان خداوند متعال کی بہت بلند و عالی اور قدر و قیمت رکھنے والی مخلوق ہے اور امانت خدا کی امین ہے" (سورۂ احزاب:۷۱)، "اور روئے زمین پر انسان خدا کا خلیفہ ہے" (سورۂ البقرۃ:۳۰)۔ انسان کو الٰہی فرائض کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور انسان مخلصین سے ہے۔ (سورۂ مؤمن:۱۴، سورۂ بینہ:۵)۔ جب انسان خدا کا نام لیتا ہے یا سنتا ہے تو اس کا دل اپنی جگہ سے اُکھڑ جاتا ہے اور جب خدا کی آیات کو اس پر تلاوت کیا جاتا ہے تو اس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ (سورۂ انفال:۲)۔ انسان اپنے کاموں کو خدا کے سپرد کرتا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہے۔ (سورۂ طلاق:۳)۔ (یہ ساری صفات بھی انسان کی نیک اور پسندیدہ صفات شمار ہوتی ہیں)۔ منطق (علم منطق) انسان کے معنی کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ انسان حیوان ناطق ہے، بات کرنے والا موجود ہے سیدھا اور اپنے دو پاؤں پر راہ چلنے والا ہے۔ اُلفت و محبت اور اُنس کے معنی میں آتا ہے اور فطرتی طور پر شہری ہے اور آبادی میں رہنا پسند کرتا ہے اور کلمہ انسان عورت و مرد دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

لفظ بشر قرآن میں

قرآن مجید میں لفظ بشر ۳۵ دفعہ ذکر ہوا ہے اور ایک بار بَشَرَین کا لفظ آتا ہے اور وہ بھی انسان کے معنی میں ہے چنانچہ آدمی کو اس کے فضائل و کمالات، صفات و استعداد خواہ نیک ہوں یا بد انسان کہا جاتا ہے (کہ جس کا تذکرہ ہو چکا ہے) اور آدمی کو اس کی ظاہری شکل و صورت اور جسم و بدن

Presented by www.ziaraat.com

کی وجہ سے بشر کہا جاتا ہے۔بشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی جلد و کھال اس کے بالوں سے ظاہر ہوتی ہے جبکہ حیوانات کا بدن بالوں، اور ریشم وغیرہ سے پوشیدہ ہوتا ہے۔(مفردات راغب اصفہانی)

انسان مخلوقات کا سر سبز پھول ہے

تربیت وہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ افراد کو شخصیت دینا ہے۔قرآن مجید نے دنیا کے انسانوں کی تربیت وہدایت کے لئے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور ان کی بزرگی وعظمت کو بیان کیا ہے اور فرماتا ہے:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (سورۂ بنیہ:۵)

''ہم نے اولاد آدم ﷺ کو کرامت بخشی ہے اور ان کو خشکی وسمندری سواریوں پر سوار کیا ہے اور مختلف قسم کی پاکیزہ روزی عطا کی ہے اور بہت ساری مخلوقات پر فضیلت وبرتری بخشی ہے''۔

اس آیت مبارکہ نے انسان کی نسبت سے تین قسم کی خدائی عطیات کا ذکر کیا ہے: (۱) ہم نے اولاد آدم ﷺ کو مختلف سواریوں کا اختیار دیا ہے تاکہ خشکی وسمندری سفروں کو طے کر سکیں۔(۲) ہم نے اولاد آدم ﷺ کو طیبات اور پاک وپاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی ہے۔(۳) اور ہم نے اولاد آدم ﷺ کو اپنی بہت ساری مخلوقات پر برتری اور فضیلت بخشی ہے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ خدا نے جتنے عطیات انسان کو بخشے ہیں اُن میں سے سب سے پہلے پانی اور خشکی پر حرکت کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیوں کیا ہے؟ ممکن ہے اس لحاظ سے ہو کہ طیبات اور مختلف قسم کی روزی بغیر حرکت کے انسان حاصل نہیں کر سکتا اور زمین پر حرکت کرنے کے لئے انسان سواری کا محتاج ہے، ہاں! حرکت ہر قسم کی برکت کا مقدمہ ہے۔

انسان کے امتیازات

خداوند کریم نے انسان کو کچھ چیزوں کے ساتھ بزرگی وکرامت بخشی ہے اور تمام مخلوقات پر

Presented by www.ziaraat.com

امتیازات دیئے ہیں:۔

(۱) خدا نے انسان کو قوت، عقل، نطق اور مختلف قوتوں اور آزادی ارادہ کے ساتھ ممتاز کیا ہے۔

(۲) اور موزوں بدن، سیدھی قد وقامت کے لحاظ سے انسان ممتاز ہوا ہے (تمام حیوانات کے درمیان صرف انسان ہے کہ جس کا موزوں جسم اور قد وقامت سیدھی ہے)۔

(۳) خدا نے انسان کو انگلیاں عطا کر کے کرامت بخشی ہے (انسان اپنی انگلیوں کے ساتھ ظریف ودقیق، گہرے اور خوبصورت) کاموں کو انجام دیتا ہے، مثلاً کتابت کرنا، لکھنا وغیرہ برخلاف دیگر مخلوقات کے)۔

(۴) خدا نے انسان کو اس لحاظ سے بھی ممتاز کیا ہے کہ دیگر مخلوقات میں انسان واحد مخلوق ہے جو اپنی غذا خوراک کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ کھا سکتی ہے۔

(۵) انسان رُوئے زمین کی تمام مخلوقات پر کامل طور پر مسلّط ہے اور دوسری کوئی مخلوق اس طرح نہیں ہے۔

(۶) خداوند متعال کی اطاعت اور فرمانبرداری پر قدرت رکھتا ہے اور اس کو عقل وشعور اور اس کے آثار کے ذریعے پہچاننے پر قادر ہے۔

(۷) خداوند کریم نے فقط انسان کو اپنے دست قدرت سے خلق فرمایا ہے اور دیگر تمام مخلوقات کو امر اور کُنْ فَیَکُوْن کے ذریعے وجود بخشا ہے اور جو چیز خود خدا کے ہاتھ سے خلق ہوئی ہو تو ظاہر ہے کہ اس پر خدا کی عنایات دیگر مخلوقات کی نسبت سے زیادہ ہوئی ہے اور جس پر نظر لطف وکرم زیادہ ہو گی وہ اکمل وکامل تو ہو گی۔

(۸) اور انسان کی خوبصورتی ورزیبائی اس کی صورت اور چہرہ کی خوبصورتی کے ساتھ ہے اور چہرے کا خوبصورت ہونا یہ انسان کا امتیاز ہے۔ قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے: خداوند متعال نے تمہارے چہرے کا جب نقشہ وتصویر بنائی تو اس نے تمہیں بہترین شکل وصورت عطا کی ہے۔ (سورۂ مؤمن:۶۴)

Presented by www.ziaraat.com

(۹) انسان ہی وہ مخلوق ہے جس نے خدا کی امانت کو قبول کیا ہے اور انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات نے امانت خدا کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ (سورۂ احزاب: ۷۲تا ۷۳)

خلاصۂ کلام: انسان دیگر مخلوقات پر بہت زیادہ امتیازات رکھتا ہے اور ہر ایک انسان کا امتیاز جالب اور بلند و بالا ہے جبکہ جسمانی امتیازات کے علاوہ انسان کی رُوح بے انتہاء عالی قوتوں کا مجموعہ ہے اور تکامل و کمال کے راستے کو طے کرنے کی بے حد و حساب طاقت رکھتا ہے۔

انسان کی فضیلتیں

انسان صرف جنات اور حیوانات پر ہی برتری و فضیلت نہیں رکھتا بلکہ آسمانی فرشتوں پر بھی فضیلت و برتری رکھتا ہے۔

(۱) عبد ابن سنان کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں سوال کیا کہ کیا ملائکہ افضل ہیں یا اولاد آدم علیہ السلام؟ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا: خدا نے فرشتوں کو خلق کیا تو ان میں شہوت کے بغیر فقط عقل کو ودیعت کیا اور جب حیوانات کو خلق کیا تو ان میں عقل کے بغیر فقط شہوت کو ودیعت کیا ہے اور جب اولاد آدم علیہ السلام کو خلق کیا تو دونوں کو (عقل و شہوت) اُن کے جسم و بدن میں ودیعت کیا ہے۔ چنانچہ وہ انسان جس کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے وہ فرشتوں سے بلند و بالا ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے تو وہ حیوانات سے بھی پست تر اور بے اہمیت ہو جاتا ہے۔ (بحارالانوار، ج:۶۰، ص:۲۹۹/ میزان الحکمۃ، ج:۱، ص:۳۶۲/علل الشرائع، ج:۱، ص:۵)

(۲) حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا سے نقل کیا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: "مؤمن کا مرتبہ و مقام خداوند کریم کی بارگاہ میں مَلَک مقرب کی طرح ہے (مَلَک مقرب خداوند متعال کی بارگاہ کا مقرب ترین فرشتہ)" اور فرمایا: "مؤمن خدا کے نزدیک فرشتہ سے بھی افضل ہے اور خدا کے نزدیک توبہ کرنے والے مرد اور عورت سے زیادہ عزیز تر اور قریب تر کوئی نہیں ہے"۔ (صحیفۃ الرضا

Presented by www.ziaraat.com

علیہ السلام، ص:۶۰)

(۳) ابوحمزہ ثمالی جو کہ امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر شیث علیہ السلام (ھبۃ اللّٰہ) نے جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کی اور دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے جنازہ کے پاس آئے، جناب شیث علیہ السلام (ھبۃ اللّٰہ) نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: آگے کھڑے ہو جاؤ اور حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھاؤ! حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے ھبۃ اللّٰہ جب سے خدا نے فرشتوں کو آپ کے باپ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے کہ فرشتے اولاد آدم علیہ السلام کی امامت کریں (بلکہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی جماعت کا امام ہونا چاہئے)۔ (کمال الدین اور تفسیر نور الثقلین، ج:۱، ص:۵۸)

(۴) اسی مسئلہ کے متعلق نقل ہوا ہے: جب رسولؐ خدا کو معراج پر لے جایا گیا تو نماز کے موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی اور اقامت کہی اور عرض کیا: اے محمدؐ آگے بڑھئے اور نماز جماعت کو شروع کریں! حضرت رسولؐ خدا نے جبرئیل علیہ السلام کو آگے ہونے کیلئے اور نماز جماعت کروانے کیلئے کہا: تم آگے کھڑے ہو جاؤ اور نماز جماعت کراؤ! عرض کیا: یا رسولؐ اللہ جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تب سے انسان پر امامت کا حق ختم ہو گیا ہے (اس دن سے اولاد آدم علیہ السلام فرشتوں کی امامت کا حق رکھتے ہیں)۔ (علل الشرائع/ بحار الانوار، ج:۱۸، ص:۴۰۴/ نور الثقلین، ج:۱، ص:۵۸)

یہ وہ روایات ہیں جنہوں نے انسان کی برتری اور فضیلت کو فرشتوں پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے (خداوند کریم انشاء اللہ ہم کو صحیح عقل و درک اور عبادت و شناخت کی زیادہ توفیقات عنایت فرمائے تا کہ یہ فضیلت داغدار نہ ہو جائے)۔

Presented by www.ziaraat.com

تمام چیزیں انسان کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں

قرآن مجید انسان کی مناسب فضیلت وشرافت کا قائل ہے اور فطرتی دنیا کی تمام نعمتوں کو انسان کیلئے سمجھتا ہے اور دوسری مخلوقات کو انسان کی وجہ سے وجود عطا کیا ہے۔ بلند آسمان کی عمارت کو اٹھایا ہے، زمین کی گود مہیا کی ہے، دن رات کی گردش کو معیّن کیا، چاند کو چاندنی اور سورج دنیا کو روشنی عطا کی ہے اور زندگی کے آتشدان کو گرمی اور روشنی بخشی ہے اور جہاں میں ٹھنڈی ہوا کو چلایا، بھاری نیلی چادر کے فرش کو بچھایا، سیراب کرنے والے بادل دوش پر مشک آب کو جوش وجذبہ کے ساتھ اٹھائے ہوئے ہیں، ہوا، برف، بارش، رنگارنگ پھول، رنگ برنگی نباتات اور مختلف قسموں کے پھلوں کو پیدا کیا، صحرائی سمندری جانوروں کی اقسام کے استفادہ کیلئے تیار کی گئی ہیں۔ سمندر کے اندر لولو، مرجان، پتھر کی آغوش میں چھپے ہوئے موتیوں کی تربیت کی ہے، سونے چاندی کے معدنی خزانے، لوہے، تیل اور معدنیات پہاڑوں کے سینوں اور زمین کی گہرائیوں میں ذخیرہ کیئے ہیں اور ستاروں کو جن کا نور چاندی کے رنگ کا ہے نیلے آسمان کے ورق پر مزین کیا ہے۔ آسمانی کرات کے راستوں کو مسخر کیا ہے۔ فطرتی طاقتیں خدمت کیلئے کمربستہ ہیں۔ ان ساری اور ہزاروں دوسری عالم ہستی کی نعمتوں کو انسان کے لئے خلق کیا ہے اور مختلف اقسام کی رحمت اور رنگ برنگی نعمتوں کے دسترخوان احسان کو آراستہ کیا ہے تو اس عظیم القدر انسان کیلئے۔

قرآن کریم اس مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ (سورہ لقمان: ۲۰)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خداوند متعال نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اور اپنی تمام ظاہری و باطنی نعمتوں کو تمہارے لئے پیدا کر کے پھیلا دیا ہے"۔

ہاں! خدا نے تمام انسانوں کو اس آیت مبارکہ میں مخاطب کیا ہے اور فرماتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کی ہر ایک چیز کو تمہارے حکم کے سامنے مسخر کردیا ہے کہ تمہارے

Presented by www.ziaraat.com

نفع و منفعت کے راستے میں حرکت کریں۔ ایک دوسری آیت میں سمندر کے متعلق یوں فرماتا ہے:

"خدا نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ اس کے حکم کے ساتھ پانی پر کشتی چلنے لگے اور تم خدا کے فضل و کرم سے مواد خوراکی کو حاصل کر سکو اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو"۔ (سورۂ جاثیہ:۱۱)

ایک دوسری آیت میں دن رات اور چاند سورج کے متعلق فرماتا ہے:

"خدا نے دن رات، چاند سورج اور ستاروں کو (زندگی چلانے کے لئے) تمہارے سامنے مسخر اور زیر حکم قرار دیا ہے تاکہ آسمان کی جس طرف حرکت کرنا چاہو اس کے حکم کے ذریعے شوق و رغبت کے ساتھ حرکت کرو"۔ (سورۂ نحل:۱۲)

حضرت امیر المؤمنین علی ؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"خبردار رہو! یہ زمین جس نے اپنی پشت پر تم کو اُٹھایا ہوا ہے اور آسمان جس نے تمہارے سروں پر سایہ کیا ہوا ہے۔ ہر دو خدا کے حکم کے مطیع ہیں اور اپنی برکتوں کو تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ کسی ڈر کی وجہ سے یا قُربت پیدا کرنے کی وجہ سے یا تم سے کسی نیکی کے انتظار میں نہیں ہیں بلکہ وہ تو اپنے پروردگار کی طرف سے مامور ہیں کہ تمہیں نفع و فائدہ پہنچائیں۔ وہ تو اپنے خدا کے حکم کی اطاعت کر رہے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کو انجام دینے کیلئے آمادہ ہیں اور وہ خدا کے دیئے ہوئے دستورات کے مطابق عمل کرتے ہیں"۔ (نہج البلاغہ، صبحی صالح، فیض کاشانی، خوئی، ابن ابی الحدید و ملا صالح، خطبہ:۱۴۳)

انسان کے آسمانی اور زمینی مخلوقات کے مسخر ہونے کا مفہوم بہت وسیع ہے چنانچہ اُن امور کو بھی شامل ہے جو انسان کے قبضۂ اختیار میں ہیں اور اپنی مرضی و ارادہ کے ساتھ اُن سے نفع و فائدہ اُٹھاتا ہے۔ جس طرح بہت سارے زمینی مخلوقات ہیں یا وہ امور جو انسان کے اختیار میں نہیں ہیں مگر خدا نے اُن کو حکم دیا ہے کہ وہ انسان کی خدمت کریں جس طرح سورج، چاند، ستارے، ہوا، بادل، دن، رات جو کہ حکم خدا کے مطیع ہیں مگر ان کا فائدہ انسان کو ملتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بقول شاعر کے

ابرو باد و مه و خورشید و فلک در کارند
تا تونانی به کف آری و به غفلت نخوری
ہمی از بهر تو سرگشته و فرمان بردار
شرط انصاف نباشد که تو فرمان نبری

بادل، ہوا، چاند، سورج، آسمان سب مشغول کار ہیں
تاکہ تیرے ہاتھ میں روٹی آئے اور تو غفلت میں نہ کھائے
سب کے سب تیرے لئے خلق ہوئے ہیں اور تیرے حکم کے تابعدار ہیں
اگر تو خدا کے حکم کی اطاعت نہ کرے تو یہ خلاف عدل وانصاف ہے

انسان کی علمی قوت وقدرت

جب انسان ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے تو بالکل اَن پڑھ ہوتا ہے اور فطرتی استعداد جو خدا نے اس کو عطا کی ہے وقت گزرنے کے ساتھ آنکھ، کان اور دیگر اعضاء وجوارح کے ذریعہ مطالب و مفاہیم کو حاصل کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔

قرآن کریم اس کے متعلق فرماتا ہے:

''خدا تمہیں تمہاری ماؤں کے رحم سے باہر لایا ہے جبکہ کسی چیز کو نہیں جانتے تھے، اس نے تمہیں آنکھ، کان، دل عطا کیئے ہیں تاکہ تم عالم بن جاؤ اور خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو''۔(سورۂ نحل:۷۸)

چنانچہ انسان حصول علم اور اپنی علمی استعداد کو کام میں لانے کی وجہ سے اس جہان دنیا کی تمام چیزوں کو سمجھ کر حاصل کرسکتا ہے۔ اگرچہ اپنے جسمانی اعضاء وجوارح کے ذریعے انسان دنیا کی چیزوں پر دسترس حاصل نہیں کرسکتا ہے لیکن علم ودانش کی تحصیل کے ساتھ دنیاوی تمام چیزوں کو اپنے سامنے

Presented by www.ziaraat.com

مسخر کرسکتا ہے اور اپنے اختیار و تصرف میں لے سکتا ہے۔ مثلاً جس نے بجلی کی طاقت کو کشف کیا ہے تو وہ اپنی زندگی میں اس سے بہرہ مند ہو سکتا ہے اور اپنی خداداد طاقت کے ساتھ دیگر امکانات پر دست رسی حاصل کرسکتا ہے اور انسان کے فطرتی طور پر اجتماعی اور معاشرتی مزاج رکھنے کی وجہ سے اس کی استعداد اور علم ودانش کا حاصل کرنا ہے۔ معاشرتی زندگی انسان کو سمجھاتی ہے کہ اس کی احتیاجات اس قدر ہیں کہ تنہا اکیلا خود اُن احتیاجات کو پورا نہیں کرسکتا ہے، لہٰذا مجبور ہے کہ دوسروں کے ساتھ ربط و تعلق پیدا کرے اور ان کی احتیاجات کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس کے مقابلے میں اپنی ضروریات اور حاجات کو ان کے ذریعے پورا کرے تو نتیجتاً فطرتی طور پر تمام افراد انسان کی ضروریات خود بخود پوری ہو جاتی ہیں۔

انسان کی یہ فطرت ہے کہ معاشرہ میں دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے اور دوسروں کیلئے ان کے کاموں میں مشغول ہو جائے اور اس کے بدلے میں دوسروں کے شغل و کار، تجربہ اور خصوصیات سے استفادہ کرے۔ بہر صورت انسان و بشر کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی بے علمی اور بے تجربی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان زندگی کے مختلف شعبوں میں علم و دانش اور تجربہ میں افزائش اور وسعت کی طرف بڑھنا چاہ رہا ہے اور علم کی وسعت اور جدید مکاشفات و اختراعات معاشرتی ماحول کے مطابق جدید قوانین کا وضع کرنا انسان کیلئے پیچیدہ اور دشوار ہو جاتے ہیں اور توجہ طلب یہ نکتہ ہے کہ انسان جدید علم و دانش اور مکاشفہ و اختراع کے ساتھ بہت زیادہ قدرت و طاقت پیدا کر کے مخلوقات کے تسخیر کرنے پر قدرت و توانائی حاصل کرسکتا ہے مگر دوسری طرف سے اپنی معلومات پر قناعت کرنے والا نہیں ہے بلکہ مختلف سمتوں میں اپنے علم و دانش اور تجربے میں زیادہ سے زیادہ وسعت دینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ سوائے خدا کے اس منزل و مقام کو کوئی نہ جانتا ہو۔

بقول سعدی۔

رسد آدمی به جالی که به جزا خدا نبند

Presented by www.ziaraat.com

بنگر که تاحد است مکان آدمیت

آدمی اس مقام پر پہنچنا چاہتا ہے کہ جس کو سوائے خدا کے کوئی نہ جانتا ہو

اس سے سمجھو کہ آدمیت کی منزلت کی حد کہاں ہے

طیران مرغ دیدی تو ز پائی بند شہوت

به در آی تابینی طیران آدمیت

پرندہ کی پرواز کو دیکھا ہے اے شہوت کے پرستار

شہوت کے بندھنوں سے باہر آ کہ آدمیت کی پرواز کو دیکھے

(قصائد سعدی، ص:۹۸)

انسان کا تقویٰ و پرہیز گاری

انسان کی غرض خلقت اور وہ امتیازات جو اس کو عطا کیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مخلوقات عالم کا سر سبز پھول قرار پایا ہے کی وجہ عطا یہ تھی کہ انسان خداوند متعال کے سامنے تسلیم محض ہو جائے (تسلیم محض یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے) اور اس کے تمام دستورات اور احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر کے رہے اور اس کے مقابلے میں سرکشی اور بغاوت نہ کرے اور گناہ و معصیت انجام نہ دے، گناہ کرنے کے وقت اپنے نفس پر کنٹرول کی قدرت پیدا کرے اور تقویٰ کو اپنا پیشہ بنائے۔

تقویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو گناہوں سے محفوظ کرے اور معصیت خدا کو انجام نہ دے اور کامل تقویٰ یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بھی پرہیز کرے۔ (مفردات راغب در تشریح تقویٰ)

تقویٰ انسان کے باطن کو کنٹرول کرنے کی طاقت کو کہتے ہیں جو کہ انسان کو شہوت کے طوفان سے محفوظ رکھتا ہے اور حقیقت میں طاقتور بریک کا کام کرتا ہے جو کہ انسان کو پھسلنے اور گڑھے میں گرنے کی جگہوں سے محفوظ اور خطرناک تیز دوڑنے سے روکتا ہے۔ اسی دلیل کی وجہ سے امیر المؤمنین علیؑ تقویٰ کو ایک طاقتور قلعہ خطرناک گناہوں کے مقابلے میں شمار کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: "اے خدا

Presented by www.ziaraat.com

کے بندو! جان لو اور آگاہ رہو کہ تقویٰ مضبوط، محکم، سخت قلعہ و حصار ہے جو کبھی بھی ٹوٹ نہیں سکتا''۔ (نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۵۷)

چنانچہ حدیثوں اور دانشور حضرات کے بیانات میں تجسّم تقویٰ کے متعلق بہت زیادہ تشبیہات بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

''تقویٰ ایک ایسا رہوار سواری ہے اگر اس کا مالک اس پر سوار ہو جائے اور لگام کو اپنے ہاتھ میں رکھے تو وہ اس کو جنت کے وسط تک اُٹھا کر لے جائے گا''۔ (نہج البلاغہ، خطبہ: ۱۶)

بعض علماء نے تقویٰ کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

''اگر کانٹوں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی جگہ سے عبور کرے اور اپنے دامن کو ان کانٹوں سے بچاتے ہوئے احتیاط کے ساتھ قدم کو آگے بڑھائے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کانٹا اس کے پاؤں میں چُبھ جائے یا اس کے دامن کو پھاڑ دے تو اس حالتِ پرہیز گاری کو تقویٰ اور پرہیز گار کو متقی کہتے ہیں''۔

عبداللہ معتز نے اس کلام کو شعر میں اس طرح کہا ہے کہ جس کے اُردو معنی یہ ہیں:

''تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو ترک کرو کہ تقویٰ کی حقیقت بھی یہی ہے۔ اس تشبیہ سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ تقویٰ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کسی گوشہ تنہائی کو منتخب کرے اور وہاں جا کر بیٹھ جائے اور معاشرتی زندگی کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو جائے بلکہ اجتماع کے بیچ میں اور لوگوں کے درمیان رہے اگر اجتماع اور معاشرہ گناہوں اور نافرمانیوں سے آلودہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس طرح بچائے کہ گناہوں سے آلودہ نہ ہو سکے، اس طرح کے انسان بن کے رہو جو کانٹے دار زمین پر انتہائی احتیاط کے ساتھ قدم رکھتا ہے اور چھوٹے گناہوں کو چھوٹا شمار نہ کرو کیونکہ پہاڑ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے مل کر ہی بڑے بڑے پہاڑ بنتے ہیں''۔ (تفسیر ابوالفتوح رازی، ج:۱، ص:۶۲)

بہرصورت یہ تقویٰ اور معنوی طاقتور کنٹرولر مبدأ و معاد یعنی خدا و قیامت پر ایمان کے اثرات میں سے روشن تر اور واضح اثر ہے اور یہ انسان کے لئے فضیلت و کمال اور فخر و افتخار کا معیار ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

شخصیت کے بنانے کا بہترین مقیاس (پیمانہ) اسلام میں شمار ہوتا ہے۔

انسان میدان آزمائش میں

خداوند کریم نے عالم ہستی میں جن انسانوں کو وجود بخشا ہے تو خلق کرنے کے بعد آزاد نہیں چھوڑ دیا بلکہ دو پہلوؤں سے آزمائش وامتحان لیتا ہے۔

(۱) ایک امتحان اس لحاظ سے لیتا ہے کہ کوئی بھی اپنے بُرے کاموں اور ناپسندیدہ عمل و کردار، ناشائستہ گفتگو و حرکات کا اقرار و اعتراف نہیں کرتا۔ سب یہی کہتے ہیں کہ ہمارا دین کامل ہے، ہماری نیت صاف اور ہماری باتیں سچی، عمل ہمارے نیک اور کردار ہمارا شائستہ ہے۔ لہٰذا ان کا امتحان ہوگا تا کہ نیکوکار اور بدکار کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہو جائیں اور ان کو بھی پتہ چل جائے کہ ہماری حقیقت کیا ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

"اگر چہ خدا بندوں سے بڑھ کر ان کی حقیقت سے آگاہ ہے لیکن ان کا امتحان لیتا ہے تا کہ اچھے اور بُرے کام ظاہر ہو جائیں جو کہ جزاء و سزا کا معیار ہیں"۔ (نہج البلاغہ کلمات قصار، جملہ: ۹۳)۔

یعنی انسان کے باطنی اور اندرونی صفات ثواب و عذاب کا معیار اکیلے نہیں بن سکتا بلکہ ان صفات کا اظہار عمل و کردار کے ذریعے کرے گا اور خداوند متعال امتحان لے گا تا کہ جو کچھ اندر رکھتے ہیں اس کو ظاہر کریں اور جن نیتوں کی وجہ سے ثواب و عذاب کے مستحق قرار پائیں گے ان کو آشکار کریں (تا کہ اچھا بُرا سامنے آ جائے اور اپنی ہی وجہ سے ثواب و عقاب تک پہنچیں)۔

(۲) دوسرا پہلو امتحان لینے کا یہ ہے کہ انسان کے باطن میں جو پنہاں قوتیں ہیں وہ سامنے آسکیں کیونکہ جہانِ ہستی میں نظام حیات تکامل و پرورش کا نظام ہے اور تمام زندہ مخلوقات تکامل کے راستے کو طے کر رہی ہیں، حتیٰ کہ دنیا کے درخت بھی اپنی چھپی ہوئی قوتوں کو پھل دینے کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا دنیا کے تمام لوگ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی اسی قانون عام کے مطابق امتحان دیں گے تا کہ ان کی پنہاں قوتیں آشکار ہو جائیں۔ اگر خداوند متعال انسانوں سے امتحان نہ لیتا تو ان کی

Presented by www.ziaraat.com

چھپی ہوئی طاقتیں سامنے نہ آسکتیں اور انسانوں کے وجود کا درخت ان کے اعمال کے پھلوں کو اسکے وجودی شاخوں پر ظاہر نہ کرسکتا۔ یہ انسانوں کے امتحان کی حقیقت اسلام کی نظر میں اگرچہ خدا کے امتحانات مختلف قسموں کے ہیں بعض ان میں سے مشکل ہیں اور بعض آسان ہیں اور حتمی طور پر ہر ایک کا نتیجہ الگ الگ ہے۔ بہر صورت دنیا کے تمام انسانوں کا امتحان ہوتا ہے اور قرآن ان کے عمومی امتحان کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے:

''کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا امتحان نہیں ہوگا اور آزاد رہیں گے، نہ ہرگز (اس طرح نہیں ہے) بلکہ سب کا امتحان لیا جائے گا اور سب امتحان دیں گے''۔ (سورۂ عنکبوت:۱)

قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کے امتحانات کو نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

''خدا نے ابراہیم علیہ السلام کا کچھ کلمات کے ساتھ امتحان لیا اور انہوں نے امتحان کو کامل کر دیا''۔ (سورۂ البقرۃ:۱۲۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

''جب ان کے پیروکاروں میں سے ایک (آصف بن برخیا) نے تخت بلقیس کو دوسرے چشم زدن میں (مملکت سبا سے) جناب سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا تو جناب سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ لطف خدا ہے کیونکہ اس نے میرا امتحان لیا ہے کہ میرا بندہ شکریہ ادا کرتا ہے یا کفر وانکار کرتا ہے''۔ (سورۂ نمل:۴۰)

اس مقام پر بطور مثال کچھ ایسی چیزوں کو ذکر کیا جاتا ہے جن کے ذریعے انسانوں کا امتحان لیا جاتا ہے تا کہ لوگ اُن کو پہچان لیں اور امتحان کے وقت کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں۔ چنانچہ خداوند متعال انسان کو ڈر خوف، بھوک و پیاس، مال و دولت، فقر و فاقہ، موت، مرض، بیٹوں کی موت، دوستوں کا مرنا، بیٹوں کے ہونے اور نہ ہونے سے، علماء، قرآن، انبیاء علیہم السلام، احکام خدا، دین، خشک سالی وقحط سالی، خیر و شر کے ذریعے امتحان لیتا ہے اور یہ ظاہری بات ہے کہ امتحانات کے لحاظ سے لوگ دو

Presented by www.ziaraat.com

گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ایک گروہ لوگوں کا وہ ہوتا ہے جو امتحانات میں کامیابی اورکامرانی سے سرفراز ہوتا ہےاور دوسرا گروہ لوگوں کا وہ ہوتا ہے جو امتحانات میں ناکام ہو جاتا ہے۔

مثلاً جب خوف کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو کچھ لوگ اپنے آپ کو بچاتے ہیں کہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے، ذمہ داری سے جان چھڑا لیتے ہیں اور جنگ کے محاذ سے بھاگ جاتے ہیں اورافہام و تفہیم کے راستے کواختیار کرتے ہیں، حق کونہیں کہتے ہیں اور ظالم سے بھی ہم دست ہو جاتے ہیں (یعنی ظالم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں)،مظلوم ومحکوم اور حق سے اس کو محروم کر دیتے ہیں یا عذر بہانے کرنے لگ جاتے ہیں (ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم کو کوئی نقصان نہ پہنچے)۔(سورۂ مائدہ:۵۲)،اور ہم حکم خدا کے امتثال سے سرتابی کرتے ہیں (امتثال حکم خدا یعنی حکم خدا کی اطاعت کرنا)۔

لیکن دوسرا گروہ خوف وہراس کے عوامل کے سامنے کامل ایمان اور مضبوط بھروسہ کے ساتھ ہر قسم کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

"جب مومنوں سے کہا جاتا ہے کہ حالات خراب ہیں،فضاء خطرناک ہے تمہارے دشمن اسلحہ کے ساتھ لیس ہیں پیچھے ہٹ جاؤ تو اُن کے ایمان وتوکل میں اوراضافہ ہو جاتا ہے"۔(سورۂ آل عمران:۱۷۳)

انسان کی حقیقت

انسان کی حقیقت دو چیزوں کے ساتھ وجود میں آئی ہےاور خلق کی گئی ہے: (۱) ایک ان میں سے بدن وجسم ہے، جو کہ گوشت اور چمڑے، ہڈیوں اور رگوں، ہاتھ اور پاؤں، آنکھ اور کان یعنی اعضاء وجوارح اور ظاہر وباطن سے تشکیل پایا ہے۔چنانچہ بدن کی حقیقت کی پہچان آسان ہے کیونکہ بدن انسان عالم دنیا کے مادیات سے ہےاور مادیات کی حقیقت کو پہچاننا اتنا مشکل نہیں ہے۔(۲) اور دوسری چیز انسان کی رُوح ہے کہ جس کو جان، عقل، دل بھی کہتے ہیں جس کا جسم (یعنی رُوح کا جسم) ملکوتی اور عالم بالا سے تعلق رکھتا ہےاور ایسا گوہر ہے جو فرشتوں کی جنس سے ہےاور گراں بہا موتی ہے جو

Presented by www.ziaraat.com

مجرّدات کی قسم سے ہے۔ خداوند کریم نے مدت معیّن کیلئے مصلحت کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان (بدن و رُوح) رابطہ و وصل کو برقرار کیا ہے۔

بہر صورت رُوح ایک ایسی حقیقت ہے جس کو انسان دیکھ نہیں سکتا۔ بدن مادّہ ہے اور رُوح مجرّدات سے ہے۔ اگر انسان رُوح کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو بھی مجرد ہونا چاہئے پھر دیکھ سکے گا۔

بقول شاعر۔

رو مجرّد شو مجرّد رابہبین بدن ہر چیز را شرط است این

ترجمہ شعر: مجرد ہو جاؤ تا کہ مجرد کو دیکھ سکو، کیونکہ ہر چیز کے بدن کی یہ شرط ہے۔

اسی لحاظ سے جب کافروں نے حقیقت رُوح کے متعلق حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سوال کیا آنحضرتؐ نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ خداوند کریم نے خطاب کیا اور فرمایا: "تجھ سے رُوح کی حقیقت پوچھنا چاہتے ہیں تو جواب میں کہہ دو: رُوح عالم بالا سے ہے اور میرے پروردگار کا امر ہے"۔ اگرچہ رُوح کی حقیقت کو پہچاننا، سمجھنا اور جاننا بہت مشکل امر ہے لیکن اگر انسان اپنے آپ کو عالم مادّیت سے آزاد کرے اور حیوانی صفات مثلاً شہوت پرستی، غضب و غصہ، حسد و بخل، کینہ وری، دکھاوا، دھوکہ وغیرہ کو اپنی ذات سے دُور کرے اور اس کے بدلے میں خدا سے رابطہ قائم کرے اور پاکیزہ نیت کے ساتھ خدا کی اطاعت و عبادت اور مناجات میں مشغول ہو جائے اور اس کی طرف توجہ کرے اور خدا کے علاوہ کسی کو اپنے کاموں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے اور خدائی رنگ اپنے اُوپر چڑھا لے تو پھر رُوح اور عالم مجرّدات سے رابطہ برقرار کر سکتا ہے اور ان کے زمرہ و گروہ سے ہو سکتا ہے جس طرح کہ اس کا بہترین نمونہ پیغمبر گرامی اسلام کی ذات والا صفات ہے۔

انسان کی غرض خلقت

اہم ترین سوالات میں سے ایک سوال جو ہر انسان اپنے آپ سے یا دوسروں سے کرتا ہے یہ ہے کہ ہم کا ہے کیلئے خلق کیئے گئے ہیں۔ انسان کی خلقت کا مقصد اور اس جہان میں آنے کا ہدف کیا ہے؟ بہر صورت ایک گروہ انسانوں کا پیدا ہو رہا ہے اور ایک گروہ انسانوں کا اس جہاں سے جا رہا ہے

Presented by www.ziaraat.com

اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو رہا ہے۔اس آنے جانے سے مقصود کیا ہے؟اگر ہم انسان اس کرۂ ارض پر زندگی نہ گزارتے تو اس عالم کی فضا خراب ہو جاتی اور اس کو کس طرح کی مشکلات سامنے آتیں؟ کیا ہم چاہتے کہ ہم سمجھیں کیوں آئے ہیں اور کیوں چلے جاتے ہیں؟

تو اس سوال کے جواب میں کہ غرض خلقت انسان کیا ہے؟ پہلے ہم آیات کو بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد روایات کو نقل کریں گے:

(۱) قرآن میں نازل ہوا ہے کہ خلقت انسان کا ہدف عبادت خدا ہے۔چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ (سورۂ ذاریات:۵۶) "(خداوند کریم فرماتا ہے) میں نے جنوں اور انسانوں کو خلق نہیں مگر عبادت کے لئے (خلق کیا ہے)"۔اس آیت مبارکہ نے انسان کی غرض خلقت اور ہدف تخلیق عبادت و بندگی کو قرار دیا ہے۔اور مسئلہ عبودیت ہی آیت مبارکہ کی بنیاد ہے اور وضاحت کے ساتھ جنوں اور انسانوں کی خلقت کا آخری ہدف عبادت کو قرار دے رہی ہے۔چنانچہ یہی عبودیت و بندگی ایک انسان کے رُوح کے تکامل کی انتہاء اور قُرب خدا کا ذریعہ ہے۔ نیت عبودیت ہی خدا کی پاک ذات کے سامنے تسلیم محض اور سپُردگی کی آخری منزل ہے اور زندگی کے تمام حصّوں میں بے قید و شرط کے حکم کی تابعداری اور اطاعت کرنا عبودیت کہلاتی ہے اور آخر کار کامل عبودیت یہ ہے کہ انسان سوائے معبود حقیقی یعنی کمال مطلق کے کسی کو نہ دیکھے اور اسی کی طرف قدم آگے بڑھائے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے حتیٰ کہ اپنی ذات کو بھی بھلا ڈالے۔

(۲) ایک دوسری آیت میں انسان کی موت و حیات کی خلقت کا مقصد جو کہ خدا کی مالکیت و حاکمیت کی قسموں میں سے ایک ہے حُسن عمل کے امتحان کو قرار دے رہی ہے اور فرماتا ہے: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (سورۂ ملک:۲) "خدا وہ ہے جس نے موت و حیات کو خلق کیا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے"۔

اس آیت مبارکہ میں خدا نے موت و حیات کی خلقت کا ہدف حُسن عمل کو قرار دیا ہے۔کثرت عمل خدا کے پیش نظر نہیں ہے کیونکہ عمل کی کثرت اگر خالص اور خدا کی رضایت کیلئے نہ ہو تو سوئی کے نکہ

Presented by www.ziaraat.com

کے برابر بھی کوئی فائدہ نہیں رکھتی اور موثر و مفید نہ ہوگی اور اگر عمل کم اور چھوٹا ہو مگر خالص ہو ریا کاری اور خود نمائی سے پاک ہو تو بے حد درجہ کی اہمیت کا حامل ہوگا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''آیت میں مقصود یہ نہیں ہے کہ تم میں سے زیادہ عمل کون کرتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تم میں سے صحیح عمل کون انجام دیتا ہے اور عمل صحیح وہ ہے کہ جس عمل میں خدا پرستی اور پاک نیت رکھتے ہوں، پھر فرمایا: عمل کو آلودگی سے بچاؤ کیونکہ آلودگی خود عمل کے انجام دینے سے سخت تر ہے چنانچہ خالص و صالح عمل اس عمل کو کہتے ہیں جس میں خدا کے سوا کوئی دوسرا تیری تعریف اور تمجید نہ کرے''۔ (صافی، ج:۲، ص:۲۴۲)

(۳) ایک دوسری آیت میں خلقت انسان کے ہدف کو تمام انسانوں کی بخشش اور رحمت کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ (سورۂ ھود: ۱۱۸-۱۱۹) ''اگر خداوند متعال چاہتا تو تمام انسانوں کو اُمت واحد بنا دیتا لیکن اس طرح کا کام خدا نے نہیں کیا۔ سارے انسان آپس میں اختلاف رکھتے ہیں (اور اختلاف کرتے رہیں گے) مگر وہ جس پر تیرا رب رحمت کرے اور خدا نے ان کو وسیع رحمت کے سایہ میں رہ کر کمال و تکامل کے حصول کیلئے خلق کیا ہے۔ چنانچہ خداوند کریم نے اس آیت مبارکہ میں انسان کی خلقت کا ہدف اس کی رحمت تک پہنچنے کو قرار دیا ہے اور رحمت خدا کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، سب اس کی رحمت سے فیضیاب ہو سکتے ہیں (اگر اس کی رحمت کے طلبگار ہوں) اگر سارے لوگ خدا کی وسیع رحمت کی چھتری تلے آنا چاہیں تو راستہ کھلا ہوا ہے۔ جب بھی خدا کی اس رحمت اور بخشش سے فائدہ اُٹھانا چاہیں تو جنت اور سعادت ابدی کے دروازے اُن پر کھول دیئے جائیں گے۔

بہر صورت آیات گذشتہ نے خلقت انسان کے تین اہداف و مقاصد کو بیان کیا ہے:

(۱) خدا کی بندگی و عبادت

Presented by www.ziaraat.com

(۲) حسن عمل کی آزمائش نہ کہ کثرت عمل

(۳) رحمت خدا اور اس تک پہنچنا

ہوسکتا ہے بعض حضرات یہ خیال کریں کہ یہ تینوں اہداف ایک دوسرے سے متضاد ہیں جبکہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں بعض اہداف مقدماتی ہیں اور بعض اہداف درمیانے ہیں اور بعض اہداف تمام مقدماتی ومتوسط اہداف کا ہدف ہیں اور کچھ اہداف اس کا نتیجہ ہیں۔ بالفاظ دیگر اصلی ہدف وہی خدائی عبادت وبندگی ہے جس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ حسن عمل میں آزمائش انسان کی خلقت کا مقصد قرار پایا عبادت وبندگی کے راستے کا ہدف ہے اور خدا کی رحمت وبخشش تک پہنچنا عبودیت وبندگی خدا کا نتیجہ ہے۔

اس ترتیب سے واضح ہو گیا کہ خلقت انسان کا ہدف آیات قرآنی کے مطابق خداوند متعال کی عبادت وبندگی ہے اور ہم سب خدا کی عبادت کیلئے خلق کیئے گئے ہیں اور عبادت کا نتیجہ خدا کی معرفت اور کمال انسانیت ہے۔

روایات کی روشنی میں خلقت انسان کا فلسفہ

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے فرمایا۔ خداوند کریم نے انسانوں کو خلق نہیں فرمایا مگر اس لئے کہ اس کی معرفت وپہچان حاصل کریں، جب اس کو پہچان لیں تو اس کی عبادت کریں اور جب اس کی عبادت وبندگی کریں تو غیر خدا کی بندگی سے دُور ہو جائیں (یعنی جب خدا کی بندگی کریں تو دیگر سب بندگیوں کو ترک کر دیں)"۔ (علل الشرائع صدوقؒ)

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے قول پیغمبرؐ کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے لوگو! جب تک توانائی رہے عمل کرو، لہٰذا اس ہدف تک پہنچنے کیلئے راستہ کو آسان اور ہموار کر دیا ہے کیونکہ انسانوں کو جس مقصد کیلئے خلق کیا گیا ہے اس کی کامل طور پر آمادگی رکھتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام موسیٰ ابن جعفر علیہم السلام فرماتے ہیں کہ:

"خدا نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے خلق کیا ہے کہ اس کی اطاعت وعبادت کریں، اس کی نافرمانی اور معصیت کاری نہ کریں تو چونکہ اطاعت وعبادت کیلئے ان کو خلق کیا ہے۔ پس لعنت ہے اُن لوگوں پر جو آنکھوں کو بند کر دیں اور جہالت کو ہدایت پر ترجیح دیں (ظلمت وگمراہی کو نور وہدایت پر مقدم سمجھیں)"۔(علل الشرائع صدوقؒ)

اس روشن بیان سے معلوم ہو گیا کہ عالم دنیا کے بعد بھی حیات انسان جاری رہے گی تا کہ اصل کمال تک پہنچ جائے اور جس بیج کو دنیا کی کھیتی میں بویا ہے اس کو آخرت کے دن کاٹ لے۔

وجود انسان کا مبدأ

اس مقام پر ضروری سمجھتا ہوں کہ وجود انسان کے مبدأ کے رابطہ اور اس کی کیفیت کے بارے میں بحث کریں تا کہ اس عظیم ہستی وعالم کو بہتر طریقہ سے پہچان لیں اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے قول کے مطابق کہ آنحضرت فرماتے ہیں:

"اے انسان تو فکر کرتا ہے کہ تو ایک چھوٹی اور کمزور مخلوق ہے جبکہ تیرے اندر عالم کائنات کو پنہاں کر دیا گیا ہے"۔(دیوان علی علیہ السلام، شعر:۴۰۰)

عالم که در آن نورِ خدا جلوه گر است   لوحیست که مجموعهٔ هر خیر و شر است

انسان که از او منتخبی مختصر است   از هرچه کسی گمان برده بهره ور است

انسان نه ضعیف و ناتوانی   اندر تو نهفته یک جهانی

اسرار و رموز عالم کون   حق در تو نموده بایگانی

ترجمہ اشعار:

(۱) عالم ہستی ہے کہ جس میں خدا کا نور جلوہ گر ہے اور یہ جہاں وہ لوح ہے جو خیر وشر کا مجموعہ ہے۔

(۲) اور انسان اس جہان کا مختصر مگر منتخب شدہ مخلوق ہے اور جو کچھ اس عالم جہاں کے اندر ہے اس سے بہرہ مند ہونے والا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۳) اے انسان تو ضعیف وناتواں نہیں ہے کیونکہ تیرے اندر ایک جہاں کو پنہاں کر دیا گیا ہے۔

(۴) عالم کون ومکان کے تمام اسرار ورموز کو حق تعالیٰ نے تیرے اندر ودیعت کر دیے ہیں۔

ہاں! انسان حقیقت خلقت کے اعتبار سے سارے جہان کے اسرار و رموز کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے اور اگر معنویت وروحانیت کے اعتبار سے درجہ کمال تک پہنچ گیا تو اس کا دل عرش خدا کی منزلت کو حاصل کرلے گا۔ چنانچہ انسان دیگر جانوروں کی طرح جو کہ کئی اعضاء اصلی سے وجود میں آتے ہیں ایک مخصوص عنصر اصلی بنام تخم (بیج) سے وجود میں آیا ہے۔ گذشتہ ادوار میں انسانی نطفہ کو عام نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جبکہ وجود انسان کا اصلی خمیر مائع ہے لیکن علمی تحقیقات کی پیشرفت سے ثابت ہو گیا کہ مطلب کی حقیقت بہت اہم ہے کیونکہ مرد کے ایک سینٹی میٹر نطفہ میں ایک سو (۱۰۰) سے لے کر بیس کروڑ تولیدی جراثیم تیر رہے ہوتے ہیں اور وہ جراثیم اس قدر باریک ہوتے ہیں کہ ایک دانشور ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اگر کرۂ ارض کے تمام انسانوں کے جراثیم کو جو کہ نسل انسان کی پیدائش کا سبب بن سکیں ایک ظرف میں جمع کیا جائے تو اس کا مجموعہ ایک انگشت کے پپور کے برابر نہیں ہو سکتا۔

بہرصورت مرد اور عورت کے نطفہ کے جراثیم کی شکلیں الگ الگ ہوتی ہیں، وہ جراثیم جو مرد کے آلہ تناسل کی جڑ میں پرورش پاتے ہیں ایسے جراثیم ہیں جن کی لمبائی ۶۰ میکرون ہے (میکرون ملی میٹر کا ہزارواں حصہ ہوتا ہے) جن کو (اسپر ماتو زوئید) کہتے ہیں۔ یونانی زبان میں (اسپرمات) جو کہ منی کے معنی میں اور (زو) حیوان کے معنی میں اور ائید تشبیہی علامت کو کہتے ہیں لہٰذا اسپر ماتو زوئید کا معنی وہ حیوان جو منی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ جراثیم جو عورت کی شرمگاہ کی جڑ میں پرورش پاتے ہیں ایسے جراثیم ہیں جو گروی شکل کے ہوتے ہیں اور ملی میٹر کے دو تا تین دہم ملی میٹر حصہ کو کہتے ہیں جن کو اوول کہتے ہیں اور یونانی زبان میں (او) تخم کو اور (اوّل) چھوٹا ہونے کی علامت ہے لہٰذا اوول یعنی انتہائی چھوٹے تخم کو کہتے ہیں۔

پس ان جراثیموں اور انسان کے بدن کے جراثیموں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک چوبیس (۲۴) کروموسوم پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ انسان کے بدن کے جراثیم اڑتالیس (۴۸)

Presented by www.ziaraat.com

کروموسوم پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب یہ دونوں جراثیم رحم کے اندر جمع ہوتے ہیں تو ایک تیسرا جرثومہ وجود میں آتا ہے جس کو تخم کہتے ہیں جو کہ اڑتالیس (۴۸) کروموسوم پر مشتمل ہوتا ہے اور وہی انسان کے وجود کا مبدأ کہلاتا ہے (مبدأ یعنی جس سے انسان کی ابتداء ہوئی ہے)۔ پس یہ تخم ابتدائی طور پر دو جراثیم میں تقسیم ہوتا ہے اور تھوڑی دیر آرام و استراحت کے بعد یہ دونوں جراثیم کی طرف تقسیم ہو جاتے ہیں، پھر وہ جراثیم آٹھ جراثیم میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ یہ تقسیم و تکثیر جاری رہتی ہے یہاں تک کہ پہلا جرثومہ اپنے کمال کو حاصل کر لیتا ہے یعنی اس پے در پے تقسیم و تکثیر کی وجہ سے اس قدر جراثیم وجود میں آتے ہیں کہ بدن کے تمام اعضاء و جوارح اپنی تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔

❁ آئندہ بعنوان نطفہ اس کے متعلق زیادہ بحث کی جائے گی ❁

بہر حال اس چھوٹے سے ذرہ میں اس قدر طاقت اور استعداد ذخیرہ کی گئی ہے کہ خداوند کریم کی قدرت کے اسرار و رموز کی ایک مکمل کتاب ہے۔

اشعار

جانور از نطفه می کند شکر از نی	برگ تراز چوب خشک و چشمه خارا
شربت نوش آفرید از مگس نحل	نخل تناور کند ز دانه خرما
حاجت موری به علم غیب بداند	دربن چاهی به زیر صخرهٔ صما
از ہمگام بے نیاز و بر ہمه مُشفق	از ہمه عالم نہاں و بر ہمه پیدا
پر تو نور سرادقات جلالش	از عظمت ماوری فکرت دانا
بارِ خدایا مُہَیْمِنیٰ وَ مُدَبِر	از ہمه عیبی مُنَزِّہی وَ مُبَرَّا
ما نتوانیم حق حمد تو گفتن	با ہمه کرّو بیان عالم بالا

ترجمہ:

(۱) ہر جاندار نطفہ کی وجہ سے وجود کو پاتا ہے اور تر پتہ خشک ٹہنی اور پتھریلے چشمہ کے پانی سے وجود کو حاصل کرتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۲)اور شہد کی مکھی کے پیدا کردہ شہد سے پینے والا شربت تیار ہوتا ہے اور کھجور کا درخت کھجور کی گٹھلی سے تناور درخت بنتا ہے۔

(۳)میری حاجت کو علم غیب سے جانتا ہے اور سخت پتھر کے نیچے سے چشمہ اپنی بنیاد دیتا ہے۔

(۴)ہر ایک سے بے نیاز اور ہر ایک پر شفقت کرنے والا اور عالم ہستی کی ہر چیز سے چھپا ہوا اور ہر چیز پر ظاہر ہونے والا۔

(۵)اور اس کے جلال کے نوری سراپردوں کے عکس کو تیری فکر کی بلندی سے بالاتر ہو کر سمجھا جاسکتا ہے۔

(۶)اے خداوند جہاں! تو مُھَیمِن اور مُدَبِّر ہے اور ہر عیب و نقص سے منزہ و مبرا ہے۔
(مُھَیمِن یعنی امن وامان پیدا کرنے والا نگہبان اور مُدَبِّر ادارہ کرنے والا، چارہ سازذات)

(۷)ہم تیری حمد کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتے ہاگر چہ عالم بالا کے مقربین بارگاہ بھی مل جائیں۔

پس اگر ہم صحیح طریقہ سے اس کے متعلق غور وفکر کریں تو خدا کی پہچان کا بہترین راستہ ہے کہ کس طرح پانی کے ایک قطرہ کے اندر اس قدر اسرار و رموز کو ذخیرہ کر دیا ہے اور پانی کے ایک قطرہ کے لئے کس طرح کا عجیب سفر تکامل و کمال قرار دے دیا ہے، اور اس بات کو بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اسرار حیات میں سے ایک راز یہ ہے کہ نطفہ اس کا سرچشمہ ہے، یعنی ہر زندہ وجود چھوٹا بڑا جانداروں کا اس بے مقدار قطرہ آب یعنی نطفہ سے وجود میں آتا ہے خواہ وہ کوئی چھوٹا جانور ہو یا ہاتھی اور سمندری مچھلی ہو۔ایک زندہ وجود کے انتقال نطفہ کے ساتھ وجود میں آتا ہے اور اس طریقہ خلقت کے علاوہ کبھی بھی حیات جدید کی پیدائش امکان پذیر نہیں ہو سکتی۔ہر زندہ وجود اپنی زندگی کا آغاز نطفہ سے کرتا ہے اور پھر مراحل کو طے کرتا ہے تب جا کر کامل جانور کی شکل وصورت اختیار کرتا ہے۔اس مرحلہ میں زندہ موجودات کی شکل وصورت بنائی جاتی ہے اور نباتات کی لطیف ٹہنیوں اور زیبا پھولوں کا نقشہ تیار کیا جاتا ہے۔پرندوں کو بال و پر اور خوبصورت چونچ، درندوں کو تیز تر پنجہ اور دل کا آٹومیٹک کام کرنے والا کارخانہ اس مرحلہ پر تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا حصہ:

انسان کی عمر کا دورانیہ

خداوند کریم کی عظیم نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت خلقت انسان ہے۔انسان کی پیدائش یہ عالم ہستی کا خوبصورت ترین مجموعہ، یہ مخلوقات کا خلاصہ، یہ عالم صغیر جس میں عالم کبیر چھپا ہوا ہے۔ خداوند متعال کی بے نظیر اور بے مثال نعمت عظمیٰ ہے کیونکہ اس کے وجود کا ہر پہلو خدا کی عظیم نعمت ہے۔ اگر چہ ابتداء میں انسان کا وجود ایک بے اہمیت نطفہ ہوتا ہے، بالفاظ صحیح تر ایک جرثومہ ہے جو کہ بے قیمت نطفہ میں تیر رہا ہوتا ہے لیکن ربوبیت پروردگار کے سایہ میں اس طرح تکامل کے مراحل کو طے کرتا ہے کہ موجودات عالم میں خلقت کے لحاظ سے اشرف المخلوقات کے اعلیٰ ترین مقام و درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

جب ہم نے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر کے دورانیہ عمر کو جو کہ از خاک تا خاک یا از خدا تا خدا تھا کو بیان کیا ہے تو ہم نے کہا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ایک دورانیہ قبل از ذکر کا بھی ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ: "انسان پر ایک طویل دورانیہ بھی گزرا ہے جس میں قابل ذکر چیز نہ تھا"۔ (سورۂ دھر:۱)۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام خلقت و تکامل کے دورانیہ میں فرشتوں کے درمیان قابل ذکر چیز قرار پائے۔ اسی طرح انسان (یعنی اولاد آدم علیہ السلام) ایک طویل زمانہ گزرا جس زمانے میں قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ان کے ذرّے اور اجزاء پورے جہان کے اندر بکھرے ہوئے پڑے تھے (اور کوئی انسان اولاد آدم علیہ السلام میں سے بصورت انسان موجود نہ تھا کہ قابل ذکر چیز ہوتا)۔

Presented by www.ziaraat.com

انسانوں کے ابتدائی ذرّات واجزاء

انسانوں کے ذرّات کا پہلا مرحلہ

انسانوں کے ذرّے اور اجزاء جو کہ مٹی کے ڈھیروں، سمندری پانی کے قطروں کے درمیان، نہروں کے اندر، غذاؤں، پھلوں، بوٹیوں کے درمیان، زمین کی فضائی ہوائیں، باپوں کے صلبوں، اور ماؤں کے رحموں میں گمشدہ چیز کی طرح بکھرے ہوئے تھے اور کوئی خبر واثر، نام ونشان موجود نہ تھا اور کسی کو ان کے حال واحوال کی کوئی خبر واطلاع نہ تھی۔ چنانچہ تکاملی مراحل کو طے کرنے کے بعد جب قابل ذکر چیز قرار پائے تو پھر قابل ذکر وجود کی صورت میں تبدیل ہوئے۔ اس مقام پر مناسب ہے کہ ہم انسانوں کے قبل از ذکر گزرے ہوئے عالم اور موجودہ عالم کہ جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں کے بارے میں بحث کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ انسان نے کتنے مراحل طے کر لئے ہیں اور کتنے مراحل باقی رہتے ہیں کہ جن کو اس نے طے کرنا ہے تا کہ آخری منزل تک پہنچ جائے جس کو جنت اور جہنم کہتے ہیں۔ تو جس طرح آیات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اوّل سے آخر تک بیس (۲۰) مرحلوں کو طے کرتا ہے کہ جن میں سے چند مرحلے اب تک گزر چکے ہیں اور کچھ مرحلے ابھی باقی ہیں کہ انسان انتہائی تیزی کے ساتھ ان کی طرف رواں دواں ہے۔

ذکر سے پہلے اور گذشتہ مراحل تقریباً آٹھ ہیں، ہر مرحلہ کو اس سے مربوط آیات کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں اور اس مقام پر گذشتہ وآئندہ مراحل عمر انسان کے درمیان رابطہ سے مطلب کو شروع کرتے ہیں۔ پس گذشتہ وآئندہ مراحل کی ترتیب اس طرح ہے:

پہلا مرحلہ مٹی کے بیان میں

انسان کی خلقت اور اس کی کیفیت تخلیقی کے بارے میں آیات الٰہی مٹی کو پہلا مرحلہ قرار دے رہی ہیں کہ مٹی کس طرح انسان بن جاتی ہے؟ اور وہ کتنے مراحل ہیں جن سے مٹی گزر کر انسان کی شکل اختیار کرتی ہے، مٹی کس طرح نباتات اور نباتات کس طرح نطفہ بنتی ہے اور نطفہ کتنے مراحل طے کر کے

Presented by www.ziaraat.com

انسان کی صورت میں پہنچتا ہے، کس طرح مٹی عالم موجودات سے عالم نباتات میں قدم رکھتی ہے اور وہاں سے عالم حیوانات کی طرف راستہ لیتی ہے اور پھر حیوانیت سے انسانیت میں جا کر اپنے تکامل کو حاصل کرتی ہے؟

خداوند کریم اپنے کلام پاک میں چھ آیات کے اندر خلقت انسان کو مٹی سے قرار دیتا ہے۔ قرآن پہلے انسان کی خلقت کو بیان کرتا ہے جو کہ مٹی سے ہے اور اور انسان کیلئے خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ فرماتا ہے:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ (سورۂ روم: ۲۰)

''اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے خلق کیا ہے، پھر تم بشر کی صورت میں زمین کے اُوپر پھیل گئے''۔

اس آیت مبارکہ میں عظمت خدا کی دو نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

(۱) ایک اُن میں سے مٹی سے انسان کی خلقت ہے اور ہو سکتا ہے پہلے انسان کی خلقت یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہو یا تمام انسانوں کی خلقت مٹی سے ہوئی ہے کی طرف اشارہ ہو کیونکہ وجود انسان کو تشکیل دینے والا غذائی مواد واسطہ کے ساتھ یا بلا واسطہ مٹی ہی سے لیا گیا ہے۔

(۲) اور دوسری نشانی نسل انسان کی کثرت اور اولاد آدم علیہ السلام کا زمین کے تمام خطوں میں منتشر ہونا ہے۔ کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کے اندر پھیل جانے والی خصوصیت کو ودیعت نہ کیا جاتا تو بہت جلدی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا اور اس کی نسل ختم ہو کر رہ جاتی۔

قرآن کریم اس آیت مبارکہ میں انسان کے مادّہ اوّلیہ کو جو کہ پہلے انسان کی خلقت کی حقیقت ہے مٹی سے بیان کر رہا ہے کیونکہ مواد غذائی جو زمین کے اندر وجود رکھتا ہے دانوں اور بیجوں کو کاشت کرنے کے بعد وہ مواد غذائی ان کی جڑوں میں چلا جاتا ہے اور بیج نباتات کی شکل میں آ کر حیوانات کی غذا بن جاتا ہے اور انسان حیوانات، نباتات اور درختوں کے پھلوں سے استفادہ کرتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

اوران کے کھانے سے انسانی نطفہ تیار ہوتا ہے۔

بہر صورت مواد غذائی (خواہ حیوانی ہو یا نباتاتی) جو کہ انسانی جسم کو حتیٰ کہ اُس کے نطفہ کو تشکیل دیتا ہے تمام تر اس کا سرمایہ مٹی ہے جو کچھ انسان کھاتا ہے اور جتنا مواد مٹی میں چھپا ہوا ہے سب کی بازگشت مٹی کی طرف ہوتی ہے (مٹی سے باہر آیا ہے اور مٹی ہی میں چلا جائے گا)۔

ہاں! مٹی پہلا مرحلہ ہے اور انسان اپنی تمام عظمتوں، قوتوں اور شائستگی کے ساتھ اسی مٹی سے خلق ہوا ہے۔ وہ انسان جو دنیا کے تمام موجودات اور مخلوقات سے افضل و برتر ہے بے قیمت مٹی سے وجود میں آیا ہے، وہ مٹی جو بے قیمتی میں ضرب المثل بن گئی ہے، وہ مٹی جو پاؤں میں پڑی رہتی ہے اور حرکت و احساس سے خالی ہے اور بے خبری کے عالم میں خدا کی قدرت سے نطفہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد کامل انسان وجود میں آجاتا ہے۔ بعض مفسّرین نے احتمال دیا ہے کہ آیت مذکورہ میں مٹی سے انسان کی خلقت کا ہونا اس پہلے انسان حضرت آدمؑ کی خلقت مراد ہے مگر متعدد آیات قرآن (قریباً چھ آیات) سے پتہ چلتا ہے کہ آیت میں اشارہ موجودہ انسان کی طرف ہے نہ کہ اس پہلے انسان حضرت آدمؑ کی طرف ہے کیونکہ آیات کا سیاق انسان کے مراحل تکامل کو ذکر کرتا ہے جو نطفہ، علقہ، مضغہ اور نتیجتاً انسان کا کامل ہونا ہے۔

خداوند متعال نے قرآن مجید میں چھ دفعہ انسان کی خلقت کو مٹی سے اور آٹھ دفعہ طین (آب و گل) سے ذکر کی ہے۔ ہاں! وہ خدا ہے کہ جو کچھ دنیا میں خلق کیا ہے، بہترین طریقہ خلقت کے ساتھ خلق کیا جس سے بہتر اور کامل تر طریقہ تصور انسان میں نہیں آسکتا اور انسان کی عظیم خلقت کے قصر کی بنیاد کو احسن تقویم قانون کے مطابق رکھا ہے اور مختلف قسم کے پھولوں کو مختلف قسموں کی خوشبو عطا کی ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے مٹی کو رُوح و جان دی ہے اور اُس سے آزاد اور ہوش و عقل رکھنے والا انسان بنایا ہے اور اسی سیاہ و بدبودار مٹی سے کبھی انسان اور کبھی دل انگیز پھولوں کو اور کبھی رنگ برنگ پھلوں کو اور کبھی دوسرے عجیب و غریب مخلوقات کو پیدا کرتا ہے تاکہ اپنی عظمت و قدرت کا اظہار کرے کہ میں نے اس طرح کی برجستہ مخلوق کو عام اور بے قیمت مادّہ سے خلق کیا ہے اور نیز انسان کو خبردار

Presented by www.ziaraat.com

کرے کہ تو کہاں سے آیا ہے اور تو نے کہاں جانا ہے۔ بے جان اور مردہ مٹی کہاں اور خوبصورت و زندہ انسان کہاں، بے حس و حرکت مٹی کہاں اور عاقل و ہوشیار انسان کہاں، بے قیمت پاؤں کے نیچے آنے والی مٹی کہاں اور صاحب حس و حرکت فاعل با ارادہ شان و شوکت کا مرکز انسان کہاں، پست اور میلی مٹی کہاں اور صاحب شرافت و شعور انسان کہاں۔

شعر:

دہندہ ای کہ بہ گل نگہت و بہ گِل جان داد

بہ ہر کہ آن چہ سزا دید حکمتش آن داد

عطا کرنے والا جس نے پھول کو خوشبو اور مٹی کو روح عطا کی ہے

اس کی حکمت و دانائی نے جس کو جو کچھ عطا کرنا مناسب سمجھا عطا کر دیا

اس بحث کے آخر پر اس مطلب کی یاد آوری ضروری ہے کہ جسم انسان کے ایک قابل توجہ حصہ کو پانی (قریباً ۷۰%) تشکیل دیتا ہے اور دوسرے حصہ کو آکسیجن اور کاربن جن کو مٹی سے نہیں لیا گیا۔ لیکن انسان کے پورے بدن کے اصلی مادہ اور قالب کو وہ مواد تشکیل دیتا ہے جس کو مٹی سے حاصل کیا گیا ہے اور یہ تعبیر کامل طور پر صحیح ہے کہ انسان مٹی سے وجود میں آیا ہے اور اس کے مادہ اولیہ کو مٹی سے حاصل کیا گیا ہے۔

مٹی سے حاصل شدہ غذا کے بیان میں

دوسرا مرحلہ نچوڑ مٹی

عصارۂ گل یعنی مٹی کا نچوڑ اس مواد غذائی کو کہتے ہیں جو مٹی سے لیا جاتا ہے۔ وہی ذرے اور مواد جو مٹی کے اندر چھپا ہوا ہے۔ جب بیج اور گندم کا دانہ مٹی کے اندر پنہاں ہو جاتا ہے تو پانی مٹی اور جو قوت دانے کے اندر موجود ہے ان کی وجہ سے بیج حرکت میں آجاتا ہے اور بڑھنا پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایک وقت آجاتا ہے کہ جمادات سے نباتات کی شکل و صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جب دانہ اور

Presented by www.ziaraat.com

بیج مٹی میں چھپتا ہے تو پہلے جڑ نکلتی ہے، جڑ مٹی سے غذائی مواد حاصل کرتی ہے اور اپنے اندر جذب کرتی ہے، پھر وہی غذائی مواد ٹہنیوں کی طرف منتقل ہوتا ہے اور ٹہنیاں اُسی مواد کو پھوں اور پھلوں تک پہنچاتی ہیں اور پھل انسان کی غذا بن جاتے ہیں اور وہی مواد غذائی ہے جس کو نباتات مٹی سے حاصل کرتے ہیں اور اپنے اندر اس کو ذخیرہ کر لیتے ہیں اور حیوانات ان کو کھاتے ہیں اور انسان اُن حیوانات اور اُن سے حاصل شدہ چیزوں کو اپنی غذا کے طور پر کھاتا ہے۔ اس جگہ سے حرکت شروع کر دیتا ہے اور تکامل کی طرف بڑھتا ہے۔ ابھی تک اگرچہ یہ مواد مٹی کے اندر لاکھوں سالوں سے بے حس و حرکت اور خاموش تھا لیکن اب وہ مواد حس و حرکت اور جوش میں آتا ہے جو جمادات میں سے تھا جس کے اندر کوئی حرکت نہ تھی وہ حرکت میں آتا ہے اور نشو ونما پاتا ہے، درک و احساس کو پیدا کرتا ہے کیونکہ اگر اس کو پانی نہ ملے تو مردہ اور بیمار ہو جاتا ہے اور اگر اس کی حفاظت نہ کی جائے تو وہ خشک ہو جاتا ہے اور حرکت نہیں کر سکتا۔ پس اگر اس پر توجہ دی جائے تو نشو ونما پاتا ہے، خوشحال ہو جاتا ہے اور انسان کو زیادہ مواد غذائی فراہم کرتا ہے اور زندگی کو سکون و اطمینان عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم عُصارۂ گِل (مٹی کے محصولات غذائی) کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ﴾ (سورۂ مومنون: ۱۲)

"بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے نچوڑ سے خلق کیا ہے"۔

انسان مختلف عناصر کا مجموعہ ہے اور وہ کاربن، آکسیجن، ہائیڈروجن، فاسفورس، گوگرد، آئرن، پوٹاشیم وغیرہ ہیں۔ اور یہ تمام عناصر گِل مٹی (کیچڑ) کے اندر موجود ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دانہ اور بیج جس کو انسان زمین کے اندر کاشت کرتا ہے تو وہ سورج کی گرمی، پانی اور زمینی ضروری مواد کو حاصل کرتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد سرسبز درخت یا خوبصورت نباتات کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور حیوان اس نباتات اور سبزے کو کھا لیتا ہے اور انسان حیوان اور اس سے حاصل شدہ چیزوں کو یا پھر خود اُس سبزی کو کھاتا ہے۔ چنانچہ وہ مواد جو نباتات یا سبزے کی صورت میں ہے وہی مواد ہے جو ابھی تک مٹی اور کیچڑ کے اندر موجود تھا، (مثلاً: چونا، لوہا، چاندی، سونا، کیمیائی مواد) اور انسان کیچڑ کا نچوڑ یا مٹی سے جدا شدہ

Presented by www.ziaraat.com

مخلوق ہے۔اس لحاظ سے ایک آدمی کے بدن کے عناصر کی بہترین غذا زندہ اور تازہ عناصر کا فراہم کرنا ہے جو انسان کی غذا بھی شمار ہوتے ہیں اور اُن حیوانات کی غذا بھی بنتے ہیں جن کے گوشت اور اُن سے حاصل شدہ چیزوں سے انسان غذا حاصل کرتا ہے۔انسان اور حیوانات کھیت کی تازہ سبزیوں سے استفادہ کریں تاکہ بغیر کسی واسطہ کے انسان اور حیوانات کے بدن کو بہترین نباتاتی غذا حاصل ہو سکے اور گوشت، دُودھ کی صورت میں حیوانات کے سبب سے زیادہ مفید عناصر آدمی کے بدن میں وارد ہوسکیں۔

بہرصورت مواد خوراکی کے عناصر کا تازہ اور زندہ ہونا اسلام کی نظر میں بہت اہمیت رکھتا ہے، حتیٰ کہ قرآن سمندر کی تعریف میں سمندر کو ایک ایسی جگہ قرار دیتا ہے جس کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت تر و تازہ شکار شدہ مچھلی کو قرار دیتا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ (سورۂ فاطر:۱۲)

"تم سمندر سے تازہ گوشت کھاتے ہو"۔

اس آیت مبارکہ میں سمندر کے فوائد سے ایک فائدہ کو ذکر کیا گیا ہے۔اور وہ مواد خوراکی ہے جو سمندر کے اندر وافر مقدار میں موجود ہے، جس سے انسان دبشر استفادہ کرتا ہے۔ہر سال کئی ملین ٹن تازہ گوشت سمندر سے حاصل کر کے مصرف کیا جاتا ہے اور قرآن نے جو تازہ گوشت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ پُرانے گوشت سے انسان اتنا غذائی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا جتنا تازہ گوشت سے حاصل کرسکتا ہے۔تازہ اور صاف ستھرے مواد غذائی کے علاوہ قرآن نے صاف اور ستھری زمین کو بہت اہمیت دی ہے کیونکہ زمین جتنی زیادہ صاف اور عمدہ ہوگی اتنی ہی بدن کے غذائی عناصر اور مواد ضروری کو زیادہ فراہم کرے گی اور تمام مواد خوراکی کو سبزیوں اور پھلوں کی صورت میں بدن انسان تک پہنچائے گی۔

Presented by www.ziaraat.com

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۔﴾

(سورۂ اعراف:۵۸)

"صاف ستھری زمین، فائدہ مند، مفید اور پُر برکت سبزیوں کو اپنے پروردگار کے اذن کے ساتھ باہر نکالتی ہے مگر شورہ زدہ اور خبیث باطن رکھنے والی زمین سوائے بیکار اور کم قیمت چیزوں کے کچھ نہیں نکالتی"۔

اس ترتیب کے مطابق جتنا مواد خوراکی بہتر اور اچھا ہوگا اتنا ہی انسان خوشحال اور تر و تازہ ہو گا اور جتنا مواد خوراکی جو زمین سے نکلتا ہے زیادہ اور بہتر ہوگا اتنا ہی انسان کمال و تکامل کی طرف بڑھےگا۔ چنانچہ سالم اور تندرست غذا نطفہ اور اولاد پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور اس کو سالم، تندرست اور کامل کرتی ہے، انسان کے ہوش و حواس اور استعداد کو زیادہ کر دیتی ہے۔ پیامبر اکرمؐ اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام سے بہت زیادہ روایت نقل ہوئی ہیں، جن میں انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد رُشد و کمال کو حاصل کرے تو فلاں غذا کو خود کھاؤ یا بچے کو کھلاؤ۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد خوبصورت و زیبا ہو تو فلاں پھل کو استعمال کرو اور اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد عقل، ہوش و حواس رکھنے والی ہو تو فلاں مواد خوراکی سے استفادہ کرو اور اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد کا اخلاق اچھا ہو تو فلاں غذا کو استعمال کرو (اس مسئلہ میں کتاب "وسائل الشیعہ، ج:۱۶ و ۱۷/ بحار الانوار، ج:۶۶/ کتاب وافی، ج:۲۰ کی طرف رجوع کریں!)۔

پس وہ مواد جس سے انسان وجود میں آتا ہے سارے کا سارا زمین سے باہر آتا ہے اور انسان غذا کے طور پر اُس سے استفادہ کرتا ہے اور نتیجتاً انسان اُسی غذا سے وجود میں آیا ہے۔

تیسرا مرحلہ خون کے بیان میں

جن مرحلوں سے انسان نے گزرنا ہے اُن میں سے ایک مرحلہ خون ہے۔ وہی خون جو غذاؤں سے حاصل ہوتا ہے اور غذا کے نچوڑ سے پیدا ہوتا ہے۔ جس خون میں لاکھوں کروڑوں زندہ

Presented by www.ziaraat.com

موجودات سُرخ جراثیم کی صورت میں تیر رہے ہوتے ہیں ہوا کی آکسیجن اور غذا کے زندہ مواد اور نچوڑ کو بدن کے تمام متحرک اور حساس عناصر تک پہنچاتا ہے اور خون کے ہر قطرہ میں تقریباً چالیس ملین سُرخ جراثیم ہوتے ہیں۔ چربی، شکر اور دوسرے مواد جو کہ انسانی بدن کے ہر حصّہ کیلئے ضروری ہوتا ہے ہضم شدہ غذا، غذا کے نچوڑ سے مانند باربردار گاڑی کے لوڈ کرتا ہے اور بدن کے جس حصہ میں غذا نہیں ہوتی وہاں پہنچاتا ہے اور تمام زندہ جراثیم کو فراہم کرتا ہے اور اسی مقام پر اپنے لوڈ کو خالی کرتا ہے اور پھر حرکت کرتا ہے، چربی، نشاستہ اور جلنے والے مواد کے اسٹور میں وارد ہوتا ہے وہاں سے مواد کو لوڈ کرتا ہے اور جہاں پر ضروری ہوتا ہے اس کو اَن لوڈ کر دیتا ہے۔ وہ غذا جو انسان کھاتا ہے اس میں معدنیاتی مواد اور مختلف قسم کے وٹامن ہوتے ہیں جو خون اور سُرخ جراثیم کے ذریعے تمام بدن کو ملتے ہیں کچھ ان میں سے اعصابی عناصر اور کچھ مغز کے عناصر کو اور کچھ جگر، بال، ناخن، ہڈیوں اور چمڑے کو ملتے ہیں اور بعض اُن میں سے نطفہ اور منی بن جاتے ہیں اور اس کے بعد خدا کی قدرت کے ساتھ انسان وجود میں آجاتا ہے۔ نطفہ اسی غذائی زندہ مواد سے وجود میں آتا ہے جو کہ خون میں موجود ہے۔ اس جگہ پر ضروری ہے کہ غذا اور اس کارکنوں اور معدے سے عبور کرنے اور چوتھے مرحلہ پر ہضم تک پہنچنے کے متعلق چند سطریں لکھی جائیں تا کہ خدا کی قدرت کاملہ سب پر ظاہر ہو جائے اور اس پر عقیدہ و ایمان مضبوط ہو جائے۔

تو جب انسان غذا کو منہ میں ڈالتا ہے اور چبانا شروع کرتا ہے تو منہ کے غدود دہن کے اطراف اور زبان کے نیچے ہوتے ہیں اپنے مخصوص پانی کو غذا کے اُوپر ڈالنا شروع کر دیتے ہیں اور غذا کو اس پانی کے ساتھ تر کرتے ہیں، ایک طرف تو غذا کو تر کرتے ہیں اور دوسری طرف غذا کو ہضم ہونے کے قابل بناتے ہیں۔ تو جب غذا چبائی جاتی ہے اور منہ کے مخصوص غدود کے پانی کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہے تو ایک باریک نالی جو کہ حلق کو معدے سے ملانے والی ہوتی ہے سے عبور کر کے معدے میں داخل ہو جاتی ہے اور جب معدہ اپنا مخصوص عمل انجام دے دیتا ہے تو غذائی مجرئی اس بڑی نالی کو کہتے ہیں جو کہ حلق کے نیچے سے شروع ہو کر بدن سے گزرتی ہوئی مخرج کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور مخرج اس سوراخ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے زائد اور اضافی مواد کو خارج کیا جاتا ہے۔ اس بڑی نالی کی لمبائی دس میٹر

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور اتنی بڑی نالی بدن میں جگہ کو کس طرح حاصل کر سکتی ہے تو یہ نالی مارپیچی حلقوں کی شکل وصورت میں ہوتی ہے (مارپیچی حلقے یعنی جس طرح سانپ زمین پر حلقوں کی صورت میں پیچ کھاتا ہے) اور اس نالی کا کچھ حصہ چوڑا اور باریک ہوتا ہے اور اس میں ایسے غدود موجود ہوتے ہیں جو دائمی طور پر مائع کو چھڑکتے ہیں اور غذا کو تر کرتے رہتے ہیں اور غذا کو ہضم کیلئے تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ چبائی ہوئی غذا بڑی نالی کے ذریعے معدہ میں جاتی ہے اور معدہ اس بڑی نالی کا وہ کھلا اور چوڑا غذائی حصہ ہے جس کی دیواریں چاند کی گولائی کی طرح گول ہوتی ہیں جو کہ غذا کو پھیلانے، مخلوط کرنے اور مخصوص پانی کے چھڑکنے میں بہت زیادہ مدد کرتی ہے۔ معدہ کی دیواروں میں بہت زیادہ غدود ہوتے ہیں جو کہ شیرۂ معدہ کو غذا کے اُوپر چھڑکتے ہیں اور یہ شیرۂ انتہائی طاقتور ربدنی اسید ہے (اسید Acid اور یہ یونانی Acidus سے ماخوذ ہے جو کہ معدہ کے اندر زنگ کو پیدا کرتا ہے) اور بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ انسان کا معدہ اس تیزاب سے استفادہ کرتا ہے اور غذا کے ہضم کو انتہائی آسان کر دیتا ہے اور شیرۂ معدہ کے چھڑکاؤ کی وجہ سے غذا ہضم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور چھوٹی نالی میں داخل ہو جاتی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر غذا مکمل طور پر ہضم ہو جاتی ہے اور بدن کیلئے ضروری مواد اس غذا سے جدا ہو جاتا ہے۔ معدہ اور بڑی نالی اس کو جذب کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ مواد خون میں داخل ہو جاتا ہے۔

چھوٹی نالی کی لمبائی سات میٹر ہوتی ہے جو کہ بڑی نالی کی طرح بدن کے اندر مارپیچی حلقوں کی طرح ہوتی ہے اور تقریباً پوری پیٹ کے اندر پائی جاتی ہے۔ البتہ دوسرے غدود بھی بدن کے اندر موجود ہیں اور سب اپنے مخصوص پانی کے چھڑکاؤ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تا کہ غذا مکمل طور پر ہضم ہو جائے اور ان غدود میں سے دو بڑے غدود ہوتے ہیں: (۱) ایک بنام کبد کے ہوتا ہے جسے سیاہ جگر کہتے ہیں (۲) دوسرا لوز المعدہ کہلاتا ہے جو کہ چھوٹی نالی کی ابتداء میں ہوتا ہے اور اپنے مخصوص پانی کا چھوٹی نالی کے اندر چھڑکاؤ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی چھوٹی نالی کی دیواروں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے غدود بہت زیادہ موجود ہوتے ہیں جو کہ اس نالی کے شیرہ کا چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ پس اگر معدہ، جگر، لوز المعدہ (یعنی وہ بڑا غدود جو کہ کچھا کی شکل میں معدہ کے نیچے ہوتا ہے اور ہضم غذا کیلئے

Presented by www.ziaraat.com

طاقتور شیرہ کی تولید کرتا ہے) اور بڑی چھوٹی نالیاں نہ ہوتیں تو غذا ہضم نہ ہوتی اور ضروری مواد بدن کو نہ ملتا اور نتیجتاً انسان یا مر جاتا یا پھر مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا۔

آخر کار غدودوں کے چھڑکاؤ، غذا کے ہضم اور ضروری مواد کے جذب کے بعد غذا بڑی رگ میں چلی جاتی ہے، اس جگہ پر کوئی ہضم غذا کا عمل وجود میں نہیں آتا اور وہ مقدار پانی کی جو غذا کی بڑی نالی میں باقی رہ جاتی ہے اور مختلف غدودوں نے اس کا چھڑکاؤ کیا تھا اور ہضم کے مختلف ضروریات کو پورا کیا گیا۔ غدود اس کو واپس اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور جو غذا قابل جذب نہیں ہوتی اور بچ جاتی ہے وہ پاخانہ کی صورت میں انسان کے بدن سے خارج ہو جاتی ہے۔

بہر صورت غذائی مواد جذب ہونے کے بعد خون کے ساتھ مل جاتا ہے اور جذب شدہ غذائی مواد کو مختلف عناصر تک پورے بدن میں پہنچا دیتے ہیں اور جن کو جو چیز ضرورت ہوتی ہے اس کو پہنچ جاتی ہے اور مواد کا کچھ حصہ جو کہ خون میں ہوتا ہے وہ نطفہ کے اصلی عناصر کو ملتا ہے اور وہ اس سے نطفہ اور منی کو تیار کرتا ہے۔

خلاصہ کلام: انسان مٹی میں موجود مواد غذائی سے وجود میں آتا ہے جو مواد غذا کا جز و بنتا ہے اور خون میں داخل ہو جاتا ہے اور ان مرحلوں کو گزارنے کے بعد اگلے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے جو مرحلہ انتہائی حساس اور حیرت انگیز ہے۔

چوتھا مرحلہ نطفہ کے بیان میں

ہر انسان کی جگہ اور قرارگاہ اس کے باپ کی صلب میں ہے۔ جب باپ کے صلب سے نکلنے کا وقت آتا ہے تو پھر بعد والے مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ ماں کا رحم ہوتا ہے اور یہ کہنا چاہئے کہ انسان کی فطرت اور سرشت کو معین کرنے والی چیزوں میں سے ایک چیز ماں کا رحم ہے، جس طرح کہ بعض چیزیں باپ کی پشت میں ہوتی ہے۔ گہری علمی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ ماں کا رحم بچے کی خوش بختی اور بدبختی میں ایک مؤثر کردار ہے۔ تو ہر ایک چیز کے جاننے سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ نطفہ میں دو پانی ملے ہوئے ہوتے ہیں: (۱) ایک پانی مرد کی پشت اور پٹھوں سے نکلنے والا ہے اور (۲)

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا پانی عورت کے سینہ کی اُوپر کی ہڈیوں سے نکلنے والا ہے۔ یہ دونوں پانی رحم میں مخلوط ہو جاتے ہیں اور دونوں ایک جرثومہ کی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں اور انسان وجود میں آجاتا ہے۔

اس سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے کہ انسان کا نو مولود ان دو پانیوں کے مل جانے سے وجود میں آتا ہے بلکہ ہمارا گمان یہ تھا کہ صرف باپ کی پشت سے نکلتے ہوئے پانی کا نتیجہ ہے یا پھر یہ گمان تھا کہ بچہ باپ کے پانی سے وجود میں آتا ہے اور بچی ماں کے پانی سے وجود میں آتی ہے۔ یہ گمان وتصور قرآن کے نازل ہونے تک موجود رہا۔ اس کے بعد قرآن نے وضاحت کر دی کہ بچہ ہو یا بچی دو پانیوں سے وجود میں آتے ہیں کہ جن کو علم جدید کی اصطلاح میں مرد کے پانی کو اسپرم اور عورت کے پانی کو اوول کا نام دیا جاتا ہے علم جدید نے ثابت کر دیا ہے (علم جدید یعنی ڈاکٹری وغیرہ)۔ کہ اسپرم مرد کے مہرہ پشت کے پلرز میں پرورش پاتے ہیں اور اوول عورت کے سینہ کی اُوپر کی ہڈیوں میں پرورش پاتے ہیں۔ جب ہی اسپرم اور اوول ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک ہو جاتے ہیں اور جنین کو تشکیل دیتے ہیں۔ پس اس نطفہ اور منی سے عاقل اور ناطق انسان وجود میں آجاتا ہے۔ چنانچہ مہرہ پشت کے اُوپر سے منی نیچے کی طرف چلتی ہے اور حرام مغز سے گزرتی ہوئی مرد کے بیضتان میں داخل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اسلام نے اس مغز کو اور بیضتان کو حرام قرار دیا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نخاع حرام ہے کیونکہ ہر زومادہ کی منی کی قرارگاہ ہے (نُخاع حرام مغز کو کہتے ہیں اور پشت کی ہڈیوں کے درمیان ہوتا ہے)''۔ (بحار الانوار، ج:۶۳، ص:۴۷)۔ اور بیضتان کے کھانے کو بھی حرام قرار دیا ہے کیونکہ مباشرت کرنے کی جگہ اور منی کے جریان کا محل ہے۔

قرآن مجید نے انسان کی خلقت کو دو پانیوں یعنی دو نطفوں سے قرار دیا ہے اور فرماتا ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ﴾ (سورۂ انسان/ سورۂ دھر:۲)

''ہم نے انسان کو دو مخلوط نطفوں سے خلق کیا ہے''۔

یہ نطفوں کا ملا جلا ہونا کہ جس کے بارے میں آیت نے تصریح کر دی ہے شاید یہ اشارہ اس

Presented by www.ziaraat.com

بات کی طرف ہو کہ عورت مرد کے نطفہ کا مرکب ہونا یعنی اسپرم اور اوول کا باہم مرکب ہونا ہے (جس طرح کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے) یا اشارہ اس طرف ہو کہ نطفہ میں مختلف قوتیں موجود ہیں، مثلاً وراثت وغیرہ کی قوت یا ہو سکتا ہے اشارہ اس بات کی طرف ہو کہ نطفہ مختلف مواد سے مل کر بنتا ہے کیونکہ نطفہ مرد اور عورت کے بدنی کئی مختلف مواد سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ایک فرانسیسی دانشور نطفہ کی تشکیل کے بارے میں ایک جدید نظریہ رکھتا ہے، وہ اپنی آخری تحقیقات کے مطابق کہتا ہے کہ نطفہ متعدد پانیوں سے ملکر تشکیل پاتا ہے جن پانیوں کو بدن انسان کے مختلف غدود چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ایک پانی وہ ہے جس کو انسان کے بیضے چھڑکاؤ کرتے ہیں، جس کے اندر اسپرماتو زوئید موجود ہوتے ہیں اور دوسرا پانی وہ ہے، جس کو تخمی تھیلے چھڑکاؤ کرتے ہیں جو پر دستات غدود کے نزدیک ہوتے ہیں۔(تخمی تھیلے یعنی جن میں بذر و بیج ہوتا ہے اور پر دستات (Prostat) اس غدود کو کہتے ہیں جو کہ مدفوع کے محل کے قریب ہوتا ہے اور منی کا مجرٰی وہاں سے عبور کرتا ہے) اور تیسرا پانی وہ ہے جس کو خود پر دستات غدود چھڑکاؤ کرتا ہے کہ جس سے منی کی ظاہری حالت اور مخصوص بُو وجود میں آتی ہے اور چوتھا پانی وہ ہے جو کہ کو پر اور لیترہ غدود سے چھڑکاؤ کیا جاتا ہے۔کوپر اور لیترہ غدود مدفوع کے مجرٰی کے نزدیک ہوتے ہیں۔فرانسیسی دانشور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نُطفہ امشاج (ملا جلا نطفہ) جو کہ قرآن کی آیت میں آیا ہے۔اشارہ اسی مذکورہ بالا حقیقی معنی کی طرف ہے جو کہ یقینی طور پر قرآن کے نازل ہونے کے وقت دنیا کے لوگوں اور صاحبان علم و دانش کی آنکھوں سے پوشیدہ و پنہاں تھا۔(پیام قرآن، ج:۵، ص:۱۸۳)

چنانچہ نُطفہ اور منی وہ مواد ہے جو کہ خون کے اندر وجود رکھتا ہے اور نطفہ کو اسی سے لیا جاتا ہے۔قرآن مجید میں بہت ساری آیات ایسی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان منی سے وجود میں آیا ہے۔بعض آیات تو وہی ہیں جو کہ پہلے مرحلہ میں گزر چکی ہیں۔مٹی والے مرحلہ کے فوراً بعد نطفہ و منی کی بات سامنے آتی ہے کیونکہ نُطفہ کا تعلق تمام انسانوں کے ساتھ ہے۔صرف پہلا انسان حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر اور جناب حوا جو بلا واسطہ طور پر مٹی اور گِل سے وجود میں آئے ہیں اور موجودہ انسان جن مرحلوں کو طے کرتا ہے اُنہوں نے طے نہیں کیئے ہیں۔اصل نُطفہ کی حقیقت وہی حس و حرکت اور

Presented by www.ziaraat.com

زندگی سے خالی پاؤں کے نیچے آنے والی عام مٹی ہے جو کہ کچھ مرحلوں کے گزرنے کے بعد نُطفہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

نُطفہ زندہ اسرار آمیز تیرنے والے موجود جراثیم سے تشکیل پاتا ہے۔ مرد میں اُن جراثیم کو اسپرم اور عورت میں اوول کہتے ہیں۔ یہ جراثیم اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ ممکن ہے ایک مرد کے نُطفہ میں پچاس کروڑ جراثیم موجود ہوں۔ وہ چھوٹے جراثیم مباشرت کے وقت جب مرد کے مجریٰ سے خارج ہوتے ہیں اور عورت کے مُھْبَلْ میں داخل ہوتے ہیں (مجریٰ: منی کے جاری ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں اور مُھْبَلْ عورت کے رحم کو کہتے ہیں) ۔ یہ جراثیم اور اسپرم مرد کے منی ساز مجاری کہ جن کی لمبائی چند میٹر ہوتی ہے تیار ہوتے ہیں اور تدریجی طور پر مناسب وقت کے اندر مکمل ہوتے ہیں اور خارج ہونے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم لمبے اور سر و گردن رکھنے والے ہوتے ہیں اور بہت زیادہ حرکت کرنے والی دُم رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ہر سیکنڈ میں ایک کروڑ چار لاکھ سے دو کروڑ تین لاکھ ملین دفعہ حرکت کرتے ہیں۔ اور ظاہری و خارجی ان کی شکل و صورت مینڈک کے بچہ کی مانند ہوتی ہے جو کہ ابھی تازہ تخم سے باہر آیا ہے اور ہاتھ پاؤں نہیں رکھتا ہے اور پاؤں کے بجائے نرم اور حرکت کرنے والی دُم رکھتا ہے اور اسی حرکت دار دُم کی وجہ سے ایک جگہ سے دُوسری جگہ پھدکتا پھرتا ہے۔

لفظ نُطفہ اور منی کا مفہوم

اس مقام پر ضروری ہے کہ پہلے نُطفہ اور پھر منی کا معنی یہاں بیان کیا جائے۔ لفظ نُطفہ کا معنی عربی لغت (عربی گرامر) کے لحاظ سے تھوڑے پانی یا صاف پانی یا ناچیز اور کم اہمیت چیز کو کہتے ہیں، اور قرآن کی اصطلاح میں نُطفہ پانی کے ان قطروں کو کہتے ہیں جو مرد کے اپنی زوجہ کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کے پیدا ہونے کا سرچشمہ قرار پاتے ہیں۔ (مجمع البحرین، لغت نُطف، مفردات راغب)

اور لفظ منی کا معنی یہ ہے کہ منی اس پانی کو کہتے ہیں جو انسان کی پشت و کمر سے باہر آتا ہے۔ ایسا مائع ہوتا ہے جو کہ مرد کے تناسلی غدود سے جماع یا احتلام یا استمناء کی وجہ سے خارج ہوتا ہے اور اُس

Presented by www.ziaraat.com

میں دُم دار جراثیم اور بہت باریک باریک کیڑے ہوتے ہیں جو کہ ایک منی کے قطرہ میں کئی کروڑ موجود ہوتے ہیں اور اُن میں سے کچھ منشاء انسان قرار پاتے ہیں اور باقی تمام مردہ ہو جاتے ہیں۔(مجمع البحرین بلغت منی، مفردات راغب)

عورت اور مرد کی منی بنانے والا عامل الگ الگ ہوتا ہے۔مرد کی منی مرد کے صلب، کمر اور کمر کے اطراف کے دو ستونوں سے جاری ہوتی ہے اور بیضہ سے گزر کر باہر آ جاتی ہے اور عورت کی منی عورت کے سینہ اور اطراف کی ہڈیوں جو کہ گردن کے ساتھ ملی ہوتی ہیں سے جاری ہوتی ہے۔جب مرد اپنی زوجہ کے ساتھ مقاربت کرتا ہے تقریباً پچاس کروڑ جراثیم اور اسپرم اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہیں اور انتہائی تیزی کے ساتھ مجرئ منی سے گزرتے ہوئے عورت کے پہلے اور چھوٹے رحم میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ چھوٹا رحم بڑے رحم کی دیواروں سے جدا ہوتا ہے۔(تخمدان اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں بیج کو کاشت کیا جاتا ہے اور تخمک بیج کے کاشت کرنے کی چھوٹی جگہ کو کہتے ہیں)۔جب منی عورت کے رحم میں ڈالی جاتی ہے تو وہ جراثیم اور اسپرم جو آگے آگے ہوتے ہیں اُن میں سے ایک یا کئی اپنے آپ کو عورت کے رحم تک پہنچاتے ہیں اور عاشق معشوق کی طرح ایک دوسرے کو آغوش میں لے لیتے ہیں۔جب اسپرم (مرد کی منی کے جراثیم) اپنے آپ کو عورت کے چھوٹے رحم میں پہنچاتے ہیں تو اپنے سر کو اس کے اندر داخل کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی دُم قطع ہو جاتی ہے اب یہاں سے نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔یہ وہ مرحلہ ہے کہ جہاں پر لڑکا لڑکی الگ الگ ہوتے ہیں۔اگر مرد کا نُطفہ عورت کے نُطفہ پر غالب آ گیا تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر عورت کا نُطفہ غالب ہو گیا تو لڑکی پیدا ہوگی۔

نُطفہ کا عورت کے رحم میں پیوست ہونا

ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ انسان کے بدن کی عمارت دو کمزور جراثیموں کی پیوستگی سے تیار ہوتی ہے اور وہ دو جراثیم مرد کے اسپرم اور عورت کے اوول جب ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں تو انسان کی بنیاد وجود میں آتی ہے۔اسپرم مرد کی منی سے اچانک انتہائی تیزی کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، یہ منی کا گروہ حملہ کو شروع کرتا ہے اور جراثیم ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں تو جو آگے بڑھ جاتے ہیں وہ

Presented by www.ziaraat.com

دوسروں کو مار دیتے ہیں اور آگے بڑھنے والے کس طرح آگے بڑھتے ہیں؟ تو سبقت لینے والے جراثیم عورت کے تخمک کی طرف بڑھتے ہیں (تخمک چھوٹا رحم) تا کہ رحم کے ساتھ پیوستہ ہو جائیں اور تخمک بھی بڑے تخمدان کے ساتھ ایک مخصوص جگہ ہے (تخمک چھوٹا رحم اور تخمدان بڑا رحم جب مرد عورت کے جراثیم ملتے ہیں تو پہلے چھوٹے رحم میں جاتے ہیں پھر بڑے رحم کی طرف بڑھتے ہیں جہاں پر انسان تیار ہوتا ہے)۔

چنانچہ جراثیم کا عورت کے تخمک پر ہجوم کرنا اسی طرح ہوتا ہے کہ گویا ایک لشکر جس طرح قلعہ کو آزاد کرانے کیلئے ہجوم کرتا ہے۔ تو جس طرح کئی افراد لشکر کے قلعہ کی آزادی میں مر جاتے ہیں اسی طرح جراثیم عورت کے تخمک میں داخل ہونے کیلئے ہجوم کرتے ہیں، کچھ تخمک میں داخل ہو جاتے ہیں اور بہت سارے ختم ہو جاتے ہیں۔ تو جب تخمدان کی دیواریں نرم ہو جاتی ہیں اور بہت سارے جراثیم اس میں داخل ہونے کیلئے لڑائی کے عالم میں مر جاتے ہیں تو آخر کار نطفہ یعنی اسپرم میں سے کچھ کامیاب ہو جاتے ہیں اور تخمدان میں داخل ہو جاتے ہیں۔

تعجب آور بات یہ ہے کہ انسان کا بدن اپنا دفاع کرتا ہے اور اجنبی موجودات کو اپنے آپ سے دُور کرتا ہے لیکن منی سے پیدا ہونے والا زندہ موجود جو کہ اجنبی ہے اس کو اپنے پاس سے دُور کیوں نہیں کرتا؟ بلکہ برعکس عمل کرتا ہے، بجائے دُور کرنے کے اپنی طرف جذب کرتا ہے۔ کیوں عورت کا بدن اور رحم اس زندہ موجود کو (جراثیم منی) جو کہ داخل ہو چکا ہے اپنے پاس سے دُور نہیں پھینکتا؟

اس سوال کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ عورت کے رحم کی عمارت کو فطرتی طور پر اس ناشناختہ زندہ موجود کی پذیرائی کیلئے تیار کیا گیا ہے تا کہ آرام و سکون کے ساتھ وہ زندہ موجود عورت کے تخمدان تک پہنچ جائے اور حمل کی صورت اختیار کرلے۔ (الطب محراب الایمان، ج:۲، ص:۴۸ تا ۴۹)

جنین کی زندگی پر بچہ دانی کے اثرات

جب یہ زندہ وجود عورت کے تخمک میں پہنچ جاتا ہے جو کہ نطفہ سے پیدا ہوا ہے تو بچہ دانی وجود میں آجاتی ہے۔ یہ تازہ غدود اور حیرت انگیز جو رحم میں پیدا ہوئی ہے اور نومولود کو برداشت کرنے کی

Presented by www.ziaraat.com

آمادگی رکھتی ہے اپنی تمام ضروریات کو حاضر رکھتی ہے بلکہ ضرورت کے وقت تیار کر لیتی ہے۔ مثلاً پھیپھڑے سانس لینے کیلئے، جگر خون بنانے کیلئے اور دل خون کی گردش کیلئے اور رگوں کو خون اور غذا پہنچانے کیلئے اور گردوں کو نقصان دہ مواد کی صفائی کیلئے اور غدود کو مخصوص پانی کے چھڑکاؤ کیلئے اور دستگاہ گوارش کو خوراکی ضروری مواد کو پہنچانے اور نقصان دہ مواد کو ضائع کرنے کیلئے (دستگاہ گوارش اس پورے کارخانہ کو کہتے ہیں جس میں حلق، معدہ، چھوٹی نالی، بڑی نالی تمام شامل ہیں اور غذا کو قابل ہضم بنا کر مواد لازم کو الگ کر کے غیر ضروری مواد کو باہر نکال دیتے ہیں)۔ (الطب محراب الایمان، ج:۲، ص:۴۸تا۴۹)

جب نُطفہ عورت کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو چالیس دن تک اُسی شکل وصورت میں رہتا ہے اس کے بعد دوسرے مرحلہ میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ گیارہ (۱۱) آیات قرآن کریم میں نازل ہوئی ہیں جو وضاحت کے ساتھ انسان کی خلقت کو نُطفہ سے قرار دے رہی ہیں:

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (سورہ نحل:۴)

''خدا نے انسان کو بے اہمیت نُطفہ سے پیدا کیا ہے، پس اچانک کھلا ہوا دشمن بن گیا''۔

(کیونکہ اس نے اپنی اصل خلقت کو فراموش کر دیا ہے اور اپنے پروردگار کے ساتھ دشمنی کرنے لگ گیا، آخر کار متفکر، فصیح، بلیغ، اپنا دفاع کرنے والا، سخن کو وجود بن کر آشکار ہو گیا)۔ گذشتہ آیات میں خدا نے عظمت خلقت کو بیان کیا ہے۔ خلقت کی عظمت اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے جب بے قدر و قیمت کمزور وجود سے بے انتہاء اہمیت رکھنے والے وجود کو خلق کیا جائے۔ ہو سکتا ہے آیت میں لفظ خَصِیم سے مراد دفاع کرنے اور بات کرنے والا انسان مراد ہو۔ دشمنی اور جھگڑا اصرار نہ ہو کیونکہ اس آیت کے ذیل میں علی ابن ابراہیم کی تفسیر میں حدیث کو نقل کیا گیا ہے کہ خدا نے انسان کو بدبودار پانی کے قطرہ سے خلق کیا ہے اور نتیجتاً فصیح و بلیغ، سخن کو وجود میں آ گیا۔ (نور الثقلین، ج:۳، ص:۳۹)

(۲) ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (یٰسین:۷۷)

''کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو بے اہمیت نُطفہ سے پیدا کیا ہے''۔

Presented by www.ziaraat.com

اور وہ (اس قدر طاقتور قدرت شعور نطق رکھنے والا ہو گیا کہ خدا کے مقابلہ میں جنگ وجدال کرنے پر) دشمنی کرنے پر کھل کر سامنے آ گیا۔ ہاں! انسان پانی کے بے اہمیت اور ناچیز قطرہ سے خلق ہوا ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ اس بات کو سمجھے کہ اس کا اوّل کیا تھا، کہاں سے آیا ہے اور کہاں پرورش پائی ہے اور پہلے اس کی غذا کیا تھی تا کہ تکبر و غرور اور خود خواہی کا شکار نہ ہو جائے اور اپنے خدا کے مقابلے میں تکبر نہ کرے اور اپنے آپ کو بڑا نہ بنائے۔

اور اس بات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ صرف وہ پانی کا کمزور قطرہ انسان کی نشو ونما کا مبدا نہیں ہے بلکہ انتہائی طاقتور زندہ جراثیم کہ جو آنکھوں سے دیکھے نہیں جاسکتے ہزاروں زندہ جراثیموں میں سے کچھ ہیں جو کہ اس پانی کے اندر تیر رہے ہیں۔ ایک اور چھوٹے جراثیم جو کہ عورت کے رحم میں موجود ہیں سے ملکر انسان وجود میں آیا ہے اور اس عالم دنیا میں اُس نے قدم رکھا ہے۔ تو اس حال میں کہ وہ اس قدر ہمت رکھتا ہے کہ اپنے خالق کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے اور اپنی دشمنی جنگ وجدال پر اصرار کرے اور اپنے گذشتہ کے حالات اور آئندہ کے اوقات کو فراموش کردے۔

(۳) ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا﴾ (سورۂ فاطر:۱۱)

''خداوند متعال نے تم کو (ابتداء) مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس کے بعد نطفہ سے پھر تم کو اس نے ایک دوسرے کا ہمسر (شوہر بیوی) بنا دیا''۔

(۴) ﴿يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾ (سورۂ حج:۵)

''اے لوگو! اگر تم روز قیامت کے برپا ہونے میں شک رکھتے ہو (تو تم کو توجہ رکھنی چاہیے کہ) تم کو ہم نے مٹی سے خلق کیا ہے پھر اس کے بعد نطفہ سے پیدا کیا ہے''۔

انسان ماں کے پیٹ میں جس تکامل کو طے کرتا ہے تو اپنی زندگی کے کسی دورانیہ میں خود بخود طے نہیں کرتا نہ اس وقت جب انسان مٹی اور نباتات میں ہوتا ہے اور نہ ہی جب انسان عالم دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ اس مرحلہ کا سفر تعجب آور ہے تو خدا شناس قارئین کے اذہان روشن تر ہو جائیں، ایک مثال

Presented by www.ziaraat.com

لے کر آتے ہیں تا کہ اس نو مہینے کے دورۂ حمل کی حرکت اور تکاملی رفتار کو معلوم کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر سنجاق (سوئی کی مانند باریک لوہا) کو دیکھیں کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک بہت بڑے ہوائی جہاز کی شکل میں آ جاتا ہے۔ یہ جراثیم زندہ موجود جس کو ابتداء میں دُوربین کے ذریعے بھی دیکھنا مشکل ہوتا ہے اور کوئی وزن نہیں رکھتا تھا، چند مہینوں کے گزرنے کے بعد چھ یا سات کلو کا انسان وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ دورۂ حمل کا تکامل اور حرکت کا اندازہ ہے۔

(۵) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ﴾ (سورۂ مؤمن: ۶۷)

''وہ خدا ہے جس نے تم کو مٹی سے خلق کیا ہے اور اس کے بعد نطفہ سے (پیدا کیا ہے)''۔

(۶) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴾ (سورۂ المؤمنون: ۱۲ تا ۱۳)

''بیشک ہم نے انسان کو مٹی کیچڑ کے شیرہ اور نچوڑ سے خلق کیا ہے، پھر اس کو ہم نے نطفہ بنا دیا اور مطمئن قرارگاہ عورت کے رحم میں قرار دیا ہے''۔

خداوند کریم نے عورت اور مرد کے نطفہ کے باہم ایک ہونے کے بعد امن کی قرارگاہ میں قرار دیا تا کہ ختم نہ ہو جائے اور ماں کے رحم میں محفوظ رہے کیونکہ ماں کا رحم ایک خاص حالت کو رکھتا ہے اور نطفہ کے لئے بدن کی محفوظ ترین جگہ ہے۔ کبھی تو نطفہ پشت کے ستونوں کے جوڑوں میں اور کبھی پسلیوں میں اور کبھی کمر و پشت کے نیچے کی مضبوط ہڈیوں میں اور کبھی شکم کے متعدد پردوں میں جو پردے خطرات کے وقت جنین کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تمام رحم کی حفاظتی قرارگاہیں ہیں اور انسان ہڈیوں کی دیوار اور مضبوط پردوں میں پرورش پاتا ہے۔

(۷) ﴿وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ﴾ (سورۂ نجم: ۴۵ تا ۴۶)

''اور وہ ہے جس نے دو زوج مذکر اور مؤنث کو نطفہ سے خلق کیا ہے، جب وہ پانی منی کی صورت اختیار کرتا ہے (یعنی جب مرد نطفہ کو عورتوں کے محکم و مضبوط قرارگاہ میں ڈالتے ہیں تو ہم نے اس منی سے مرد اور عورت دونوں کو پیدا کیا ہے اور اُن کو زوجین بنا دیا ہے یعنی شوہر بیوی قرار دیا)''۔

Presented by www.ziaraat.com

(۸) ﴿قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا﴾ (سورۂ کہف: ۳۷)

"اُس دوست نے (جو مؤمن مخلص تھا) اپنے دوست سے (جو کافر منکر خدا تھا) کہا: کیا ایسے خالق کا انکار کرتے ہو جس نے تم کو مٹی سے خلق کیا پھر نطفہ سے پیدا کیا اور اس کے بعد تم کو اس نے مرد کامل بنا دیا"۔

(۹) ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ﴾ (سورۂ قیامۃ: ۳۶،۳۵)

"کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بیکار چھوڑ دیا گیا ہے (یعنی کوئی خصوصیت عطا نہیں کی گئی اور کوئی شرعی ذمہ داری اس کی گردن پر عائد نہیں کی گئی جس کے نتیجہ میں کوئی ثواب وعقاب نہیں رکھتا) اور کیا اس کی ابتداء وہ منی کا قطرہ نہیں ہے کہ جس کو عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہو"۔

(۱۰) ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (سورۂ دھر: ۲)

"ہم نے انسان کو مخلوط شدہ مرد و عورت کے نطفہ سے خلق کیا ہے اور ہم اس کی آزمائش کریں گے اور ہم نے اس کو کان، آنکھ، شعور، عقل اور ہوش وحواس والا بنایا ہے"۔

(۱۱) ﴿قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ﴾ (سورۂ عبس: ۱۶،۱۷)

"انسان بے ایمان، کافر اور منکر خدا قتل ہو جائے، کس قدر کفر وانکار اور دشمنی وعداوت کی ہے، کیا غور وفکر نہیں کرتا کہ کس چیز سے خلق ہوا ہے، ایک بے قیمت اور بے اہمیت نطفہ سے خلق کیا گیا ہے"۔

بہر صورت ان گیارہ آیات مذکورہ میں خلقت انسان کے مراحل تکامل میں سے ایک مرحلہ نطفہ ہونا ذکر کیا گیا ہے اور تمام آیات میں لفظ نطفہ کو بیان کیا ہے اور ایک آیت میں خلقت انسان کو آب جہندہ سے قرار دیا ہے (آب جہندہ اُچھل کر نکلنے والا پانی)۔

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ، خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾ (سورۂ طارق:۴)

"انسان مغرور، متکبر اور خودسر کو اپنی خلقت کے پہلے مرحلہ کو دیکھنا چاہئے کہ کس چیز سے خلق کیا گیا ہے اس کو نطفہ اور آب جہندہ سے خلق کیا گیا ہے جو کہ مرد کی پشت و کمر اور عورت کے سینہ و گردن اور اس کے اطراف سے خارج ہوتا ہے"۔

ہاں! مرد کی منی مقاربت اور انزال کے موقع پر گرمجوشی کے ساتھ باہر آتی ہے تا کہ اپنے آپ کو عورت کے تخمدان اور رحم کے نزدیک کرے اور تخمدان کے اندر انسان کی شکل وصورت بننی شروع ہو جائے۔

دهد نطفه را صورتی چون پری کہ کردہ است بر آب صورت گری

ترجمہ شعر: وہ خدا جو نطفہ کو پری کی صورت عطا کرتا ہے اور پانی کے اُوپر شکل وصورت بنانے والا ہے۔

من مکن، من من مگو من نیستی از منی ہستی ولی من نیستی

مَن (میں) نہ کہو، مَن مَن (میں میں) نہ کہو مَن (میں) کچھ نہیں ہے، منی سے وجود میں آئے ہو لیکن مَن (میں) نہیں ہو۔

ہاں! بے قیمت نطفہ جو کہ بد بودار پانی کے قطرہ سے تشکیل پاتا ہے کہاں! اور زیبا و صاحب کمال جو مختلف حواس رکھنے والا انسان کہاں!

حق تعالیٰ وجود انسانی، بہ کمال و جمال خود پرورد

حق تعالیٰ نے انسان کے وجود کو اپنے کمال و جمال سے پرورش کیا۔

از چناں نطفہ ای کہ میدانی این چنین یوسفی پدید آورد

ایک ایسے نطفہ سے کہ جس کو تو جانتا ہے اس طرح کا حسن و جمال رکھنے والا (یوسف) انسان پیدا کیا ہے۔

از ہمه برگزید انسان را این عنایت بہ بین کہ باما کرد

تمام مخلوقات سے انسان کو منتخب کیا، اس (خدا) عنایت و عطا کو دیکھ کہ اس نے ہم پر کی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وراثت کا بیان

اس مقام پر مناسب ہے کہ وراثت اور عوامل وراثت کے بارے میں چند سطریں لکھی جائیں کہ کس طرح ماں باپ کے صفات و اخلاق بچے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ چنانچہ عرصہ دراز سے انسان نے دریافت کرلیا ہے کہ نطفہ میں یہ توانائی اور قابلیت ہے کہ ماں باپ کی بہت ساری خصوصیات اور اوصاف کو بچے کی طرف منتقل کرے۔ چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ افریقہ کے رہنے والے لوگ جن کا سیاہ پوست اور بال گھنگھریالے اور ناک کی ساخت، آنکھ کی رنگت کو اپنے ماؤں اور باپوں سے میراث میں لیتے ہیں۔ باالفاظ دیگر وہ جراثیم یعنی انتہائی چھوٹے اجزاء کہ جن سے زندہ موجود وجود میں آتا ہے اور وہ جراثیم اس قدر باریک ہوتے ہیں کہ بغیر خوردبین کے نہیں دیکھے جاسکتے ہیں اور باپ کے تمام اوصاف کو اپنے اندر جمع کیئے ہوتے ہیں تو عامل وراثت یعنی وہ چیز جو باپوں اور ماؤں کے خصوصیات کو منتقل کرتی ہے ان جراثیم میں کہاں پر پائی جاتی ہیں؟ اس کے کون سے جزء میں موجود ہوتی ہے؟ یہ جراثیمی خصوصیات کسی زمانے میں نطفہ میں تحقیق پذیر ہوتی ہیں پر تو بلاسم کے کس جز میں ہوتی ہیں اور کہاں پر پہلی صورت اُن کی وجود میں آتی ہے (پرتو بلاسم ایک سفید بہنے والا مائع ہے جو کہ جراثیم کی جلد میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے جراثیم کی مرکزی ہستی موجود رہتی ہے) کہ نومولود اپنے باپ کے ناک کی شکل اور اپنی ماں کی آنکھ کی خوبصورتی اور گذشتہ آباؤاجداد کی صفات کو وراثت میں لیتا ہے۔

وراثت کے عوامل

سائنسدانوں کی بہت زیادہ کوششوں اور تحقیقات کا یہ نتیجہ ہے: وہ کہتے ہیں کہ بیضی شکل کے زندہ موجودات جاذبیت رکھنے والی دیواروں کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور ان کے اندر بہت چھوٹے موجودات ہوتے ہیں جن کو زندہ وجود کو توڑنے سے دیکھا جاسکتا ہے جن کو کروموسوم کا نام دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس مطلب کو دریافت کیا ہے کہ ان کروموسوم کے اندر کچھ اور بہت چھوٹے موجودات ہوتے ہیں جن کو ژن کہا جاتا ہے، انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ماؤں اور باپوں کی خصوصیات

Presented by www.ziaraat.com

کو بچوں کی طرف ژن منتقل کرتے ہیں۔ پیامبر اکرمؐ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"آگاہ رہو کہ اپنے بچوں کو کس چیز میں قرار دے رہے ہو کیونکہ باپوں اور ماؤں کی صفات اور خصلات (عادات) بچوں میں منتقل ہوتی ہیں"۔

پیغمبر اکرمؐ اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے فرمودات میں انتقال کے وسائل و اسباب کو بیان کرتے ہوئے رگ و ریشہ (اصل و جڑ یعنی اصل و نسل) سے تعبیر کیا ہے اور آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے گزارش کی ہے کہ انتقال صفات کے قانون کو (قانون وراثت) اپنی یاد سے نہ بھلائیں بلکہ اپنے بیج کو کاشت کرنے کیلئے مناسب زمین کی تلاش میں رہیں تا کہ ان کے بچے ناپسندیدہ عادات کو ماں سے میراث میں نہ لیں۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے، آنحضرتؑ فرماتے ہیں:

"اچھی عادات نسل کی عظمت و بلندی کی دلیل ہیں"۔ (درر الکلام، آمدی، ص: ۱۶۷)

یہ جملہ آنحضرتؑ کا برجستہ صفات رکھنے والوں کی خاندانی پاکیزگی کو نمایاں کرتا ہے۔

زیارت وارثہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اس طرح آیا ہے:

﴿اَشْهَدُ اَنَّكَ كُنْتَ نُوْرًا فِي الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ﴾

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا نور عالی مقام باپوں کی پشتوں میں اور پاک و پاکیزہ ماؤں کے رحموں میں موجود رہا"۔

یہ زیارت وارثہ کا جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد کی پشت پرورش نطفہ کی جگہ ہے اور عورت کا سینہ پرورش نطفہ کی جگہ ہے اور نیز اس بات کی دلیل ہے کہ برجستہ افراد صفات کو اپنے باپوں اور ماؤں کی طرف سے وراثت میں لیتے ہیں۔

---

۱ کروموسوم وراثت کے عوامل ہیں جو کہ ہر زندہ موجود میں چھیالیس عدد ہوتے ہیں جو کہ نومولود کی جنس مذکر و مونث ہونے کا تعین کرتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تاریخ میں آیا ہے کہ محمد حنفیہ جنگ جمل میں سپاہ سالار اور پرچم بردار تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کو حملہ کرنے کا حکم دیا، محمد حنفیہ نے بھی حملہ کیا لیکن نیزوں کی ضربوں اور تیروں کی بارش نے اجازت نہ دی کہ آگے بڑھیں، تھوڑی دیر کھڑے کر گئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو اس تک پہنچایا اور پھر حملہ کرنے کا نیا حکم دیا تھوڑا آگے بڑھے پھر رک گئے اور کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؑ بیٹے کی کم ہمتی سے افسردہ ہو گئے اور اپنی تلوار کے دستہ کے ساتھ اُس کو مارا اور فرمایا: ﴿اَدْرَكَكَ الْعِرْقُ مِنْ اُمِّكَ﴾ "تو نے اپنی اصل کو اپنی ماں سے لیا ہے (تتمۃ المنتھی) (یہ تیری ماں کے دودھ کی کمزوری ہے) اس مقام پر آنحضرتؑ نے ثابت کر دیا کہ کمزوری اور کم ہمتی باپ کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اس کا باپ کسی دشمن سے نہیں ڈرتا ہے۔ بچوں کا ڈرنا اُن کی ماں کی طرف سے اُن کو وراثت میں ملتا ہے (غذا، پھل اور بیوی کے ساتھ مباشرت کے اوقات بچے کے رُوح وجسم واخلاق میں مؤثر ہوتے ہیں۔ (کتاب وسائل الشیعہ/ کتاب وافی/ جامع الاحادیث الشیعہ باب الْاَطْعِمَۃ وَالْاَشْرِبَۃ۔ علل الشرائع صدوقؒ کی طرف رجوع کریں!)

پانچواں مرحلہ عَلَقَہ کے بیان میں

علقہ وہی نطفہ ہے جب نطفہ عورت کے رحم میں قرار پکڑتا ہے تو چالیس دن گزرنے کے بعد نشو ونما اور تکامل پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے اور علقہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر ہم پہلے علقہ کا معنی لغت کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد جن آیات میں علقہ کو بیان کیا گیا ہے ان کو ذکر کریں گے۔ علقہ کے لغت (ڈکشنری) کے اعتبار سے معنی ہیں:-

(۱) ایک معنی علقہ کا یہ ہے کہ علقہ اس خون کو کہتے ہیں جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب نطفہ عورت کے رحم میں وارد ہوتا ہے اور مرد کے اسپرم عورت کے تخمک میں استقرار حاصل کر لیتے ہیں تو نطفہ چسپندہ خون میں تبدیل ہو جاتا ہے (خون چسپندہ یعنی اس کے اندر کسی بھی چیز کے ساتھ چمٹنے کی رطوبت آجاتی ہے) تو رطوبت کے پیدا ہونے کی صورت میں ہر چیز کے ساتھ چمٹ سکتا ہے۔ (مجمع البحرین، ج:۲، لغت علقہ، ص:۲۳۱)

Presented by www.ziaraat.com

(۲) اور دوسرا معنی علقہ کا یہ ہے کہ علقہ جونک کے معنی رکھتا ہے اور جونک ایک سیاہ کیڑا ہوتا ہے کہ انسان کے بدن کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور انسان کے خون کو چوستا ہے۔(قاموس القرآن و قرب الموارد و مجمع البحرین، ج:۲، ص:۲۳۲) قرآن کے نزول کے موقع پر اس وقت تک علم نے ترقی نہیں کی تھی۔علقہ کو منجمد اور چپندہ خون کے ساتھ معنی کیا جاتا تھا مگر آج کے اس زمانے میں جبکہ انسان علم کی بلندیوں کو چھو رہا ہے تو اس نے علم اور مختلف وسائل کے ساتھ سمجھ لیا ہے کہ نطفہ عورت کے رحم میں جب منعقد ہوتا ہے اور چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک چھوٹے کیڑے جونک کی مانند تبدیل ہو جاتا ہے جو کہ مرد کے نطفہ میں ہزاروں کی تعداد میں تیر رہے ہوتے ہیں۔سائنسدانوں نے اس کو اسپرماتوزوئید کا نام دیا ہے۔یہ دوسرا معنی پہلے معنی سے زیادہ بہتر اور عقل کے مطابق ہے کیونکہ اگر تنہا خون مراد ہوتا تو تکامل کے قابل نہ ہوتا۔ایسے موجودات کا ہونا ضروری ہے جو نشو و نما کی اہلیت رکھتے ہوں اور ہو سکتا ہے دونوں اقوال کو جمع کیا جائے اور علقہ کا معنی ایسے خون سے کیا جائے کہ جس میں جاندار جراثیم تیرتے ہیں۔یہ معنی دونوں اقوال کے مناسب حال ہے۔

تو علق کہ جس سے انسان وجود میں آتا ہے قرآن کریم میں چھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ایک مرتبہ علق کی صورت میں اور پانچ مرتبہ علقہ کی شکل میں جبکہ ان سے مراد موجودہ انسان ہے نہ کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کیونکہ وہ بلاواسطہ طور پر مٹی سے خلق ہوئے ہیں۔(جس کے متعلق اس سے پہلے اشارہ ہو چکا ہے)۔تو ان آیات میں سے جن میں علقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے ایک آیت یہ ہے:

﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ (سورۂ حج:۵)

"ہم نے تمہیں مٹی سے خلق کیا ہے پھر نطفہ سے پھر علقہ سے (منجمد خون یا مانند جونک نما کیڑے سے)"۔

جب نطفہ عورت کے رحم میں منعقد ہوتا ہے اور عورت باردار ہو جاتی ہے اور نطفہ علقہ کی صورت میں آ جاتا ہے یعنی چالیس دن اس پر گزر جاتے ہیں اور جنین اپنی پہلی شکل کو اختیار کرتا ہے تو اس کے جراثیم مانند دانہ توت (مشہور پھل) بغیر کسی مشخص شکل کے (لوتھڑے کی صورت میں) ایک

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں کہ جس کو آج کی زبان میں (مورولا) کہتے ہیں۔ تو اس حال میں جرثومے تدریجی طور پر باہر آتے ہیں اور بڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور جنین سینہ و شکم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

چھٹا مرحلہ مظغہ کے بیان میں

جب مرحلہ علقہ مکمل ہو جاتا ہے تو نُطفہ مرحلہ مظغہ میں پہنچتا ہے اور یہ مرحلہ نُطفہ کے عورت کے رحم میں استقرار پکڑنے کے بعد دوسرے چالیس دن جن میں نُطفہ اور علقہ کامل ہوتے ہیں گزرنے کے بعد آتا ہے جس کو مظغہ کا نام دیا گیا ہے اور اس مرحلہ کے بھی چالیس دن ہوتے ہیں، ان چالیس دنوں میں عجیب و غریب تحولات انجام پاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کی عقل حیران ہو جاتی ہے (ان تحولات کو آئندہ بیان کریں گے تا کہ خدا کی قدرت سب کو معلوم ہو جائے)۔

چنانچہ مُظغہ کے معنی گوشت کے ایک ٹکڑے کو چبانا ہے جو کہ ایک لقمہ کے برابر ایک دفعہ چبایا گیا ہو۔ (مجمع البحرین، ج:۴، لغت مُضغہ، ص:۴۰۹/ قاموس قرآن، ج:۶، لغت مُضغہ، ص:۲۶۱)۔ مُظغہ کو دو اعتبار سے مُضغہ کہتے ہیں: (۱) ایک تو اس لحاظ سے کہ ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہوتا (۲) دوسرا اس لحاظ سے کہ چبائے ہوئے گوشت کی طرح ہوتا ہے، ایسا گوشت جس کو دانتوں کے ساتھ چبا کر زم کیا گیا ہو یا گوشت کے ٹکڑے کو کوٹا گیا ہو اور مشین کے ذریعہ قیمہ بنا دیا گیا ہو۔ جب علقہ نے اپنے دورانیہ کو پورا کر لیا اور بعد والے مرحلے میں داخل ہو گیا تو جنین چبائے ہوئے گوشت کے ایک ٹکڑے کی شکل شکم کے اندر اختیار کر لیتا ہے جبکہ بدن کے مختلف اعضاء مشخص اور الگ الگ نہیں ہوتے تو اچانک قدرت خدا کے ساتھ اس گوشت کے لوتھڑے میں شکل و صورت کے بغیر تغیرات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسا شکل و قیافہ اختیار کرتا ہے جو اس کام کے مناسب ہوتا ہے جو آئندہ اس نے انجام دینا ہے اور اعضائے بدن آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ نئی اور جدید حرکت کا آغاز کرتا ہے اور بدن انسانی کی عمارت کے مختلف اعضاء مثلاً پٹھے، خون کی گردش، آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں، جگر، دل، ناک، زبان، قوت ہاضمہ، قوت دافعہ، قوت جاذبہ، قوت عاقلہ وغیرہ کو تیار کرنے کیلئے جراثیم الگ

Presented by www.ziaraat.com

الگ ہو جاتے ہیں اور ہر عضو بدن آمادہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

بعض جنین اس مرحلہ سے آگے نہیں بڑھتے۔ اُسی پچھلی شکل وصورت کے ساتھ ناقص الخلقت ساقط ہو جاتے ہیں۔ بعض اُن میں سے مرحلہ کمال کو طے کرتے ہیں اور تام الخلقت دنیا میں آتے ہیں تو ان مختلف اور حیرت انگیز مراحل کے پے در پے تغیرات اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ خداوند متعال تمام چیزوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔ اس بحث کے متعلق آیات وہی ہیں جو مٹی، نطفہ، علقہ کے مراحل میں گزر چکی ہیں۔

ساتواں مرحلہ استخوان بندی (ہڈیوں کا ڈھانچہ) کے بیان میں

مضغہ جو کہ لوتھڑے کی صورت میں عورت کے رحم میں تھا ایک مدت گزرنے کے بعد ہڈیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب جنین عورت کے شکم میں مرحلہ علقہ اور مضغہ کو طے کر لیتا ہے تو اس کے تمام جراثیم ہڈیوں کے جراثیم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہی کوٹا ہوا گوشت انسان کے بدن کی تمام ہڈیوں کو تشکیل دیتا ہے۔ کاسۂ سر کی ہڈیاں، مہرہ پشت کی ہڈیاں، سینہ کے پنجرہ کی ہڈیاں، پشت کے ستونوں کی ہڈیاں، شکم کے نیچے کی ہڈیاں، بازوں کی ہڈیاں، ٹانگوں کی ہڈیاں، ہاتھوں کی انگلیوں کی ہڈیاں، پاؤں کے پنجوں کی ہڈیاں اور ہر چھوٹی بڑی ہڈی جو انسان کے بدن میں ہوتی ہے۔ انسان کے بدن کا نظام عمارت ہڈیوں سے ہی قائم ہوتا ہے۔ اگر ہڈیاں بدن میں نہ ہوں تو انسان حرکت تک نہیں کر سکتا اور کوئی کام انجام نہیں دے سکتا۔ ہڈیاں جتنی مضبوط اور طاقتور ہوں گی اتنی ہی انسان کی حرکت اور سرگرمی زیادہ ہوگی۔ انسان کی ہڈیاں جتنی زیادہ مضبوط ومحکم ہوں گی اتنی ہی انسان کی اولاد طاقتور اور سالم ومحفوظ ہوگی۔

جب خداوند متعال نے حضرت زکریاؑ کو وحی فرمائی کہ تمہیں اولاد عطا کروں گا تو حضرت زکریاؑ تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: خداوندا میری ہڈیاں سست اور کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کے بڑھنے نے میرے سر پر سایہ کر لیا ہے تو جس کی ہڈیاں اس طرح سست وکمزور ہو چکی ہوں اس سے اولاد کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔ (سورہ مریم: ۴)

Presented by www.ziaraat.com

بہر صورت انسان کی شکل وصورت پیدا کرنے کا پہلا مرحلہ کہ اس کے بدن کی ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہو اور اس کے جسم کی استخوان بندی وجود میں آئے، دنیا میں آنے کے بعد بدن کی مضبوطی انہیں ہڈیوں کے ساتھ وابستہ ہے۔قیامت کے دن بھی جب انسان کو زندہ کیا جائے گا تو پہلے ہڈیاں پھر بدن کے باقی اجزاء وجود میں آئیں گے۔قرآن مجید چودہ مرتبہ ہڈیوں کا نام لیتا ہے،ایک مقام پر ہڈیوں کی سستی اور کمزوری کو ذکر کیا گیا ہے اور چند مقامات پر انسان کے دوبارہ زندہ ہونے اور وجود میں آنے کے بارے میں تذکرہ کیا ہے جبکہ انسان بوسیدہ اور مٹی میں مل چکا ہوگا اور کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں پر پہلی مرتبہ ہڈیوں کے ساتھ انسان کے وجود میں آنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

پاؤں کی ہڈیاں حقیقت میں بدن کا پایہ اور ستون ہیں کہ اتنا بڑا انسان کا بدن اُن ہڈیوں پر کھڑا ہوتا ہے اور اُن پر مضبوط بھروسہ کرتا ہے اور مہرہ پشت کے ستون بدن کی تمام ہڈیوں کو جمع کرنے کا محور ہیں۔بدن انسان کی عمارت دوسو تینتالیس (۲۴۳) ہڈیوں کے مجموعہ سے تشکیل پاتی ہے جبکہ ایک سو پچاس (۱۵۰) بند و جوڑ ایک دوسرے سے اتصال پیدا کرتے ہیں۔انسان کے بدنی ڈھانچہ کے متعلق وہی آیات ہیں جو گذشتہ بحثوں میں گزر چکی ہیں۔

اُن آیات میں سے ایک آیت یہ ہے:

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا﴾

(سورۃ المؤمنون:۱۴)

"قرآن فرماتا ہے جب نُطفہ، علقہ، مُضغہ کے مراحل طے ہو گئے تو وہی مُضغہ جو گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اس کو ہم ہڈیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا بدن مضبوط ہوتا ہے اور اگر ہڈیاں نہ ہوں تو بدن کا گوشت کوئی حرکت نہ کر سکے گا"۔

آٹھواں مرحلہ ہڈیوں پر گوشت کے چڑھنے کے بیان میں

جب انسان کے بدن کی ہڈیاں تیار ہو جاتی ہیں تو ہڈیوں پر گوشت چڑھا کر اُن کو پوشیدہ کیا جاتا ہے۔یہ گوشت کا چڑھانا علقہ مُضغہ اور ہڈیوں کے بنانے کا الگ مرحلہ ہے جو کہ ہڈیوں کے پیکر

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد کا مرحلہ ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

"ہم نے نُطفہ کو علقہ اور علقہ کو مضغہ اور مضغہ کو ہڈیوں میں تبدیل کیا اور نیز فرماتا ہے کہ: ہم نے ہڈیوں کو گوشت کے لباس کے ساتھ پوشیدہ کیا"۔ (سورۃ المومنون:۱۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انسان صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا جس کو دیکھنے سے ہر ایک تکلیف محسوس کرتا اور اس سے خوف کھاتا۔ ہڈیوں پر گوشت اس لئے چڑھایا گیا کہ ہڈیوں کی حفاظت ہو سکے تا کہ ٹکرانے اور حادثات میں ٹوٹ نہ جائیں یا کمزور نہ ہو جائیں اگر ہڈیوں پر گوشت نہ چڑھایا جائے تو صرف ٹکرانے ہی سے ٹوٹ جائیں گی اور ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے نرم ہو کر ناتوانی کی صورت میں بوسیدہ ہو جائیں گی۔ اور پھر گوشت کی وجہ سے ہڈیاں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی اور اپنی اپنی جگہ ثابت اور برقرار رہیں گی۔

قرآن کریم اس کے متعلق ایک لطیف اور دلچسپ نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہڈیوں پر گوشت کو لباس کے ساتھ تعبیر کیا ہے کیونکہ لباس کی خصوصیت یہ ہے کہ لباس انسان کو سردی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے اس طرح گوشت ہڈیوں کا جو کہ بدن کا اصلی ستون ہوتی ہیں لباس اور نگہبان ہوتا ہے۔ چنانچہ ہڈیوں پر گوشت کے پھوٹنے کے بعد گوشت اور انسان کے پورے قد وقامت پر جلد چڑھائی جاتی ہے کیونکہ اگر گوشت پر جلد نہ ہو گی تو گوشت کا لباس نہ ہو گا تو گوشت ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ یہ جلد ہے جو تمام اعضاء اور ہڈیوں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے اور الگ الگ ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔

جنین کی پُراسرار دُنیا

سالہا سال سے سائنسدانوں پر جنین کی ماں کے شکم میں مختلف تبدیلیاں پوشیدہ تھیں، یہاں تک کہ اس پُراسرار دنیا سے علم کے سبب پردے اُٹھائے گئے تو معلوم ہوا کہ جب نُطفہ قرارگاہ رحم میں واقع ہوتا ہے اور اپنے تکامل کے سفر کو شروع کرتا ہے تو کتنے مراحل کو طے کرتا ہے اور کس طرح کی اس پر تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں تب جا کر ایک انسان کامل کی صورت اختیار کرتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

قرآن کریم نے مختلف آیات کے ذریعے جنین پر واقع ہونے والی تبدیلیوں اور حالات کو اس وقت بیان کیا ہے جب کوئی دانشور جنین پر واقع ہونے والے حالات کی کوئی خبر نہیں رکھتا تھا۔ کبھی جنین کے حالات کو اثبات توحید کی دلیل بنائی اور کبھی اثبات معاد کیلئے حالات جنین کا تذکرہ کیا۔ اگرچہ جنین شناسی کا علم اپنے بچپن کو طے کر رہا ہے اور ہماری معلومات اس پُراسرار دُنیا کے بارے میں بہت ہی قلیل ہیں لیکن پھر بھی جتنی مقدار میں علم بشر نے جنین کے حالات سے پردہ اُٹھایا دنیا جہاں کے دانشور حضرات حیران ہو گئے ہیں کہ کیسے عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں جنین میں واقع ہوتی ہیں۔

جنین کا قد و قامت اور نظام اعضاء

انسان کے عظیم بدن کی عمارت کے اندر ہزاروں ہتھیار اور آلات اور مختلف قسم کے اعضاء و جوارح موجود ہیں جن کی وجہ سے انسان کے عمارتی پیکر کا نظام چل رہا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو یا اپنا کام کرنا چھوڑ دے تو انسان کی زندگی مشکل ہو جائے بلکہ ممکن ہے اصلاً انسان نابود ہو جائے۔ چنانچہ ان آلات زندگی کے درمیان دقیق توازن اور آپس میں بنیادی تعاون کارفرما ہے۔ اس بات پر توجہ فرمائیں! کہ اس منظم عمارت اور مضبوط بنیاد کو تاریک احاطہ و ماحول میں بنایا گیا ہے، ایک ایسا تاریک ماحول کہ جس میں کوئی نقاش کسی نقشہ و صورت کو تیار نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایسے ہتھیار و آلات موجود ہیں کہ جن کی وجہ سے اتنی زیبا و خوبصورت تصویر بنائی جا سکے اور نہ کوئی ایسا انجینئر ہے جو اس طرح کی حیرت انگیز عمارت کا نقشہ بنائے۔ اس کے باوجود جب کوئی بچہ شکم مادر سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے قد و قامت میں اور بدن میں عجیب و غریب نظام نظروں کے سامنے آتا ہے، اس نظامِ بدن کی ترتیب اس طرح ہے:۔

(۱) اس کے بدن کی لمبائی تقریباً آٹھ بالشت ہوتی ہے۔ پاؤں سے زانو تک دو بالشت لمبائی ہے اور زانو سے نشست گاہ تک دو بالشت لمبائی ہے اور نشست گاہ سے دل کی نوک تک دو بالشت لمبائی ہے اور دل کی نوک سے سر کے آخر تک دو بالشت لمبائی ہے (اس لمبائی کی اندازہ گیری میں مولود کی اپنی

Presented by www.ziaraat.com

بالشت مقصود ہے)۔

(۲) اور جب دونوں بازوؤں کو لمبا کرے تو دائیں ہاتھ کی بڑی انگشت کے سرے سے لے کر بائیں ہاتھ کی بڑی انگشت کے سرے تک بدن کی چوڑائی بھی آٹھ بالشت ہے۔ دائیں انگشت کے سرے سے کہنی تک دو بالشت اور کہنی سے بازو کے جوڑ تک دو بالشت اور دوسرے بازو کے جوڑ سے دوسرے ہاتھ کی کہنی تک دو بالشت اور کہنی سے بائیں ہاتھ کی انگشت کے سرے تک دو بالشت ہے۔

(۳) اور چہرے کی لمبائی بالوں کے اُگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے آخر تک ایک بالشت اور اس کے آٹھویں حصہ تک کی لمبائی ہے۔

(۴) اور چہرے کی چوڑائی ایک کان سے دوسرے کان تک ایک بالشت اور اس کے چوتھائی حصہ تک ہے۔

(۵) اور خود پیشانی کی لمبائی ایک بالشت کے ایک تیسرے حصہ کے برابر ہے۔

(۶) ناک کی لمبائی اور منہ کی چوڑائی اور ہونٹوں کی لمبائی بالشت کے چوتھائی حصہ کے برابر ہوتی ہے۔

(۷) اور آنکھ کے شگاف کی لمبائی بالشت کے آٹھویں حصہ کے برابر ہوتی ہے۔

(۸) اور دو پستانوں کے درمیان ایک بالشت کی لمبائی ہوتی ہے۔ تفسیر طنطاوی، ج:۲، ص:۴۴

(مرحلہ چہارم میں نُطفہ کے بارے میں سیر حاصل بحث ہوگی وہاں رجوع کیا جائے)۔

قرآن مجید انسان کی خلقت کو کیچڑ کے نچوڑ سے بیان کرتا ہے پھر اُس نطفہ سے جو رحم جیسی مطمئن قرارگاہ میں قرار کو حاصل کرتا ہے اس کے بعد جو نطفہ پر مراحل گزرتے ہیں اُن کو بیان کرتا ہے۔ ہم پہلے ان مراحل کو اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں پھر ان مراحل کی تفصیل کو ذکر کریں گے۔

(۱) مرحلہ علقہ: جب نُطفہ رحم میں قرار پکڑ لیتا ہے اور لوتھڑے کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس صورت میں اس کے اندر بہت ساری رگیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۲) مرحلہ مُضغہ: جب لوتھڑا مضبوط ہو جاتا ہے اور گوشت کے ایک ٹکڑے کی

Presented by www.ziaraat.com

صورت اختیار کر لیتا ہے۔

(۳) مرحلہ عظام جب گوشت کے جراثیم ہڈیوں کے جراثیم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

(۴) مرحلہ ہڈیوں پر گوشت کا لباس چڑھانا ہے۔ گوشت تمام ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

(۵) اس مرحلہ پر آ کر قرآن مجید کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ جنین کے تحولات اور اسرار آمیز سربستہ تعبیر کے ساتھ کہتا ہے: "پھر ہم نے اس کوئی خلقت میں بدل دیا"۔ (سورۃ المومنون: ۱۴)

جب یہ مراحل مکمل ہو جاتے ہیں تو پھر خداوند متعال اس عجیب خلقت اور اسرار آمیز عالم کے بارے میں خوبصورت ترین جملہ کے ساتھ تعریف و توصیف کرتا ہے کہ کسی دوسری آیت میں کسی دوسری مخلوق کے بارے میں اس طرح کا جملہ استعمال نہیں ہوا ہے اور وہ جملہ یہ ہے کہ اس کی خلقت اور قدرت نمائی پر آفرین ہے۔ (سورۃ المومنون: ۱۲، ۱۳، ۱۴ نمبر آیات سے ماخوذ شدہ)

جب خداوند کریم خلقت انسان کو اس مرحلہ پہ پہنچاتا ہے جو کہ جدید اور نئی خلقت کا مرحلہ ہے تو اپنی توصیف و تعریف کرتا ہے جبکہ کسی دوسری مخلوق کے خلق کرنے پر اپنی تعریف و تمجید نہیں کی ہے اور اس نے اپنی تعریف اس لئے کی ہے کہ وہ رُوح جو عالم بالا اور مجردات سے ہے اس مٹی کے پیکر میں ڈالی ہے اور وہ چیزیں جو ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھی نہیں ہو سکتی ہیں ان کو ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے اور ان کے درمیان محبت و اُلفت پیدا کر دی ہے (آئندہ اس کے متعلق زیادہ بحث کی جائے گی) اور ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی تعریف اس وجہ سے کی ہو جس طرح خود اس نے کہا ہے کہ: "میں نے انسان کو بہترین اور زیبا ترین شکل و صورت کے ساتھ خلق کیا ہے کہ جس کو احسن تقویم کہا ہے"۔ (سورۃ التین: ۴)

اشعار

کمترین کاریش ہر روز است کان	که سة (۳) لشکر می کند زہر سوروان
ہر روز وہ ایک چھوٹا سا کام یہ کرتا ہے	کہ ہر طرف تین لشکروں کو روانہ کرتا ہے
لشکری از اصلاب سوی امہات	بہر آن که در رحم روید نبات
ایک لشکر باپوں کے صلبوں سے ماؤں کے رحموں کی طرف	تا کہ رحموں میں سبزہ پیدا ہو جائے

Presented by www.ziaraat.com

لشکری ازارحام سوئے خاك دان تاز نر و ماده پر گردد جهان

اورایک لشکر رحموں سے خاکدان (دنیا کی طرف) کی طرف تا کہ جہان نر و مادہ سے پُر ہو جائے

لشکری از خاکدان سوی اجل تابیبند ہر کسی حسن عمل

اور ایک لشکر دنیا جہاں سے موت کی طرف تا کہ ہر ایک کا حسن عمل دیکھ سکے

بدن میں رُوح کا پھونکا جانا

اس مرحلہ کا اختتام ہے کہ جس میں خداوند متعال کی قدرت کاملہ کا اظہار سب پر ثابت ہو جاتا ہے اور ایک دوسری خلقت وجود میں آ جاتی ہے جو کہ پہلے مراحل سے بہت زیادہ مختلف ہے۔اس مرحلہ میں خداوند کریم جنین میں رُوح کو ڈالتا ہے جو رُوح عالم مجردات اور عالم بالا کے موجودات میں ہے اور پاک و پاکیزہ گوہر ہے اس کو اس خاکی بدنی ڈھانچہ کے اندر قرار دیتا ہے اور بدن و رُوح کو اکٹھا کرتا ہے تا کہ ایک ہو جائیں اور یہ اکٹھا کرنا جسم و رُوح کو خدا کے عظیم ایجادات سے شمار ہوتا ہے۔اس مقام پر آ کر وہ اپنی تعریف خود کرتا ہے اور بارک اللہ کو اپنی ذات سے مخصوص کرتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقاً آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ (سورۂ مومنون:۱۴)

"پھر ہم نے اس کو نئی خلقت عطا کی، بابرکت ہے وہ خدا جو خلق کرنے والوں میں بہترین خلق کرنے والا ہے"۔

تمام جہان کے موجودات اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں: اے ذات پاک تیری کامل قدرت پر آفرین ہے۔یہ وہ مقام ہے جس پر آفرین کہنا ضروری ہے کیونکہ اُس نے تین تاریکیوں اور اندھیروں کے اندر (شکم، رحم و جھلی) (سورۂ زمر:۶) اتنی زیباترین تصویر عجیب و غریب صورت میں اور حیرت انگیز انداز میں ایک قطرہ آب پر تیار کی ہے۔

در مشیمه آن کند صورت گری وین کند طفل رحم را مادری

شد محقق این و آن در اندرون تانگر در قسمتی کم یا فزون

سُرخ سازد آن یکی خود جگر شیر را سازد سفید آن یک دگر

Presented by www.ziaraat.com

ترجمہ:

بچہ دانی کے اندر وہ شکل وصورت کو بنائے اور رحم کے اندر بچہ کی پرورش کرتا ہے اور رحم کے اندر ہی یہ اور وہ محقق ہوتا کہ کوئی حصہ (بدن) کم اور زیادہ نہ ہو اور ایک مرتبہ جگر کو سُرخی عطا کرے اور دوسری مرتبہ دُودھ کو سفیدی عطا کرے۔

اس تصویر بنانے والے پر آفرین ہے کہ جس نے تنگ وتاریک جگہ میں قطرۂ آب پر تصویر کھینچی ہے اور اس کی تصویر ہر نقص وعیب سے پاک وپاکیزہ ہے اور اس کے علم وحکمت پر آفرین کہ جس نے اُس طرح کی لیاقت وشائستگی اور استعداد کو اس طرح کے ناچیز اور بے قیمت وجود میں ودیعت کر دیا ہے اور اس ذات پر آفرین ہے کہ جس نے انسان کے لئے جو کچھ ضروری تھا اور آئندہ کی زندگی میں اس کا وہ محتاج تھا خلق کر دیا ہے۔ اور اس پر آفرین ہے کہ جس نے زیباترین موجودات کو (جو انسان ہے) احسن تقویم اور بہترین قیافہ وصورت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (سورۂ تین: ۴)

اور لاکھوں آفرین اس خالق پر جس نے ایک وجود میں دو متضاد چیزوں (عقل وشہوت) کو ودیعت کر دیا ہے۔ اور آفرین ہے اُس خالق پر کہ جس نے دو مخالف وجودوں کو اکٹھا کر دیا ہے اور اُس کے وجود میں عجیب لطائف اور حیرت انگیز چیزوں کو جمع کر دیا ہے اور اس پر آفرین ہے کہ جس نے رُوح جو کہ مجرّدات اور عالم بالا سے ہے اور جسم جو کہ بے قیمت مٹی کے عالم سے ہے کو جمع کر دیا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۸۵)۔ اور آفرین ہے اس پر کہ جس نے انسان کی خلقت کو ایک مخفی جگہ رحم میں ہر روز نئی شکل وصورت کے ساتھ وجود میں لایا ہے، گویا کئی ہنرمند نقاش اور ماہر صنعت گر اس قطرۂ آب کے اردگرد بیٹھے ہیں اور دن رات اس پر کام کر رہے ہیں تا کہ اس ناچیز ذرہ کو تھوڑے وقت کے اندر تمام تر ظرافت وخوبصورتی کے ساتھ تکامل وکمال تک پہنچا دیں۔

خدائی که مُشک آفریندہ زخون ز سنگ آتش لعل آرد برون

زُمُرّد دہد تودۂ خاك را عطارد دہد طارم افلاك را

زابر افکند قطره ای سوی یَمّ زصلب آورد نطفه ای درشکم

Presented by www.ziaraat.com

از آن قطره لؤلؤی لالا کند و زین قامت سرو بالا کند

دہد نطفه راصورتی چون پری که کرده است در آب صورت گری

ترجمہ:

وہ خدا جس نے خون سے خوشبو کو وجود دیا اور آگ کے پتھر سے لعل و جواہر کو پیدا کرے۔

اور مٹی کے ڈھیر کو سبز رنگ عطا کرے اور جس نے سورج کے اردگرد آسمانوں کو گنبد کی صورت عطا کی۔

اور بادلوں سے قطرۂ آب کو سمندر کی طرف پھینکے اور صلب سے نطفہ کو شکم کی طرف منتقل کرے۔

اور اس ایک قطرۂ آب سے موتیوں کو رنگ عطا کرے اور اس کی قدر و قیمت آسمان کو چھونے لگے۔

اُس نے نطفہ کو انتہائی خوبصورتی و زیبائی عطا کی کیونکہ پانی پر اُس نے تصویر کو نقش کیا ہے۔

آفرین ہے اُس خدا پر جس نے متکبر (یعنی ابتکار کرنے والا نئی چیز وجود میں لانے والا) مخترع (یعنی چیز سے چیز بنانے والا) دانشور خلیفۃ اللہ کو اُس پانی سے جو سب کے نزدیک قابل نفرت تھا بے حد زیبائی اور خردمندی کے ساتھ خلق فرمایا۔

جب تک ہڈیوں پر گوشت نہیں چڑھایا جاتا نئی خلقت وجود میں نہیں آتی یعنی وجود انسان رحم مادر سے باہر کی زندگی گزارنے پر قدرت پیدا نہیں کرتا۔ اس مقام پر خداوند کریم اپنی ذات اور اپنے کار خلقت پر اپنی تعریف و توصیف کرتا ہے اور بارک اللہ کہتا ہے اور احسن الخالقین ہونے کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کی آیت مبارکہ میں کلمہ اَحسن خلیفۃ اللہ یعنی انسان کی خلقت کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے حیوانات و مخلوقات کے ساتھ مربوط نہیں ہے۔

جب جنین کو رحم کے اندر چار مہینے گزر جاتے ہیں اُس کے اندر رُوح ڈال دی جاتی ہے اور زندگی کے آثار اُس سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اعضاء و جوارح کے درمیان ہم آہنگی شروع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تمام مخلوقات اور زندہ موجودات کے نطفے ابتداء ہی سے رُوح و حیات کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن مختلف مراحل سے جو انسان پر گزرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر انسان کی خلقت عجیب و غریب اور حیرت انگیز ہے کیونکہ خداوند متعال نے آسمانوں اور زمین کی خلقت پر پایا جو

Presented by www.ziaraat.com

کچھ اُن کے درمیان ہے یعنی سورج، چاند، ستارے، کہکشاں، عظیم کرّات، ملائکہ، جنت، مختلف قسموں کے پھل کو عظمت وجلالت کے ساتھ خلق کرنے پر اپنی ذات کی اس طرح کی تعریف وتمجید نہیں فرمائی ہے۔ ہاں! صرف خلقت انسان پر ان لفظوں کے ساتھ اپنی تعریف کرتا ہے کہ اللہ کی ذات اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ہے۔

روزی کہ آفرید ترا صورت آفرین   بر آفرینش تو بہ خود گفت آفرین
صورت نیا فریدہ چنین صورت   بر صورت آفرین و براین صورت آفرین
آفرین

ترجمہ:

جس دن سے تجھے آفرین صورتی (یعنی احسن تقویم) کے ساتھ خلق کیا ہے تو تیری آفرینش پر اُس نے اپنی ذات کو آفرین کہا ہے۔

اس طرح کی آفرینی صورتی کے ساتھ کسی کی صورت نہیں بناتی پر اور اس صورت پر آفرین ہو۔

ایک دوسری آیت میں خداوند عالم نے اپنے اسماء مبارکہ میں سے تین اسماء کو خلقت انسان کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ابھی تک جو کچھ جنین شناسی کے حوالے سے اپنے متعلق مختلف آیات میں فرمایا ہے یا دانشوروں نے تحقیقات کے بعد جو کچھ حاصل کیا ہے ان ہی تین اسموں کا ماحصل ومقصود ہے۔

چنانچہ قرآن میں اس طرح ذکر ہوا ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ (سورہ حشر:۲۴)

"وہ ہے جو خالق (خلق کرنے والا)، باری (وجود بخشنے والا)، مصور (تصویر کشی کرنے والا، شکل وصورت دینے والا) ہے"۔

چناں در رحم نقش بندی کند   کہ از نقش خود، خود پسندی کند

ترجمہ:

اس طرح کے رحم کے اندر نقش بندی کرے کہ اپنی ہی نقش بندی پر خود ہی ناز کرے۔

Presented by www.ziaraat.com

رحم کے اندر نطفہ کا تکامل

اس بحث کے آخر پر مناسب ہے کہ رحم کے اندر کی خلقت اور تکامل نطفہ کے بارے میں کچھ سطور زیر تحریر لائی جائیں تا کہ انسان کی خداشناسی زیادہ ہو جائے۔ چنانچہ معصومین علیہم السلام سے روایات نقل ہوئی ہیں اُن میں سے ایک روایت یہ ہے:

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خداوند متعال جب اُس نطفہ کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے جس سے اُس نے پشت آدم علیہ السلام میں عہد و پیمان لیا ہے اور اس کو عورت کے رحم میں منتقل کرے تو مرد کو مباشرت پر اُبھارتا ہے اور شہوت اُس پر غلبہ کرتی ہے اور رحم کو الہام کرتا ہے کہ وہ اچھے طریقے سے کھل جائے تا کہ میرا پیدا ہونے والا اور حکم یقینی اور مقدرات جو اُس کے متعلق رکھتا ہوں تیرے اندر داخل ہو جائے۔ اُس کے بعد رحم خود بخود کھل جاتا ہے اور نطفہ اُس کے اندر منتقل ہو جاتا ہے اور چالیس دنوں کے اندر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے اور چالیس دنوں کے بعد لوتھڑا بن جاتا ہے اور پھر دوسرے چالیس دنوں کے اندر چبائے ہوئے گوشت کی مانند گوشت کی شکل اختیار کرتا ہے، اس حال میں کہ گوشت سے رگیں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ جب چار مہینے پورے ہو جاتے ہیں تو خداوند کریم دو فرشتوں کو اُس پر متعین کرتا ہے تا کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے رحم کے اندر اس کو پیدا کریں، چنانچہ دو فرشتے عورت کی اجازت کے بغیر رحم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اُس روح کو اس کے اندر پھونکتے ہیں جو پہلے سے خلق شدہ ہے۔ آنکھ، کان، اعضاء و جوارح اور جو کچھ نومولود کے اندر ہے اس کو الگ الگ کر دیتے ہیں۔ پھر اُن دو فرشتوں کو وحی کرتا ہے کہ میرے حکم قطعی اور مقدرات کو اس کے اُوپر تحریر کر دیں اور میری طرف سے خوش اخلاقی اور بداخلاقی کے تغیرات کو نوٹ کر دو تو فرشتے عرض کرتے ہیں: خداوندا کیا لکھیں؟ تو فرماتا ہے: اس کی ماں کے سر کی طرف دیکھو تو دو فرشتے اس کی ماں کی پیشانی کے نوشتوں کو پڑھتے ہیں چنانچہ بچے کے چہرے کی خوبصورتی اور بدصورتی، خوش بختی اور بدبختی، سعادت و شقاوت، عمر کی مدت اور دوسری جہات جو ماں کی پیشانی کے ساتھ مربوط ہوتی ہیں ان کو دیکھتے ہیں اُن دو فرشتوں میں سے ایک اس کی

Presented by www.ziaraat.com

ماں کی پیشانی کے نقوش اور نوشتوں کو پڑھتا ہے اور دوسرا فرشتہ ان کو بچے کی پیشانی پر تحریر کرتا ہے"۔
(فروع کافی، ج:۶، ص:۱۴)

بہر صورت وہ نکات جو حدیث نے بیان کئے ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

(۱) جہاں فرماتے ہیں کہ فرشتے ماں کی پیشانی کے نقوش کو پڑھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے بچے کی ماں کے حالات نفسانی کے نقوش، پنہاں افکار، عقل و خرد اور دوسری اخلاقی خصوصیات کو پڑھتے ہیں۔

(۲) جہاں فرماتے ہیں کہ فرشتے لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفات جو ماں سے بچے کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ ان مطالب سے سمجھا جاتا ہے کہ بچے کے اندر ماں باپ کی پیروی کی آمادگی کا پیدا ہونا اسکی ماں کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ نومولود کے تمام تر انقلابات کا تعلق اس کی ماں کے رحم کے ساتھ ہے (کہ جس کی طرف گذشتہ بحث میں اشارہ کیا گیا ہے)۔

لیبارٹری رپورٹوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ ماں باپ کے تمام حالات، خوشی و ناخوشی، خوشحالی و بدحالی بچے کی طرف منتقل ہوتے ہیں، خواہ والدین کی خواہش ہو یا والدین کی خواہش نہ ہو، یہاں تک کہ والدین کی زیبائی و بدصورتی، شکل قیافہ، قد و قامت بچے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے نومولود شناس (گائنا کالوجسٹ) تجربہ کار اسپیشلسٹ ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ مباشرت کا عمل بے حد سکون و آرام، خوشی و خوشحالی اور گشادہ روئی کے عالم میں ہونا چاہیے تا کہ نومولود خوش خلق اور صحیح و سالم دُنیا میں آئے۔

نواں مرحلہ نطفہ کا عالم جنین

نطفہ پر گزرنے والے مراحل میں سے ایک مرحلہ وہی زندہ جنین ہے جو کئی مرحلوں کو طے کر چکا ہوتا ہے اور اس مرحلہ پر پہنچ کر کامل خلقت کی صورت اختیار کر چکا ہوتا ہے۔ یہ مرحلہ ماں کے رحم سے پیدا ہونے تک جاری رہتا ہے۔ اس مرحلہ میں ٹھہرنے کی مدت دیگر مرحلوں کی نسبت زیادہ ہے کیونکہ مرحلوں میں سے ہر مرحلہ چالیس دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا اور یہ مرحلہ ممکن ہے پانچ ماہ یا اس سے کم ہو اور اب شکم مادر میں داخل بچے کو جنین کیوں کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ چونکہ نظروں سے پوشیدہ

Presented by www.ziaraat.com

ہوتا ہےاور کوئی بھی اس کونہیں دیکھتا اور ہر چھپی ہوئی اور مخفی چیز کو جنین و جِنّ و اَجنّہ و جُنّہ کہتے ہیں ۔قرآن نے بھی اس نکتہ کوبڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہےاور فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ (سورہ نجم:۳۱)

''اور جب تم ماؤں کے شکموں میں پوشیدہ وپنہاں تھے''۔

چنانچہ شکم میں داخل بچہ کو جنین کہتے ہیں کیونکہ اس کی ماں کے شکم نے اس کو چھپایا ہوا ہے اور وہ شخص جس کی عقل زائل ہوچکی ہےاور وہ دیوانہ ہوگیا ہےاس کو مجنون کہتے ہیں ۔اور دل چونکہ بدن اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان میں نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہےاس لئے اس کو جنان کہتے ہیں اور ڈھال انسان کو جنگ کے موقع پر مد مقابل کے وار سے پوشیدہ کرلیتی ہےلہٰذا اس کو مِجنّ اور جُنّہ کہتے ہیں۔ باغ وباغیچہ کو جَنّہ کہتے ہیں کیونکہ اس جگہ کے درخت اور سبزہ اس جگہ کو پوشیدہ کردیتے ہیں اور ڈھانپ لیتے ہیں۔جِنّ کو جِنّ اور اَجِنّہ کہتے ہیں اس لئے کہ ہماری نظروں سے مخفی ہوتا ہےاور ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے ۔اس مرحلہ میں انسان کے مقدرّات معلوم ہوجاتے ہیں۔سعادت وشقاوت،خوش بختی و بدبختی اس کے پیچھے آتی ہےاور اس کے آنے والا زمانہ روشن ہے یا تاریک اس کے بارے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿اَلسَّعِیْدُ سَعِیْدٌ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ، وَالشَّقِیُّ شَقِیٌّ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ﴾ (میزان الحکمۃ، ج:۵،ص:۱۲۹/ بحار الانوار،ج:۵،ص:۱۵۳)

''سعادت مند انسان ماں کے شکم سے سعادت مند ہوتا ہےاور شقی وبدبخت انسان ماں کے شکم سے شقاوت مند ہوتا ہے''۔

اس مرحلہ میں ماں باپ کو حرام اور مشتبہ غذا کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اس کا اثر بچے پر پڑتا ہےاور آئندہ کی اس کی زندگی خطرہ سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ جنین کی غذا ماں کی غذا سے ہے۔ پہلے غذا ماں کے بدن میں جذب ہوتی ہےاس کے بعد خون بنتی ہے۔پھر ایک ڈول میں جمع ہوجاتی ہے اور بچہ اس خون کو ناف کی نالی کے ذریعے جو کہ اس ڈول سے ملی ہوتی ہے حاصل کرتا ہےاور خون اس

Presented by www.ziaraat.com

کے بدن کا جزو بن جاتا ہے۔پس اگر غذا حرام ہو یا بچے کے مزاج کے موافق نہ ہو تو بچے میں انتہائی بُرا اثر کرتی ہے جو کہ ایمان و یقین کو کمزور کردیتا ہے۔

بقول شاعر

خشت اوّل گر نهد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

پایۂ کاخ حیات ما کج از نبیاد بُوَد صحن کج شد بام کج شد در کج و دیوار کج

ترجمہ:

اگر معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دے تو ثریا تک دیوار ٹیڑھی ہی جائے گی

پس اگر ہماری زندگی کے محل کی بنیاد ہی ٹیڑھی ہوئی تو صحن ٹیڑھا، چھت ٹیڑھی، دروازہ ٹیڑھا اور دیوار ٹیڑھی

جنین کی خوراک

عالم خلقت کے عجائبات میں سے ایک مسئلہ جنین کی خوراک کا ہے، کیونکہ جنین کی پرورش اور جلدی کے ساتھ آگے بڑھنے کیلئے ایک طرف سے خوراک کا پاک وپاکیزہ اور ہر ضرر ونقصان سے محفوظ ہونا ضروری ہے اور دوسری طرف سے پانی اور آکسیجن کا ہونا لازمی ہے اور دائمی طور پر جنین کو فراہم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ خداوند کریم نے یہ ذمہ داری جفت (ڈول) کو سونپی ہے جس کو ابتدا ہی سے جنین کے پاس قرار دیا ہے جس کی ایک طرف کا اتصال دو شریانوں اور ایک رگ کے ذریعے ماں کے دل کے ساتھ ہے اور دوسری طرف سے ناف کی نالی کے ذریعے جنین کے ساتھ ہے۔ جفت (ڈول) تمام ضروری غذائی مواد، پانی، آکسیجن کو ماں کے خونی دورانیہ کے سسٹم کے راستے سے جذب کرتا ہے اور اس کے بعد خون کے تمام مضر اثرات کو ختم کر کے جنین کی طرف منتقل کردیتا ہے اور خون کی بیکار فالتو چیزوں اور کاربن کو ماں کے خون کی طرف پلٹا دیتا ہے۔

بنابرایں جفت خون اور دیگر غذائی مواد کا گیرندہ (لینے والا) اور دہندہ (پلٹانے والا) کے عمل کو انجام دیتا ہے اور پھر ایک فلٹر (کاربوریٹر) کے قائم مقام ہوتا ہے۔انسان اس جفت کی حیرت انگیز

Presented by www.ziaraat.com

عمارت کے مطالعہ سے خدا کی عظمت کو پہچان سکتا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ حدیث معصومؑ میں نقل ہوا ہے کہ: "بچہ ماں کے نرم وملائم اور ٹھنڈے سانس اور ناک میں ٹھنڈے پانی سے صفائی کرنے سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

بہرصورت کچھ عرصہ پہلے سائنسدانوں نے تحقیقات کر کے اخذ کیا ہے کہ وہ بچہ جس کے بدن کی سانس کی اصلی نالی ابھی کام نہیں کر رہی ہے اور بچہ ماں کے رحم کے پانی کے اندر تیر رہا ہے، ضروری آکسیجن حاصل کر رہا ہے اور اس آکسیجن کے حصول کا وسیلہ اس کی ماں کی آکسیجن ہے جسے وہ استعمال کرتی ہے۔وہ آکسیجن خون میں مل جاتی ہے اور جفت تک پہنچتی ہے اور بچہ ناف کی نالی کے ذریعے اس سے استفادہ کرتا ہے۔سائنسدانوں نے ان مطالب کو کچھ عرصہ پہلے دریافت کیا ہے لیکن امام معصومؑ کی نگاہ عصمت نے اس مطلب کو اس زمانے میں دیکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ:

"بچہ اس نسیم سے استفادہ کرتا ہے (نسیم بزم وملائم ہوا) کیا اس آلودہ ہوا کے مقابلے میں کہ جس میں ہم سانس لیتے ہیں لفظ نسیم سے بڑھ کر آکسیجن کے لئے کوئی تعبیر ہے کہ امام معصومؑ نے آکسیجن کے لئے ذکر کی ہے"۔(اقتباسات اوّلین دانشگاہ،ج:۱،ص:۲۵۳)

تخلیق خدا کا شاہکار

خداوند متعال کی شاہکار تخلیقات سے جو کہ اس کی قدرت کاملہ اور حکمت عالیہ کی معرفت کا سبب ہیں ایک شاہکار تخلیق شکم مادر میں انسان کی شکل وصورت کا بنانا ہے۔

قرآن اس بارے میں فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (سورۂ آل عمران:۶)

"وہ خدا ہے جو اپنی مشیت کے مطابق تمہاری رحموں کے اندر صورت بندی (تصویر کشی) کرتا ہے (بنابرایں) اس کے علاوہ کوئی عزیز (غالب) وحکیم (دانا) معبود نہیں ہے تو عجیب وغریب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خداوند متعال رحموں کے اندر انسانوں کی الگ الگ شکل وصورت بناتا ہے اور مختلف

Presented by www.ziaraat.com

قوتوں کے ساتھ نوازتا ہے۔

نقش می بندد جمال ذوالجلال　　در خیال صورت او بر کمال

ذوالجلال کا جمال شکل وصورت بناتا ہے　　اور اپنی مشیت کے مطابق کمال کی صورت بندی کرتا ہے

جنین جب ابتدائی طور پر رحم (مادر) میں قرار پکڑتا ہے تو ایک جرثومہ کی صورت میں موجود ہوتا ہے جس کی کوئی شکل وصورت نہیں ہوتی۔ قد وقامت، اعضاء وجوارح میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی، اس کے بعد ایک عجیب تیزی کے ساتھ رحم کی تاریکیوں میں ہر روز نئی شکل وصورت کو بدلتا رہتا ہے یہاں تک کہ کامل انسان کی شکل میں آجاتا ہے۔

بہر صورت ایک ناچیز ذرّہ تھا جو کسی حساب وکتاب میں نہیں آتا تھا اور اب ظاہری طور پر انتہائی زیبا اور خوبصورت انسان کی شکل میں ہے اور باطنی طور پر انتہائی لطافت وحساسیت اور دقیق اور پیچیدہ ترکیبات کا مجموعہ ہے، تو چہرے کی نقش بندی اور صورت بندی انسان کے دست اختیار میں نہیں ہے۔ حقیقی نقش بندی کرنے والی خدا کی ذات ہے جس طرح چاہتی ہے چہرے کے نقوش کو بنا دیتی ہے اُس کے کام میں کسی کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

جنین بغیر ارادہ کے زبان حال سے کہتا ہے۔

بالا تر از آنی که بگویم چون کن　　خواهی جگرم بسوز خواهی خون کن

من صورتم و ز خود ندارم خبری　　نقّاش تونی عیب مرا بیرون کن

ترجمہ:

تیری ذات اس سے بلند تر ہے کہ میں کہوں اس طرح کرو　　چاہتے ہو تو میرا جگر جلا دو چاہتے ہو تو خون بنا دو

میری شکل وصورت ہے اور مجھے اپنی کوئی خبر نہیں ہے　　نقش وصورت تو بنانے والا ہے تو میرے تمام عیبوں کو دُور کردے

چنانچہ عجیب ترین بات یہ ہے کہ اس پانی پر جس پر کوئی نقش وصورت نہیں بن سکتا نقوش اور شکلوں کو بناتا ہے۔ جس طرح کہ شاعر کہتا ہے (که کرده است در آب صورت گری)

Presented by www.ziaraat.com

''کہ اُس نے پانی کے اُوپر شکل وصورت کو بنایا ہے''۔ شاعر نے مٹی سے انسان کے سفر تکامل کو ان چند اشعار میں خلاصہ کردیا ہے۔

ما که ایم اندر جهان پیچ پیچ	چون الف او خود چه دارد هیچ هیچ
ای که خاك تیره را تو نان کنی	وی که نان مرده را تو جان کنی
ای بدل کرده تو خاکی را به زر	خاك دیگر را نموده بوالبشر
نون ابرو صاد چشم و جیم گوش	برنوشتی فتنهٔ صد عقل و هوش

ترجمہ:

ہم اس عالم دنیا میں خم وتاب کے ساتھ ہیں کیونکہ اس کا الف اپنی طرف سے کچھ نہیں رکھتا۔

اے وہ جس نے سیاہ مٹی کو خمیر کیا ہے اور مردہ مٹی کو تُو نے رُوح وجان عطا کی ہے۔

اور تو ہی مٹی کو سونا بنانے والا ہے اور دوسرا تو مٹی کو ابوالبشر بنانے والا ہے۔

ابرو کی نون آنکھ کی صاد کان کی جیم پر تو عقل وہوش سے سوامتحان لکھ دینے والا ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری کہتا ہے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا:

''جب شکم مادر میں بچے کی صورت بندی کی جاتی ہے اگر بچہ لڑکا ہو تو ماں کی پشت کی طرف اس کی شکل ہوتی ہے اور اگر بچہ لڑکی ہو تو ماں کے شکم کی طرف منہ ہوتا ہے جبکہ اس کے دونوں ہاتھ چہرے کی طرف ہوتے ہیں اور ٹھوڑی دونوں گھٹنوں میں ہوتی ہے جس طرح کہ قید وبند میں قیدی آدمی پریشان حال بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کے ناف کی نالی ماں کے ناف کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور اسی ناف کے ذریعے غذا حاصل کرتا ہے اور اس کی غذا اس کی ماں کی غذا ہوتی ہے۔ یہ کام ولادت کے موقع تک جاری رہتا ہے۔ جب تک جنین ماں کے شکم میں رہتا ہے خداوند کریم ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے تا کہ اس کی پیشانی پر لکھ دے کہ یہ شقی (بدبخت) ہے یا کہ سعید (نیک بخت) مؤمن ہے یا کافر، امیر ہے یا فقیر، صحت مند ہے یا بیمار، عمر کی مدت، رزق وروزی کی مقدار جس کو وہ دنیا کی زندگی میں استعمال کرے گا۔ جب بچہ ماں کے شکم سے باہر آجاتا ہے تو اس کی غذا ماں کے شکم سے منقطع ہو جاتی ہے اور ماں کی چھاتی

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔

دسواں مرحلہ: ولادت

جب جنین شکم اور رحم کے اندر تکامل کے مراحل کو مکمل کر لیتا ہے اور رحم میں رہنے کی مدت تمام ہوجاتی ہے تو خداوند کریم ماں کے بدن کے تمام اعضاء کو حکم دیتا ہے کہ جنین پر سخت ترین دباؤ ڈالیں تا کہ جنین باہر نکل آئے اور ماں کے اعضاء بھی اس کام کو انجام دینے کیلئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیتے ہیں اور بتدریج طور پر معلق ہوجاتا ہے قوت دافعہ کام کرنا شروع کر دیتی ہے اور تمام قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی ہیں تا کہ جنین کو ماں کے رحم سے باہر دھکیلیں تا کہ پیدائش کا عمل وجود میں آجائے۔ اگر چہ بچہ دنیا میں آنے سے کراہت کر رہا ہے اور یہ فکر کرتا ہے کہ رحم سے بڑھ کر کوئی جگہ نہیں ہے اور ماں کے شکم کے سیاہ گندے خون سے بڑھ کر اعلیٰ کوئی غذا نہیں ہے کیونکہ وہ غذا اس کو پسند آگئی ہے اور اس کی عادت پڑ گئی ہے، مگر جبر و اکراہ کے ساتھ اس عالم دنیا کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور بچہ بے سکونی کی وجہ سے روتا ہے جبکہ بچہ کے ارد گرد کے لوگ خوش اور خوشحال ہوتے ہیں۔

ای آمده گریان تو خندان همهٔ کس   وز آمدن تو گشته خنداں همه کس
باخلق چناں باش که روز که روُی   خنداں تو خودت باشی و گریان همه کس

اے آنے والے تو رو رہا ہے اور تیرے سارے اطرافی خوش ہو رہے ہیں   اور تیرے آنے پر ہر ایک خوش ہو رہا ہے
اور معاشرے میں مخلوق خدا کے ساتھ اس طرح رہو کہ جس دن تو جائے   تو جانے پر تو خوشحال ہو اور تیرے اطرافی رو رہے ہوں

روزی که تو آمدی ز مادر عریان   جمعی به تو خندان و تو بودی گریان
کاری بکن ای دوست که وقت رفتن   جمعی به تو گریان تو باشی خندان
جس دن تو ماں کے شکم سے عریانی کے عالم میں باہر آیا   تو تیرے سارے اطرافی خوش ہو رہے تھے اور تو رو رہا تھا

Presented by www.ziaraat.com

اے دوست ایسا کام کرو کہ جب جانے لگو تو تیرے سارے اطرافی تجھ پر رو رہے ہوں اور تو خوشحال جا رہا ہو

پیدائش کے وقت بچے کا رونا

پیدائش کے وقت بچے کے رونے کی چند وجوہات کو ذکر کیا گیا ہے:۔

(۱) امیر المؤمنین علیہ السلام ماں کے رحم میں نطفہ کی تبدیلیوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب حمل کی مدت تمام ہو جاتی ہے خداوند متعال ایک فرشتہ کو جسے زاجر کہتے ہیں ماں کے شکم کے اندر بھیج دیتا ہے۔ وہ فرشتہ بچے کو زجر کرتا ہے (یعنی اس کی گردن پر ایک تھپڑ مارتا ہے) جس کی وجہ سے اس کا سر نیچے کی طرف ہو جاتا ہے اور پاؤں اُوپر کی طرف ہو جاتے ہیں، جب پیدا ہوتا ہے تو اس زجر کی وجہ سے گریہ کرتا ہے''۔ (لحالی الاخبار، ج:۱، ص:۶۷)

(۲) ''جب بچہ ماں کے شکم اور تین تاریکیوں سے گزر کر عالم دنیا میں پاؤں رکھتا ہے اور اپنے آپ کو ایک وسیع اور روشن عالم میں دیکھتا ہے تو خداوند کریم مرگ اور موت، مشکلات اور سختیوں اور دُنیا کی دیگر تکلیفوں و غمگینیوں کو اس پر الہام کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے گریہ کرتا ہے کہ کیوں اس جگہ کو چھوڑ کر دُنیا کے ان تمام مشکلات اور مصیبتوں کو کیسے برداشت کروں اور ایک مدت دنیا میں گزار کر مرگ و موت کے منہ میں جاؤں اور اس کا نام و نشان عالم دنیا سے مٹ جائے''۔ (لحالی الاخبار، ج:۱، ص:۳۱۲ تا ۳۱۳)

(۳) نقل ہوا ہے ''جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے تو وہ بچہ شیطان کے مس کرنے کی وجہ سے گریہ کرتا ہے''۔ (لحالی الاخبار، ج:۱، ص:۳۱۲ تا ۳۱۳)

(۴) مفضل بن عمر کہتا ہے ''میں نے امام صادق اہلبیت علیہم السلام سے بچوں کے بغیر تعجب کے ہنسنے اور بغیر وجہ کے رونے پر سوال کیا تو آنحضرتؑ نے فرمایا: ''اے مفضل کوئی ایسا بچہ نہیں ہے جو اپنے وقت کے امامؑ کو نہ دیکھے، پس اپنے امامؑ وقت کی زیارت کرتا ہے اور جب امامؑ چلے جاتے ہیں تو بچہ امامؑ کے جانے پر گریہ کرتا ہے اور پھر امامؑ پلٹتے ہیں تو خوش ہو جاتا ہے اور یہ بچے کا رونا اور خوش ہونا اس طرح

Presented by www.ziaraat.com

جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بچہ زبان کو کھولتا اور بات کرنی شروع کر دیتا ہے تو پھر خداوند کریم اس کے دل پر سکوت کی مہر لگا دیتا ہے"۔ (توحید مفضل)

(۵) ہو سکتا ہے بچے کا رونا اس لئے ہو کہ اس کو زبردستی اس کے محل ومقام سے باہر نکالا گیا ہے۔

(۶) اور ہو سکتا ہے بچے کا رونا اس وجہ سے ہو کہ عالم دنیا کی ہوا اس کے لطیف ونازک جسم کے ساتھ مناسبت نہ رکھتی ہو اور ہوا کی گرمی یا سردی اس کے نرم ونازک جسم پر دباؤ ڈالتی ہو اور اس کو تکلیف دیتی ہو اس وجہ سے وہ تکلیف کو محسوس کرتا ہو اور گریہ کرتا ہو۔

(۷) احتمال یہ بھی ہے کہ اس کا گریہ کرنا بھوک پیاس کی وجہ سے ہو کیونکہ وہ ابھی زبان نہیں رکھتا اس لئے گریہ کرتا ہے۔

(۸) اور ممکن ہے بچے بغیر کسی تکلیف کے گریہ کرتے ہوں اور یہ اُن کا رونا ان کی حیات وبقاء کا راز ہو کیونکہ ان کے پھیپھڑے ابھی تک کتاب کے ورقوں کی طرح طے شدہ ہیں اور ایک دوسرے کے اُوپر پڑے ہوئے ہیں، رونے کی وجہ سے وہ کھلتے ہیں اور فعالیت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہوا سے آکسیجن کو لے کر بدن میں جذب کرتے ہیں اور دوسرے بدن کے حصوں تک پہنچاتے ہیں۔

(۹) اس کے علاوہ بچے پیدائش کے وقت سخت قسم کی ورزش اور حرکت کے محتاج ہوتے ہیں جبکہ ورزش کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور اس ورزش کی وجہ سے اس کے تمام اعضائے بدن ہاتھ، پاؤں، پیٹ، سینہ کے پنجرے میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور خون کو تیزی کے ساتھ بدن کی تمام رگوں میں جاری کر دیتی ہے اور تمام جراثیم کو دفع بد دفع غذا ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ تو یہ رونا ہی ورزش ہے جو بچے کیلئے کامل ورزش شمار ہوتی ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر اگر بچہ گریہ نہ کرے تو ممکن ہے بہت بڑی تکلیف کا سامنا کرے یا اس کی زندگی بطور کلی خطرہ میں پڑ جائے۔

(۱۰) "اس کے علاوہ بچوں کے مغز میں مختلف قسم کی بہت زیادہ رطوبتیں ہوتی ہیں۔ اگر وہ رطوبتیں اپنی جگہ پر باقی رہ جائیں تو ممکن ہے مختلف بیماریوں اور دردوں کا سبب بن جائیں یا بچہ اندھا ہو جائے تو بچے کا رونا سبب بن جاتا ہے کہ وہ رطوبتیں رونے کی وجہ سے آنسوؤں کے قطروں کی صورت میں

Presented by www.ziaraat.com

آنکھوں کے ذریعے باہر آ جائیں اور بچہ تمام بیماریوں سے محفوظ ہو جائے"۔(بحارالانوار، ج:۳، ص:۶۵تا۶۶)

امام صادق علیہ السلام سے توحید مفضل میں مشہور حدیث کے ذریعے اس مطلب کی طرف اشارہ کرنے کے بعد نقل ہوا ہے:

"ماں باپ چونکہ بچے کے رونے کے مفادات سے بے خبر ہوتے ہیں لہٰذا کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو بچہ خاموش رہے اور گریہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ یہ رونا بچے کیلئے کس قدر مفید ہے"۔(بحارالانوار،ج:۳،ص:۶۵)

نیز اسی روایت میں امام صادق علیہ السلام سے بچوں کے منہ سے پانی ٹپکنے کے بارے میں نقل ہوا ہے جبکہ وہ پانی بچے کے آنسوؤں کو مکمل کرنے والا ہوتا ہے۔

آنحضرت فرماتے ہیں:

"خداوند کریم نے یہ قانون بنایا ہے کہ نومولود بچوں کی اضافی رطوبتیں دُور ہوتی جائیں تا کہ بڑی عمر میں ان کی سلامتی کا سبب بن جائیں"۔(بحارالانوار،ج:۳،ص:۶۶)

وہ بچہ جو ماں سے پیدا ہوتا ہے اس کے کئی نام ہیں: طفل، وَلَد، ولید، کیونکہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور متولد ہوا ہے اور طفل اس وقت کو کہتے ہیں جب اُس کا بدن نرم و نازک ہوتا ہے اور محکم و مضبوط نہیں ہوتا۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰۗى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ (سورۂ حج:۵)

"جب تک ہم چاہتے ہیں بچوں کو اُن کی ماؤں کے شکموں میں ٹھہراتے ہیں اور اس کے بعد ہم طفل کی شکل میں تمہیں باہر نکال دیتے ہیں"۔

اس کے بعد بچے پر ایک نئے انقلاب کا دورانیہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کی ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ جب بچے کی محدود زندگی ماں کے شکم میں پوری ہو جاتی ہے اور عالم دنیا میں قدم رکھتا ہے جو کہ اس تنگ ماحول کی نسبت سے زیادہ وسیع اور روشن ہے، ایسا ماحول ہے جو پاک و پاکیزہ، مہر و محبت

Presented by www.ziaraat.com

اور زندگی کے امکانات سے بھرا ہوا ہے، جس کی غذا و خوراک پاکیزہ، شیریں اور جاذب تر جس کو ماں کے شکم کی غذا سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے، بہترین غذا، رنگ برنگے پھل، مختلف قسم کے شربت جو کہ ماں کے شکم میں موجود نہیں تھے اس عالم دنیا میں اس بچے کیلئے مہیا ہیں۔ جب بچہ اس جہان میں قدم رکھتا ہے تو تدریجی طور پر دیکھنا سننا اور یاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (سورہ نحل: ۷۸)

"خداوند متعال نے تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں سے خارج کیا، جب کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمہیں کان، آنکھ اور عقل عطا کئے تا کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو"۔

جب بچہ طفلگی کے عالم سے گزر جاتا ہے اور اس عالم دنیا کی مختلف مرطوب و شیریں غذائیں کھاتا ہے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے کہ ماں کے رحم میں اس کا کیا حال تھا اور اس سے ناخوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر اپنی عمر کے آخر سے خبردار ہو جائے کہ کس طرح کی مصیبتیں، بلائیں اور مرگ و موت آئے گی تو پریشان حال ہو جائے۔

کیا تم جانتے ہو کہ بچہ پیدائش کے وقت فریادی، بے تاب اور آہ و فغاں کیوں کرتا ہے؟

یا تو تاریک زندان سے باہر آنے پر روتا ہے اور آج اس آزاد جہان کے میدان میں موجود ہے۔

یا پھر اس جگہ پر اس کی خوراک خون تھا اور اس جہان میں اس کے لب پر شکر اور دہن میں شیرینی ہے۔

وہ جانتا ہے کہ اس جہان میں کیا کچھ اس کے سر پر آنے والا ہے تو بیچارہ اس پہلے لحظۂ پیدائش سے ہی پریشان ہے۔

گیارہواں مرحلہ: دُودھ کی بڑھائی

یہ مرحلہ زندگی کا ماں اور شیر خوار بچے کیلئے زندگی کے مشکل ترین اور حساس ترین مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے۔ جب ماں اس سنگین ترین اور طاقت فرسا بوجھ کو زمین پر رکھ دیتی ہے تو اس سے

Presented by www.ziaraat.com

بڑھ کر سخت ترین زندگی کے مرحلہ کو شروع کرتی ہے کیونکہ اب تک بچے کی غذا، صحت، بیماری اور دیگر ذمہ داریاں کسی اور کے ذمہ تھیں اور ماں صرف حمل کی بے سکونی و تنگی کو برداشت کر رہی تھی مگر جب بچہ اس عالم دنیا میں قدم رکھتا ہے تو ماں کی مشکلات اور ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ بچے کی دائمی اور روزانہ کی محافظت جس میں بچے کی تمام احتیاجات کو پورا کرے، جبکہ بچہ خود اپنی حاجات کو بیان نہیں کر سکتا اگر کسی قسم کی تکلیف رکھتا ہے تو بیان نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ تکلیف کی جگہ کو بھی نہیں بتا سکتا۔ اگر بھوک و پیاس لگی ہو، گرمی و سردی سے تنگ ہو تو بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا صرف وہ کام جو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ گریہ وزاری کرے اور رو رو کر آخر بے حال ہو کر گر جائے۔

صرف ماں ہے جو انتہائی دانائی اور ہوشیاری کے ساتھ تجربہ کاری سے حوصلہ و صبر رکھتے ہوئے بچے کی حاجات کو سمجھے، اُن کو مشخص کرے اور ان کو پورا کرنے کی چارہ جوئی کرے۔ چنانچہ شیر خوار بچے کی صفائی، ستھرائی، خشکی و تری کا دورانیہ انتہائی مشکل اور طاقت فرسا ہے کیونکہ بسا اوقات سردی کے موسم میں برف کو توڑے اور اس سے پانی حاصل کر کے اس کی کثافتوں اور گندگیوں کو صاف کرے اور صاف کرنے کے بعد ان کو خشک کرے اور خاص کر بارش اور برف کے موسم میں کہاں ان کو خشک کرے اور خشک کرنے کی جگہ کہاں سے تلاش کرے اور اس کی غذا جو کہ ماں کے جسم کا شیرہ ہوتی ہے کہاں سے مہیا کرے اور اگر ماں کا دُودھ نہ ہو تو دُودھ کا مہیا کرنا بہت مشکل امر ہے اور پھر کونسا دُودھ بچے کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور اس کے علاوہ ہزاروں مصیبتیں ماں کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

طفل را چون پا نباشد مادرش　　آید و ریزد وظیفه برسرش
چون زمین را پا نباشد جود اُو　　ابر را راند بماره سوی اُو

اگر ماں بچے کی محافظت کرنے والی نہ ہو　　تو تمام احتیاجات کا فریضہ اس کی اپنی گردن پر آ جائے
جس طرح زمین کا زمین کو اُٹھانے والا پاؤں نہ ہو　　تو بادلوں کے غبار کو نبی کی طرف ہموار طور پر پلٹا دے

بہر صورت اس دورانیہ میں جو مختلف قسم کی بیماریاں نومولود کو لاحق ہوتی ہیں تو ماں کو انتہائی صبر و حوصلہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ دن رات خدمت کرنے کیلئے کمر ہمت کو باندھتی ہے، راتوں

Presented by www.ziaraat.com

کو جاگ جاگ کر صبح تک بچے کی دیکھ بھال کرتی ہے، یہ بھی دوسری مشکلات پر ایک بہت بڑی مشکل ہے۔ ان تمام مشکلات کو یا ان سے بڑھ کر تکلیفوں کو ماں برداشت کرتی ہے۔

حق ہزاران حکمت و فن ساختہ است تاکہ مادر بر تو مہر انداختہ است

حق تعالیٰ نے ہزاروں حیلے اور وسیلے بنائے ہیں تاکہ ماں تمہارے اوپر مہر و محبت کو قربان کردے

چنانچہ شیر خوارگی کا دورانیہ زیادہ سے زیادہ چوبیس مہینوں کا ہوتا ہے، البتہ ان بچوں کے لئے جن کے حمل کا دورانیہ نو مہینوں سے کم ہوتا ہے مگر جن کے حمل کی مدت کامل ہوتی ہے اور نو مہینے ماں کے شکم میں مکمل کرتے ہیں تو ان کا شیر خوارگی کا دورانیہ اکیس مہینے ہوتا ہے۔ لہٰذا ماں اس کو اکیس ماہ دُودھ پلائے گی اور یہ شیر خوارگی کا دورانیہ قرآن کی آیت کے مطابق ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

﴿وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (سورۂ احقاف:۱۵)

"حمل اور دُودھ چھوڑانے کی مکمل مدت تیس (۳۰) مہینے ہے"۔

اگر بچہ نو مہینے کا دُنیا میں آئے تو اس کا شیر خوارگی کا دورانیہ اکیس ماہ ہوتا ہے اور اگر نو مہینے سے کم مدت کا بچہ دنیا میں آئے تو اس کا شیر خوارگی کا دورانیہ چوبیس ماہ کا ہوگا کیونکہ حمل کی ابتداء اور انتہاء اور دُودھ پلانے کی مدت تیس ماہ معین کی گئی ہے۔ تو جس طرح بندہ بڑا ہوتا جاتا ہے خدا کا لطف و کرم اس پر زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ جب انسان جنین کی عمر میں تھا تو تنگ و تاریک ماحول میں بیٹھا ہوا تھا اور خون کی غذا استعمال کرتا تھا اور جب اس نے اس وسیع اور روشن جہاں میں قدم رکھا تو اس کی غذا ماں کی چھاتی کا خوشگوار دُودھ ہوتا ہے۔ پس ایک مدت کے گزرنے کے بعد سُرخ مسوڑھوں سے سفید دانت موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے باہر آتے ہیں قوت ہاضمہ طاقتور ہو جاتی ہے تو بجائے دُودھ کے مختلف قسم کی غذائیں اور پھل استعمال کرتا ہے اور ایسی نعمتیں جو کھانے پینے کی نہیں ہوتیں اُن سے استفادہ کرتا ہے۔ ہاں۔

گر ببند د راہ یک پستان بر او می گشاید راہ صد پستان بر اُو

اگر بچے پر چھاتی کے راستے کو بند کر دیا جائے تو اس پر کئی سوراستے کھل جاتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

پیدائش سے پہلے غذا تیار

انسان کا نومولود اور بہت سارے حیوانات کے بچے ابتدائے پیدائش میں سخت اور سنگین غذاؤں سے استفادہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر خداوند متعال نے نرم و نازک اور مخصوص غذا دودھ کے نام کی ان کی ماؤں کی چھاتی میں ان کیلئے تیار کردی ہے۔ حقیقت میں وہی خون ماں کے بدن کا جو جنین کے عالم میں بچے کی غذا بنتا تھا اسی خون کو خداوند کریم بدل کر دودھ کی شکل میں بچے کی غذا بنا دیتا ہے اور ایک معین مدت تک وہی دودھ اس کی غذا بنا رہتا ہے۔ ماں کے وجود میں خودبخود کام کرنے والا خدا نے کارخانہ بنایا ہے جو کہ خون کو بہترین خوشگوار اور جامع غذائی مواد بنام دودھ کی صورت میں بدل دیتا ہے جو کہ بچے کے کمزور ہاضمہ اور لطیف طبع کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کارخانے کے محصولات (یعنی دودھ) بنام پستان خزانے میں جمع ہوتے ہیں کہ جن کی نوک بچے کے منہ کے مطابق ہوتی ہے اور اس نوک کے مختلف باریک قسم کے سوراخ ہوتے ہیں تا کہ دودھ یکدم بچے کے منہ میں داخل نہ ہو اور اس کے گلے کو نہ پکڑے۔

بہر صورت بچے کے اس جہان میں قدم رکھنے سے پہلے وہ کارخانہ کام شروع کر دیتا ہے اور دودھ پستانوں میں آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جتنا جنین کامل ہوتا جاتا ہے اتنا ہی دودھ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جنین کی خلقت کامل ہو جاتی ہے۔ حمل کی صورت میں ماں کے پستان تدریجی طور پر شکل و صورت کو بدلتے رہتے ہیں اور جتنا زیادہ خون جفت (ڈول) سے ماں کو ملتا ہے اور وہ خون دودھ میں تبدیل ہوتا ہے۔ ماں کے پستان دن بدن بڑے ہوتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو آنے والے بہت بڑے فریضہ و ذمہ داری کے لئے تیار کرتے رہتے ہیں۔ وہ رگیں جو پستانوں کے اندر موجود ہیں اور پستانوں کی نوک کے ساتھ متصل ہیں وہ طاقتور ہو کر موٹی ہو جاتی ہیں اور جب بچہ ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر آمادہ کر لیتے ہیں اور دودھ سے بھر جاتے ہیں۔

اس مقام پر انسان اس شعر کی یاد میں پڑ جاتا ہے، کہ کہتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

رزق وروزی کا غم نہ کھاؤ اور کتابی کے ورقوں کو ایک دوسرے پر نہ مار کیونکہ بچے کے پیدا ہونے سے پہلے خدا ماں کے پستانوں کو پُر کر دیتا ہے

اور عجیب بات یہ ہے کہ پستانوں کے اصلی عناصر سے دُودھ کا رِستا دائمی نہیں ہوتا ورنہ ہمیشہ دُودھ باہر آتا رہتا، بلکہ جب نومولود ماں کے پستانوں کو اپنے منہ میں لیتا ہے اور چوسنا شروع کرتا ہے تو اعصابی تحرکات، اعصاب کے راستے سے نخاع (حرام مادہ) میں چلے جاتے ہیں اور دو قسم کے ترشحات کا سبب بنتے ہیں۔ ایک خون کے راستے سے پستانوں میں ترشح کرتا ہے (ترشح کرنا یعنی رِسنا) اور دوسرا دُودھ کے بند راستوں پر دباؤ ڈالتا ہے تا کہ دُودھ پستانوں کی نوک کی طرف چلا جائے۔ یہ سارے کا سارا عمل تیس (۳۰) سیکنڈوں کے اندر کامل ہو جاتا ہے۔ اس سے عجیب ترین یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ ان پستانوں سے جن کو بچے نے منہ میں لیا ہے دُودھ جاری ہوتا ہے بلکہ یہ عمل پستانوں میں جاری و ساری ہوتا ہے۔ لہٰذا تاکید کی گئی ہے کہ نومولود کو دونوں پستانوں سے دُودھ دیا جائے (تا کہ دُودھ کے دونوں خزانے صحیح و سالم رہیں)۔

ماں کا مقام

این حدیث از مصطفیٰؑ اندر مقام مادر است ای بشر جنت نہان در زیر گام مادر است

گرچہ در عالم پدر دارد مقامی ارجمند لیک افزون از پدر قدر و مقام مادر است

گر کہ می خواہی سعادت از کلامش سر مپیچ رستگاری در اطاعت از کلام مادر است

ناتوانی از پی تکریم او کن جہد و جہد احترام ہر کسی از احترام مادر است

افکند کسی در خطر بہر کسی جان را کسی این گذشت و این فداکاری مرام مادر است

تو نہال آرزو را باغبانی می کنی ہستی ما حاصل رنج مدام مادر است

Presented by www.ziaraat.com

عزت دنیا و عقبیٰ را بہ دست آوردہ است   ہر کہ چون بندہ در این عالم غلام مادر است

این حدیث از مصطفیٰؐ اندر مقام   ای بشر جنت نہان در زیر گام مادر است

مادر است

ترجمہ:

یہ حدیث حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ماں کے مقام کو بیان کرتی ہے کہ اے انسان جنت ماں کے قدموں کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔

اگر چہ دنیا میں باپ کا مقام بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن باپ کے مقام سے ماں کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے۔

اگر تم سعادت و نیک بختی کو چاہتے ہو تو ماں کی بات کی نافرمانی نہ کرنا کیونکہ نیکی اور پرہیزگاری ماں کی بات کی اطاعت میں ہے۔

جتنا بھی ممکن ہو سکے ماں کی تعظیم و تکریم میں جدوجہد کرو کیونکہ جس کا بھی کوئی احترام ہے ماں کے احترام سے ہے۔

جس نے بھی کسی کو خطرہ سے بچانے کیلئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا ہے یہ قربانی اور فداکاری ماں کی مرہون منت ہے۔

تو اُمیدوں کے درختوں کی آبیاری کرتا ہے، ہماری شخصیت ماں کے دائمی رنجوں اور دُکھوں کا ماحصل ہے۔

اس بندے نے دنیا و آخرت کی عزت کو پالیا ہے جس نے اس عالم دنیا میں ماں کی غلامی کی ہے۔

یہ حدیث محمد مصطفیٰؐ کی ماں کے مقام و منزلت کو بیان کرتی ہے کہ اے بشر! جنت ماں کے قدموں کے نیچے چھپی ہوئی ہے۔

دُودھ کا پیدا ہونا

اس مقام پر ضروری ہے کہ چند سطریں دُودھ اور اس کے پیدا ہونے کے بارے میں لکھی

Presented by www.ziaraat.com

جائیں کہ دُودھ اس غذا سے جو ماں کھاتی ہے کس طرح وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے جب غذا معدہ میں قرار پکڑتی ہے تو ہضم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جذب ہونے کے قابل ہو جاتی ہے تو معدہ ہی میں کئی ملین رگوں کے سامنے آجاتی ہے اور رگیں اس سے مفید اور ضروری عناصر کو جذب کرتی ہیں اور اس درخت تک پہنچاتی ہیں کہ جس کی انتہاء پستانوں کی نوک ہوتی ہے اور اس کی جڑیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب غذا بڑی نالی کے ذریعے ماں کے معدہ تک پہنچتی ہے اور وہاں پر ہضم ہوتی ہے تو ایک کم مقدار غذا کی مثلاً شکر و پانی کا مواد معدہ کی دیواریں جذب کر کے بدن کو پہنچاتی ہیں اور اس کے بعد ہضم شدہ غذا کا بہترین حصہ معدہ سے بڑی نالی میں داخل ہوتا ہے اور جب بڑی نالی میں غذا پہنچتی ہے تو اس کا مواد حیاتی بدن میں جذب ہو جاتا ہے اور خون میں داخل ہو جاتا ہے اور مخصوص غدود جو پستانوں کے اندر ہوتے ہیں وہ چھڑکاؤ کرتے ہیں اور اصلی مواد خون اور غدودوں سے لیا جاتا ہے۔

اس ترتیب کے ساتھ یہ خالص سفید رنگ مادہ اور خوشگوار طاقت بخش دُودھ ہضم شدہ غذاؤں سے اور خون سے حاصل کیا جاتا ہے۔ پستان دُودھ کے پروٹینی مواد کو تیار کرنے کیلئے بدن کے ذخیرہ شدہ اسیدھائے آمینہ سے استفادہ کرتے ہیں اور کچھ دُودھ کا مواد خون سے حاصل نہیں ہوتا (مثلاً کازوئین) اور پستان کے غدود اس کو تیار کرتے ہیں۔ اور کچھ مواد جو دُودھ میں موجود ہوتا ہے (مثلاً وٹامن کی قسمیں، نمک، طعام اور اسید فسفریک) ترشحات کے ذریعے سے دُودھ میں وارد ہوتا ہے اور بعض دوسرا مواد مثلاً دُودھ میں شکر کا ہونا یہ خون میں جو شکر موجود ہوتی ہے اس سے لیا جاتا ہے جس پر پستان اپنی سرگرمی انجام دیتے ہیں۔

پس جس طرح بیان ہوا ہے دُودھ کا پیدا ہونا غذائی مواد کے جذب ہونے سے حاصل ہوتا ہے جو کہ اس خون سے تیار ہوتا ہے جس کا تعلق بلاواسطہ طور پر پستانوں کے غدود کے ساتھ ہوتا ہے اور دُودھ رنگ دھلا اور نئی خوشبو کو پستانوں کی نوک سے پھیلاتا ہے۔ اس وقت ماں کو چاہئے کہ اپنے آپ کو بچے کے پاس پہنچائے اور پستانوں کو اس کے منہ میں ڈال دے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ پستانوں میں ایک لیٹر دُودھ کو پیدا کرنے کیلئے کم از کم پانچ سو لیٹر خون اس سے عبور کرے تا کہ ضروری مواد ایک لیٹر

Presented by www.ziaraat.com

دُودھ کے لئے خون سے حاصل کر سکے اور ایک لیٹر خون کیلئے کئی گنا زیادہ غذائی مواد کا نالیوں اور معدہ میں جانا ضروری ہے۔

دُودھ کا اہم موادِ غذائی

دُودھ مختلف حیاتی مواد سے بھرا ہوتا ہے۔ایک کامل غذا کے مجموعہ کو تشکیل دیتا ہے، مثلاً معدنیاتی مواد، آکسیجن اور اُڑنے والے بخارات، اسید کربنیک، شکری مواد، وٹامن بی، سی، ای، ڈی کافی مقدار میں موجود ہوتی ہے اور بائیس (۲۲) مختلف قسموں کا مادہ ملک بدن میں سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے۔چنانچہ تازہ دُودھ انسان کیلئے ایک کامل غذا شمار ہوتا ہے۔

اس وجہ سے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کامل غذا جو آب وغذا کی جگہ کو لے سکتی ہے دنیا میں موجود ہے تو وہ صرف دُودھ ہے اور یہ بات سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دُودھ کم حجم اور طاقت سے بھرا ہوا اضافی مواد سے خالص غذائیت سے بھرا ہوا ہے"۔

بہر صورت اس طرح کی خوشگوار غذا ہے جو ہر انسان کیلئے ہر سن وسال میں بچپنے سے بڑھاپے تک مفید اور نفع بخش ہے۔ان ہی وجوہات کی وجہ سے بہت سارے بیمار لوگ اس غذا سے استفادہ کرتے ہیں اور خصوصی طور پر ہڈیوں کے بڑھنے اور طاقتور ہونے کیلئے غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(اقتباسات از تفسیر نمونہ،ج:۱۱،ص:۲۸۹ تا ۲۹۴)

پس معلوم ہو گیا کہ دُودھ وہ غذا ہے جس کو ماں استعمال کرتی ہے لہٰذا ماؤں کو توجہ رکھنی چاہئے کہ کون سی اور کیسی غذا کھا رہی ہیں، کیا حلال ہے یا حرام، نجس ہے یا پاک، خالص ہے یا ملاوٹ والی۔ پس جیسی غذا ہو گی دُودھ بھی ویسا ہو گا اور بچے کی بنیاد کو ہی دُودھ محکم ومضبوط کرتا ہے۔اگر غذا پاک ہو گی تو بچہ پاک اور مؤمن ہو گا اور اگر غذا نجس اور ناپاک ہو گی تو بچہ بھی فاسق وفاجر ہو جائے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

بارہواں مرحلہ: بچے کا دُودھ چھڑوانا

گیارہواں مرحلہ میں ہم نے کہا ہے: کہ بچے کی دُودھ بڑھائی کی مدت کا دورانیہ تقریباً دو سال تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد بچے کو دُودھ چھڑوا دینا چاہیے۔ اس موقع پر بچے کے دانت نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو غذا کے استعمال کیلئے تیار کرتا ہے کیونکہ پہلی نرم و نازک، گرم و ملائم غذا، ٹھنڈی اور سخت غذا میں بدل گئی ہے اور اس کے کھانے میں تکلیف کو برداشت کرے گا۔ ماں باپ کو چاہیے کہ بچے کے مزاج کے مطابق اس غذا کو تیار کریں اور جس طرح بھی ہو سکے اس کو آمادہ کریں (بعض اوقات ماں باپ کے درمیان بچے کی غذا پر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ باپ کہتا ہے میرے کام کی صورتحال بہتر نہیں ہے، پیسے نہیں ہیں، آمدنی نہیں ہے۔ ماں کہتی ہے جہاں سے بھی کر سکتے ہو بچے کی غذا کو مہیا کرو)۔

یک طفل دندان در آورده بود	پدر سر به فکرت فرو برده بود
که من نان و برگ از کجا آرمش	مروّت نباشد که بگذارمش
چو بیچارهٔ گفت این سخن نزد جفت	نگر تازن او را چون مردانه گفت
مخور گول ابلیس تا جان زهد	هر آن کس که دندان دهد نان دهد
توانا است آخر خداوند روز	که روزی رساند تو چندان مسوز
نگارندهٔ کودك اندر شکم	نویسنده عمر و روزی است هم

ترجمہ:

ایک بچے نے دانت نکالے تو باپ فکر کرنے میں ڈوب گیا۔
کہ میں روٹی سالن کہاں سے مہیا کروں اور اگر نہیں کرتا تو مروّت کے خلاف ہے۔
جب اُس نے بیوی کے پاس یہ بات کی تو عورت نے اس کو مردانہ وار کہا فکر نہ کر۔
ابلیس کے دھوکہ میں نہ آنا کہیں جان نہ دے دینا، جو دانت دیتا ہے روٹی دیتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

خداوند عالم آخر تو اما و صاحب قدرت ہے وہ رزق و روزی دے گا تم مت جلو!

وہ ذات جو ماں کے شکم میں بچے کی حفاظت کرنے والی ہے وہی ذات رزق و عمر دونوں کو لکھنے والی ہے۔

اس عمر کے دورانیہ میں بچہ کی غیر معمولی حفاظت کی ضرورت ہے، اس کی غذا کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ ابھی اُس نے دُودھ کو چھوڑا ہے اور کوئی غذا دُودھ کی جگہ کو نہیں لے سکتی جو کہ بچے کے مزاج کے موافق ہو۔ اس کی اُٹھنے بیٹھنے کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ ابھی اس نے دست و پا کے ذریعے چلنے کو سیکھا ہے اور راستہ چلنے کو یاد کرنا چاہتا ہے کبھی اٹھے گا اور کبھی زمین پر گر جائے گا لہٰذا کہیں بلند جگہ سے گر نہ جائے، آگ کے اندر نہ چلا جائے، پانی میں ڈوب نہ جائے، گاڑی کے نیچے نہ آ جائے اور اس کے علاوہ دوسری اور قسم کی حفاظتیں کرنی ضروری ہیں۔ ان سب حفاظتوں سے اہم تر حفاظت ماں باپ کے کردار کی حفاظت ہے کیونکہ بچہ انتہائی حساسیت رکھتا ہے، ہر موقع سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے۔ ماں باپ کے گفتار و کردار پر غور و فکر کرتا ہے کہ کیا کہتے ہیں اور کس طرح بات کرتے ہیں، ان کی گفتار و حرکات کو عقل میں لے لیتا ہے اور پھر ان کی تقلید کرتا ہے۔ ہر ایک بات اور کردار کو اچھا شمار کرتا ہے اور ہر جگہ پر اس کا اظہار کرتا ہے۔ اگر ماں باپ دیندار، باادب ہوں گے اور اچھی باتیں کریں گے بچہ بھی ان کو یاد کرے گا، اگر سچ بولنے والے ہوں گے بچہ بھی سچ بولنے والا ہو گا اور اگر جھوٹ بولنے والے ہوں گے تو وہ بھی جھوٹ بولنے والا ہو جائے گا۔ یہ دورانیہ عمر کا بچے کی تعلیم و تربیت کا دورانیہ ہے، بچہ تمام اخلاقیات کو یاد کرتا ہے۔ چنانچہ یہ مرحلہ عمر کا مقدرات کے بنانے کے مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ ہے کیونکہ ماں باپ کے تمام حرکات و سکنات کو بچہ اپنے دل میں نقش کرتا ہے اور آئندہ کی زندگی میں اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور ماں باپ کے ہی کردار و عمل کو اپنے کردار و عمل کا سرنامہ قرار دیتا ہے۔

اس مرحلہ میں انحراف (کج روی) تند خوئی (چکر و چالاکی) پرخاش گری (جنگ و جدال جھگڑا) داد و فریاد (آوازوں کا کسنا) لجبازی (مخالفت عناد، نافرمانی کرنا، ضد کرنا) اور بچے پر غضب و غصہ کرنے سے اپنے آپ کو روکنا چاہیے ورنہ اگر اس مرحلہ میں کوتاہی سستی کا مظاہرہ ہوا تو پھر بچے کی

Presented by www.ziaraat.com

تربیت یا تو انتہائی مشکل ہو جائے گی یا اصلاً اس کی تربیت محال ہو جائے گی۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم آقائی فلسفی جو کہ ایران کے بے بدل اور کلام پر قدرت وتوانائی رکھنے والے خطیب تھے انہوں نے اپنی تقریروں میں سے ایک تقریر میں کہا تھا کہ:

''مجھے ایک عورت نے ٹیلی فون کیا اور کہا: آقائی فلسفی! میرا ایک بچہ ہے جو بے حد درجہ کا نافرمان، سر پھرا ہے میں نہیں جانتی کہ اس کے ساتھ کیا کروں کہ اس قدر نافرمانی نہ کرے اور ہم کو اذیت وتکلیف نہ پہنچائے۔(انہوں نے کہا) میں نے اس عورت کو کہا آپ کے بچے کی عمر کیا ہے؟ کہا: چھوٹا ہے، چار سال کا ہے۔ تو اس عورت کے جواب میں میں نے کہا: اے میڈم! تو نے دو سال دیر سے ٹیلی فون کیا ہے اور بچے کو جو کچھ ہونا ہے وہ ہو چکا ہے کوئی چارہ کارگر نہ ہوگا کیونکہ بچہ دو سال کی عمر میں جو کچھ سیکھنا چاہتا ہے وہ سیکھ لیتا ہے اور اب کچھ نہیں ہو سکتا''۔

اے بچوں کے ماؤں اور باپو! خدا اور معاشرے کی اصلاح کیلئے آؤ ایسا کام کریں کہ ہمارے بچے نافرمان، سخت گیر اور جھگڑا کرنے والے نہ بنیں، نفرت وکینہ کرنے والے نہ ہو جائیں، چیر پھاڑ کرنے والے حیوان کی طرح لوگوں پر حملہ نہ کریں، معاشرہ کو چور، ڈاکو، قاتل، دھوکہ باز اولاد نہ دیں، معاشرے کو منشیات سے آلودہ افراد پیش نہ کریں، بچے کی آئندہ کی زندگی خراب نہ کریں اور نتیجتاً قوم وملت کو فاسد وبرباد نہ کردیں۔

بہرصورت جس گھر میں ماں باپ بُرے اخلاق کے ہوں گے تو بچہ بھی نفرت وکینہ سے بھرا ہوا ہوگا۔ جس گھر میں ماں باپ فحاشی کرنے والے، جھگڑا وفساد کرنے والے ہوں گے بچے کی کبھی بھی صحیح تربیت نہ ہو سکے گی۔ جس گھر میں ماں باپ جاہل اور بدزبان ہوں گے تو کبھی بھی بچہ خوش زبان، اچھے کردار والا نہ بن سکے گا۔ جس گھر کا سرپرست چور ہو تو بچہ کبھی بھی امین ودیانتدار نہیں ہو سکتا۔ جس گھر میں حرام کا مال، رشوت کا مال، قمار بازی کا مال خرچ کیا جاتا ہو تو کبھی بھی ان کی اولاد سعادت مند نہیں ہو سکتی۔ جس گھر میں حیاء وحجاب، عفت وپاکدامنی رائج نہ ہوگی تو بچے بھی آئندہ زندگی میں فساد وفحشاء گندگی وبرائی کریں گے۔ جس گھر میں منشیات کا استعمال ہوتا ہوگا تو پھر وہ والدین بھی بچوں کو سڑکوں پر

Presented by www.ziaraat.com

یا جیلوں میں تلاش کریں گے۔ جس گھر میں دین، مذہب، نماز کی کوئی اہمیت نہ ہوگی اُس گھر کے بچے کبھی عالم مجتہد نہ بن سکیں گے۔ جس گھر میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہ ہوں گے تو اس گھر کے بچے شیطان کے راستے پر چلیں گے۔ آخر بحث پر حضرت امیر المؤمنین علی ﷺ کی حدیث مبارکہ جس میں آنحضرت نے اولاد کی تربیت اور احکام دین کو یاد کروانے کی تاکید کی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ جو بات بچے ماں، باپ، اُستاد سے سنتے ہیں اس کو اپنے دل میں نقش کر لیتے ہیں اور آئندہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔

آنحضرت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلْعِلْمُ فِی الصِّغَرِ کَالنَّقْشِ فِی الْحَجَرِ﴾ (بحار الانوار، ج:۱، ص:۲۲۴)

"بچے کو علم و دانش اور اہم چیزوں کا یاد کروانا اسی طرح ہے کہ جس طرح کسی نقش کو پتھر پر کندہ کیا جائے، اگر لاکھوں سال بھی باقی رہے گا تو اس کا کندہ شدہ نقش برطرف نہیں ہوگا اور ہمیشہ کیلئے مضبوط اور برقرار رہے گا"۔

تیرہواں مرحلہ: بچپن کی عمر

اس مرحلہ میں بچہ بات کرنی سیکھ جاتا ہے اور راستہ چلنا یاد کر لیتا ہے اور ماں باپ کے لئے میٹھی زبان کو چلاتا ہے۔ اس دورانیہ میں بچے کی استعداد و فکر جاری ہوتی ہے اور سبق پڑھنے کی آمادگی آجاتی ہے۔ لہٰذا ایسے بچوں کیلئے ایک اسکول بنایا جانا چاہئے اور اخلاق و حوصلہ رکھنے والے عملہ سے خدمت لی جائے تاکہ بچوں کی فکر کو رشد و تکامل حاصل ہو۔ قرآن کے فرمان کے مطابق بچے کی عمر کھیل کود کی عمر ہے۔ خداوند کریم دنیا کی زندگی کو چند مرحلوں میں خلاصہ کرتا ہے۔ پہلا مرحلہ زندگی کا لہو و لعب (کھیل کود) اور زندگی کا مقدمہ ہے۔ (سورہ حدید:۱۹)۔ چنانچہ لعب اس عمل کو کہتے ہیں جس میں قصد صحیح اور فکر عاقلانہ شامل نہیں ہوتی لہٰذا وہ سارے کام جن کی بنیاد اور اصلیت نہیں ہوتی اور حقیقی زندگی کے متن سے دُور ہوتے ہیں ان کو لعب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نیز وہ کام جو خیالی نظم و نسق رکھتے ہوں اور خیالی مقصد کی وجہ سے انجام پائیں ان کو لعب کہا جاتا ہے اور بطور خلاصہ بچپنے کے وہ سارے کام جن کا

Presented by www.ziaraat.com

کوئی نتیجہ نہیں ہوتا اور حقیقت میں کوئی قیمت نہیں رکھتے اُن کو لعب کہتے ہیں۔ پس بچپنے کی عمر کا دورانیہ آٹھ سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس مدت میں بچے کا کام کھیلنا، چیزوں کو بنانا اور ان کو خراب کرنا ہوتا ہے۔ بچہ اپنے کسی کام کی قیمت واہمیت کا قائل نہیں ہوتا۔ ابتداء میں پوری محبت کے ساتھ کام کا آغاز کرتا ہے اور بہت کوشش کے ساتھ کام کو مکمل کرتا ہے، جب تھک جاتا ہے یا پھر دن پورا ہو جاتا ہے اپنے پورے کاموں کو توڑ پھوڑ دیتا ہے اور دوسری مرتبہ پھر ابتداء سے شروع کرتا ہے اور جب کئی بچے مل کر کھیلتے ہیں تو کئی بچے کامیاب ہو جاتے ہیں اور کئی بچے نا کام ہو جاتے ہیں لیکن ان کا کامیاب ہونا اور نا کام ہونا ان کے کاموں میں بالکل مؤثر نہیں ہوتا اور جب کھیل ختم ہو جاتا ہے تو ہر ایک چیز اپنی جگہ پر آجاتی ہے۔

بہت زیادہ دیکھا گیا ہے کہ بچے دائرہ کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں اور کھیلنا شروع کرتے ہیں۔ ایک امیر دوسرا وزیر، ایک چور دوسرا شکایت کرنے والا، ایک محافظ اور دوسرا قاضی بن جاتے ہیں مگر جب ایک گھنٹہ کے بعد تھک جاتے ہیں یا بھوک اُن پر دباؤ ڈالتی ہے سارے کے سارے اپنے پہلے حال پر واپس آجاتے ہیں، نہ کوئی امیر و وزیر رہتا ہے نہ کوئی محافظ و قاضی رہتا ہے اور نہ کوئی چور اور شکایت کرنے والا رہتا ہے۔ سب کے سب ایک دوسرے کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں۔ یہ بچپنے کا دورانیہ ہے، اس عمر کے دورانیہ میں نہ کوئی تکبر ہوتا ہے نہ کوئی بغض و کینہ ہوتا ہے۔ دشمنیاں وقتی ہوتی ہیں، بے سکونیاں بہت جلدی ختم ہو جاتی ہیں، بچہ آئندہ کی فکر نہیں کرتا اور دنیا سے دل کو نہیں لگاتا، صفائی اور مضبوطی، مہر و محبت، عشق و تعلق ہر جگہ قائم ہوتا ہے۔ بچے مٹی پر بیٹھتے ہیں، زمین پر سو جاتے ہیں، بچوں میں ایسی صفات پائی جاتی ہیں جو الٰہی نمائندوں کو بے حد پسند ہیں اور فرماتے ہیں: ”اگر وہ صفات بڑے انسانوں میں پائی جائیں تو بہت زیادہ نتیجہ بخش اور اہمیت کی حامل ہوں گی“۔

خداوند کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا:

”اے عمران کے بیٹے! مجھے بچوں کی کئی عادات بہت زیادہ پسند ہیں: (۱) تکبر نہیں کرتے (۲) جب جنگ و جدال اور جھگڑا کرتے ہیں تو بہت جلدی اس کو بھول جاتے ہیں (۳) سچ بولتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

جھوٹ کبھی نہیں بولتے (۴) جب ماں بچے کو مارتی ہے اور گھر سے باہر نکال دیتی ہے تو وہ دوبارہ گھر واپس پلٹ آتا ہے (۵) رزق وروزی کا غم نہیں کرتے اور اپنے آئندہ کے فکر میں نہیں ہوتے (۶) سخاوت کرنے والے ہوتے ہیں جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طور پر کھاتے ہیں (۷) زیادہ روتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے مانگنا ہوتا ہے ماں باپ سے گریہ کے زور پر مانگتے ہیں (۸) اور دنیا کے ساتھ کبھی لگاؤ نہیں کرتے۔ (مجمع النورین، ج:۱۱انسان، ص:۹۶تا۹۹)

چودھواں مرحلہ: نوجوانی کے عالم میں

چنانچہ طفلگی کے مرحلہ کے گزرنے کے بعد نوجوانی کی نوبت آتی ہے۔ تو جب بچہ بالغ ہونے کی حد کے قریب پہنچتا ہے تو نوجوانی شروع ہوتی ہے اور چوبیں سال تک جاری رہتی ہے۔ اس مرحلہ زندگی کو عنوان شباب کہا جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں تمام رجحانات اور چاہتیں بیدار ہوجاتی ہیں اور انسان زندگی کے حساس ترین مرحلہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ تمام چیزوں کو ایک دوسری نگاہ کے ساتھ دیکھتا ہے، تمام کھیل کود اور ساری سرگرمیاں غرور و تکبر اور زینت و آرائش میں بدل جاتی ہیں اور زندگی کا عمدہ ہم وغم (مال و دولت) زینت اور اپنے آپ کو سنوارنے پر خرچ ہوتا ہے۔ لباس اچھا ہو، جوتے خوبصورت ہوں، بال بنیں ہوئے ہوں، ہر روز لباس کو تبدیل کرتا ہے، جوتوں کو ہر روز پالش کرنا، بالوں کو کنگھی کرنا، خوبصورت وزیبا شریک حیات کو تلاش کرنا، خوبصورت سواری کی فکر کرنا اور پھر اس قدر اپنی اور اپنے متعلق چیزوں کی زیبائی اور خوبصورتی کی فکر کرتا ہے، اصلاً کسی دوسری چیز کی فکر نہیں ہوتی۔ اگر اس سے کہا جائے کہ دو لڑکیاں تمہارے لئے دیکھی ہیں ایک اُن میں سے زیادہ خوبصورت وزیبا نہیں ہے مگر انتہائی دیندار، صاحب اخلاق، صاحب تقویٰ ہے اور دوسری بے حد درجہ کی خوبصورت ہے حسن و جمال کی پری ہے لیکن بداخلاق ہے دین وتقویٰ نام کی کوئی چیز اس میں نہیں ہے تم ان میں سے کس کو پسند کرو گے؟ تو جواب میں کہے گا: مجھے وہی خوش شکل، خوش قیافہ اور حسن و جمال والی لڑکی پسند ہے اس کی بداخلاقی کے مقابلے میں صبر کروں گا اور اس کے دین وتقویٰ کی اصلاح کرلوں گا۔

بہر حال یہ زیب و زینت اور خوبصورتی، حسن و جمال ہمیشگی و دوام نہیں رکھتے۔ آہستہ آہستہ یہ

Presented by www.ziaraat.com

نازنخرہ ختم ہو جاتا ہےاور نوجوانی کے آخر پر زیب وزینت کا رنگ کمزور ہو جاتا ہےاور فخر وخود پسندی پیدا ہو جاتی ہے اور کہتا ہے: میں تو وہ ہوں جس نے یونیورسٹی سے ٹاپ کیا ہےاور فلاں دفتر میں مجھے سیٹ ملی ہے، بے حد درجہ کی عزت والی نوکری ملی ہے،فلاں بڑے آدمی کا داماد ہوں، میری ماہانہ آمدنی اس قدر ہے،فلاں بڑی شخصیت کے ساتھ میرے خاندانی تعلقات ہیں،فلاں بڑا آدمی میرا احترام کرتا ہے۔ پس اس طرح کے عقیدہ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوجوانی کے دورانیہ میں پہلے انسان کے اندر زینت اور زینت پرستی پیدا ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں پر فخر ومباہات کرنا شروع ہو جاتا ہے۔اس مرحلۂ زندگی میں کھیل کود سے کوئی سروکار نہیں ہوتا،کوئی دوسری سرگرمی نہیں ہوتی۔اگر آپ ملاحظہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ بچے اپنی سرگرمی میں مشغول ہیں۔اگر کوئی ہنستا ہندہ اُن کے پاس سے گزرے اور اُن سے کہے کہ کیوں یہ اپنے آئندہ کی فکر نہیں کرتے، اپنے حال میں مست ہیں بیہودہ اور بے مقصد کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کو اپنے مستقبل کی کوئی خبر نہیں ہے۔

قرآن زندگی کے ان دونوں دورانیہ کو (طفلگی ونوجوانی) اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿اِنَّمَا الْحیوٰةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ و لَهْوٌ وَ زِیْنَةٌ وَ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ﴾ (سورۂ حدید:۲۰)

"بیشک دُنیا کی زندگی لَعب (کھیل کود) ولَھو (سرگرمی) اور زیب وزینت جمال پرستی اور تمہارے درمیان فخر ومباہات کرنا ہے"۔

چنانچہ جس لہو ولعب کو قرآن بیان کرتا ہےاس کا تعلق جوانی کے مرحلہ کے ساتھ ہے۔نوجوانی زندگی کا وہ دورانیہ ہے جس میں تمام خواہشات، چاہتیں، استعداد و ملکات پیدا ہو جاتے ہیں اور انسان کے جسم کا بڑھنا کمال کو پہنچ جاتا ہے۔انسان پچیس (۲۵) سال سے تیس (۳۰) سال تک قد وقامت کو بڑھاتا ہےاور بڑا ہو جاتا ہےاس کے بعد ہڈیوں پسلیوں کا بڑھنا موقوف ہو جاتا ہے۔

نوجوانی کے عالم میں خودشناسی

اس نوجوانی کے دورانیہ میں خودشناسی کا آغاز ہو جاتا ہے۔اپنی ذات کو پہچاننا علم نفسیات میں

Presented by www.ziaraat.com

بالغ ہونے کی علامات میں سے اہم علامت ہے۔انسان نوجوانی کی عمر میں اپنی شخصیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے،اپنے آپ کو پہچاننا تیرہ (۱۳) چودہ (۱۴) سال کی عمر میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پندراں (۱۵) اور اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اپنے کمال کو پالیتا ہے۔اس دورانیہ میں نوجوان اپنے آپ سے سوالات کرتا ہے: میں کون ہوں؟ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں کیوں آیا ہوں؟ میرے ماں باپ کس طرح کے انسان ہیں؟ کیا میرے افکار واحساسات دوسروں کی طرح ہوں یا پھر اُن سے الگ ہوں تو اس طرح کے سوالات اپنی ذات سے کرتا ہے۔

از کجا آمده ام آمدنم بهرچه بود　　به کجا می روم آخر ننمائی و طنم

میں کہاں سے آیا ہوں میرا آنا کا ہے کیلئے ہے　　کہاں جاؤں گا، آخر میں اپنے وطن کو نہیں جانتا

اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ جب تک نوجوان خودشناسی کے مرحلہ تک نہ پہنچے تو وہ کچی بلوغت کو پہنچا ہے۔اس طرح کا انسان کامل انسان، آگاہی رکھنے والا، ہوشیار، رُشد وکمال تک پہنچا ہوا حساب وکتاب میں نہیں آتا۔لہٰذا ظرفیتِ فکر اور فکری ذہنی کی وسعت بلوغت کی نشانیوں میں ایک بڑی نشانی ہے۔فکر واندیشہ کی وسعت، چیزوں کے درمیان قیاس کرنے پر قدرت، مشخص کرنا، قوت قضاوت اور اس طرح کی دوسری چیزیں بلوغ عقلی کہلاتی ہیں، یہاں تک کہ بلوغ عقلی کامل ہو جائے اور خودشناسی پیدا ہو جائے۔نوجوان اپنی ذات میں جو بے اعتمادی رکھتا ہے اس کی وجہ سے احساس حقارت کرتا ہے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا قضاوت اور فیصلہ کرتے ہیں۔

پندرھواں مرحلہ: جوانی کا عالم

انسان کی جوانی نوجوانی کے بعد شروع ہو جاتی ہے جس کی حدود چوبیس سال سے چالیس سال تک ہے۔اس عمر کے مرحلہ میں انسان کے اندر ناپسندیدہ صفات سے دو صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ دو صفتیں یہ ہیں (۱) دوسروں پر فخر ومباہات کرنا (۲) اور مال ودولت اور اولاد میں زیادتی کا طلبگار ہونا۔چنانچہ فخر ومباہات کا کرنا چوبیس (۲۴) سالگی کے سن سے شروع ہو جاتا ہے اور بتیس (۳۲) سالگی کے سن تک جاری رہتا ہے۔انسان دوسروں پر فخر کرتا ہے کہ میں فلاں دفتر میں کام کرتا ہوں، فلاں ادارہ

Presented by www.ziaraat.com

کا پرنسپل ہوں، جہاں کہیں جاتا ہوں سارے لوگ میرے احترام میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور میری تعظیم وتکریم کرتے ہیں، قوموں اور قبیلوں کے درمیان میری باتیں اثر ورسوخ رکھتی ہیں (فخر ومباہات کا دورانیہ آٹھ سال کا ہوتا ہے) اس کے بعد کثرت وتکاثر اور زیادہ طلبگی کا دورانیہ شروع ہوتا ہے (مال و ثروت اور اولاد میں زیادتی کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں) یہ دورانیہ عمر کا بتیس (۳۲) سال کے سن سے شروع ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آخر عمر تک جاری رہے۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ دن بدن مال و دولت اور اولاد وافراد میں زیادتی آتی جائے، لہٰذا جب کار وکسب سے فراغت حاصل کرتا ہے تو کیلکولیٹر اٹھالیتا ہے اور حساب کرنا شروع کر دیتا ہے کہ کتنی کو سفند رکھتا ہے، کتنی قالینیں ہیں، کتنے گھر ہیں، کتنے باغ ہیں اور کس قدر نقدی بینکوں میں موجود ہے اور کس بینک میں کس قدر رقم موجود ہے۔ اولاد کو شمار کرتا ہے کہ کتنے لڑکے اور کتنی لڑکیاں ہیں اور ان میں سے کس کی کتنی اولاد ہے اور ہمیشہ انتظار میں رہتا ہے کہ ان میں سے کون صاحب اولاد ہوتا ہے تا کہ اس کی افرادی قوت بڑھ جائے۔ اس دورانیہ زندگی میں گزرے ہوئے سارے اوصاف بھول جاتے ہیں، لعب ولہو (کھیل کود سرگرمی) فراموش ہو جاتے ہیں۔

اگر کسی کو کھیلتے کودتے اور سرگرمی میں مشغول دیکھے تو بے آرام ہو جاتا ہے کہ اپنے آئندہ کے فکر میں کیوں نہیں ہیں۔ زیب وزینت اور فخر ومباہات والی صفت کمزور پڑ چکی ہوتی ہے اور اپنی خصوصیت کو کھو بیٹھتی ہے۔ اس صفت کے بجائے انسان کے اندر مال و دولت کی کثرت، ذخیرہ اندوزی، اولاد میں زیادتی والی صفت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ عمر کا دورانیہ ہر ایک چیز کے رُک جانے کا دورانیہ ہے۔ بدن کا بڑھنا رُک جاتا ہے، اس کے بعد بڑا نہیں ہوتا۔ طاقتیں قوتیں رُک جاتی ہیں۔ اعضاء وجوارح کی قوتیں آگے بڑھنے سے موقوف ہو جاتی ہیں، یہ قوتوں کا سلسلہ چالیس سال تک ہوتا ہے۔ اس وقت میں انسان راستہ کے آخر پر اور حیات وزندگی کی آخری چوٹی پر پہنچ جاتا ہے جیسے کوہ نوردی میں بلند چوٹی دار پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے اور اس سے آگے نہ جا سکے اور وہاں سے پھر جس راستے پر گیا تھا پلٹ آئے اور ہر سال یہ احساس کر رہا ہے کہ اس کی قوتیں کمزور ہو رہی ہیں اور اس کی

Presented by www.ziaraat.com

بنیاد ختم ہو رہی ہے۔

جب انسان عمر کے اس حصے پر پہنچتا ہے اور چالیس سال کی عمر میں قدم رکھتا ہے تو اس کی شخصیت ثابت و مضبوط ہو جاتی ہے اور لوگوں کی اُمیدیں اور توقعات اس کے ساتھ زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر انسان کی خطاء، غلطی، بھول جانا قابلِ تدارک اور بخشش نہیں ہوتا کیونکہ انسان نے جوانی کے مرحلہ کو طے کر لیا ہے اور اس کی جہالت کا زمانہ گزر چکا ہے۔ جب انسان زندگی کی چوٹی پر پہنچتا ہے جو کہ چالیس سال کا ہوتا ہے خداوند کریم فرشتوں سے خطاب کرتا ہے اور فرماتا ہے:

"اے ملائکہ! میرے بندے کی چالیس سال کی عمر گزر چکی ہے اگر ابھی تک اس کے بارے میں پیار و محبت سے کام لیتے تھے اور اس کے بعض گناہوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے تو وہ موقع تھا، جوان تھا اور جوانی کا غرور اس کو گناہ کرنے پر مجبور کرتا تھا لیکن اب اس کا غرور جوانی ختم ہو چکا ہے اور اسکی جہالت کا دور گزر چکا ہے، اب اس سے لاپرواہی اور چشم پوشی نہ کرنا اور چھوٹی سے چھوٹی خطا اور غلطی سے بھی درگزر نہ کرنا"۔

پس ضروری ہے کہ انسان جوانی کے عالم میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور چالیس سال گزرنے کے بعد گناہ نہ کرے اور گناہ کی فائل کو بند کر دے اور توبہ و استغفار کو بڑھاپے پر نہ چھوڑے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ:

"توبہ یعنی گناہ سے پلٹ آنا ہر ایک کیلئے اچھا ہے مگر جوان کی توبہ بہت زیادہ اچھی ہے"۔ (مواعظ العددیہ، باب: شش گانہ)

در جوانی پاک بودن شیوهٔ پیغمبری است ورنہ ہر گبری بہ پیری می شود پرہیزگار

جوانی کے عالم میں پاک ہونا پیغمبری سیرت ہے ورنہ ہر کافر بڑھاپے میں پرہیزگار ہو جاتا ہے

ہاں! انسان کی عمر جب چالیس سال سے گزر جاتی ہے اور بہت جلدی گزرتی ہے انسان اس دنیا کی لذت کو چکھتا نہیں یا آنکھ کو بند کر کے کھولتا ہے تو متوجہ ہوتا ہے کہ اس کی عمر آخر تک پہنچ چکی ہے۔ اس حال میں انسان غم و غصہ اور آہ و حسرت کھینچتا ہے کہ کتنی جلدی گزر گئی ہے اور زبان حال سے کہتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

هفته دیگر ز عمر زود گزر رفت　　رفت و به دنبال هفتهٔ دگر رفت

سخت ندامت برم که ز مستی　　روز به خواب اندم چو شام و سحر رفت

وقت شدیاوه وزمان سپری گشت　　بر اثرش نیز عمر راه سفر رفت

پیرشدم پیر در فراق جوانی　　همچو پدر کز برش خجسته پسر رفت

جاری دریغ است کز گزشت مه و سال　　چشم بصیرت بخفت و نور بصر رفت

گردی از این رهگزر نشت برویم　　قافلهٔ ماه و سال چون به سفر رفت

دانی کانگرد چیست موی سپید است　　موی سیهٔ شد سپید عمر مگر رفت

همچویکی طفل پنجرو زهٔ ناچیز　　از کف من عمر پنج روزه به در رفت

هر کس راهی سپرد در خور همت　　این پی مال آن به سوئ جاه و خطر رفت

دادیکی نقد عمر در طلب سود　　سود به جاماند و نقد از او به ضرر رفت

عمر تلف کرد و زر و سیم بیند و خت　　مُرد و به گور اندرش نه سیم و نه زر رفت

وان دگری راه ناشناخته از چاه　　در پی جاه و خطر به کام خطر رفت

گوی سعادت کسی ربود ز میدان　　در پی کسب کمالِ دین و هنر رفت

ترجمہ:

دوسرا ہفتہ جلدی گزرنے والی عمر کا چلا گیا، چلا گیا اور گزرے ہوئے دوسرے ہفتوں کے پیچھے چلا گیا۔

سخت پشیمان ہوں کہ مستی کی وجہ سے دن عالم خواب میں گزرا جس طرح شام وصبح چلے گئے۔

وقت بے کار ہوا اور زمانہ جلدی گزر گیا اس کے اثر میں عمر کا راہ سفر بھی چلا گیا۔

بوڑھا ہوا ہوں مگر جوانی کی جدائی میں بوڑھا ہوا، جس طرح باپ چلا گیا اسی طرح بیٹا خوشی کے ساتھ چلا گیا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ ماہ وسال گزر گئے، بصیرت کی آنکھ کمزور اور آنکھ کی روشنی چلی گئی۔

خیال کرتے ہو کہ اس رہگزر کو بیٹھ کر طے کریں، ماہ وسال کا قافلہ سفر پر چلا گیا ہے۔

جانتے ہو کہ ما وائی کیا ہے بالوں کا سفید ہونا ہے، سیاہ بال سفید ہو گئے اور عمر گزر گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

جس طرح پانچ دنوں کا ناچیز بچہ ہوتا ہے اسی طرح میری عمر کے پانچ دن میرے ہاتھ سے چلے گئے۔

ہر ایک نے اپنی ہمت کے بل بوتے پر راستہ اختیار کیا، یہ مال کے پیچھے اور وہ کنویں اور خطرے کی طرف چلا گیا۔

ایک نے اپنی عمر نفع کی طلب میں خرچ کر دی، نفع بھی اپنی جگہ پر رہ گیا اور عمر کا خرچ کرنا نقصان میں چلا گیا۔

عمر کو سونا اور چاندی کے جمع کرنے میں ضائع کر دیا، مر گیا اور قبر میں چلا گیا نہ سونا گیا اور نہ چاندی گئی۔

اس دوسرے نے کنویں کے راستے کو نہ پہچانا تو خطرہ میں جانے کیلئے کنویں اور خطرہ کے پیچھے چلا گیا۔

اور جس کو سعادت نے میدان سے اُٹھالیا تو وہ دین و ہنر کے کمال کو حاصل کرنے کے پیچھے چلا گیا۔

خوش بختی کی طلب میں

اس دورانیہ میں جوان خوش بختی، آزادی، کمال کی طرف بڑھتے ہیں اور ہر ایک کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو خوش بختی اور سعادت کی انتہاء تک پہنچا دے۔ وہ دُنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں زمین، فضاء، آب وہوا کی طرف سے اچھائیاں، برائیاں، خوشی، غمگینی وغیرہ سب چیزیں موجود ہیں۔ جو کچھ اس جہان میں دنیا میں جوانوں کے مختلف گروہوں میں اہمیت رکھتا ہے وہ آزاد، مکمل زندگی جس میں خوش بختی، آزادی حاصل ہو۔ اس وجہ سے وہ کوشش کرتے ہیں تا کہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکیں، خواہ وہ مقصد مادیات سے تعلق رکھتا ہو یا معنویات و روحانیت سے تعلق رکھتا ہو۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جوان ہر چیز کی طرف لپک کر جاتے ہیں تا کہ خوش بختی کو پا سکیں۔ پس اُن میں سے بعض اپنی خوش بختی کو مادیات کے حصول میں چھپا ہوا سمجھتے ہیں اور بعض اُن میں سے اپنی خوش بختی کو معنویات کے حصول میں پنہاں سمجھتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

مادّہ پرستوں کے تین گروہ ہیں:۔

پہلا گروہ:

خیال کرتا ہے کہ انسان مال ودولت کو جمع کرنے سے آزادی، کمال، خوش بختی کو حاصل کرسکتا ہے۔وہ گمان کرتے ہیں کہ مال انسان کو ذاتی طور پر بے نیاز کردیتا ہے اور کمال وآزادی مال کے جمع کرنے میں ہے،لہٰذا مال ودولت کو جمع کرنے میں دن رات ایک کر کے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

دوسرا گروہ:

خیال کرتا ہے کہ انسان کا کمال اہم عہدوں پر فائز ہونا ہے جو کہ قوم وقبیلہ، گروہ مضبوط افراد کے ساتھ اچھے تعلقات کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں۔اس گروہ کے افراد خیالی کمال کو حاصل کرنے کیلئے ہر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔

تیسرا گروہ:

خیال کرتا ہے کہ انسان کی خوش بختی اور بے نیازی معاشرہ واجتماع کے افراد کے ساتھ گہرے تعلقات اور مراسم بڑھانے میں ہے۔

جس معاشرے میں مختلف گروہ اور افراد موجود ہوں اس راستے میں ممکن حد تک کوشش کرتے ہیں، مال و دولت کو خرچ کرتے ہیں اور ہر قسم کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ تین گروہ مادّی سمتوں کو دیکھتے ہیں اور مادیات پر اعتماد رکھتے ہیں۔معنویت وروحانیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں اور معنویت کو بے کار مشغلہ سمجھتے ہیں جبکہ اس بات سے غافل ہیں کہ جو لوگ مال ودولت اور عہدہ ومنصب کے ذریعے خوش بختی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ایسے تشنہ لب انسان ہیں جو سراب کو پانی تصور کرتے ہیں۔بہت ساری دلیلیں موجود ہیں جن سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ مادیات انسان کو کمال تک نہیں پہنچاتے بلکہ دولت بہت جلدی ختم ہوجاتی ہے اور عہدے انسان سے واپس لے لئے جاتے ہیں اور نتیجتاً سوائے نا اُمیدی کے کچھ نہیں ہوتا۔اور یہ بات تمام اہل علم حضرات جانتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

کہ مال و دولت جتنی بھی زیادہ ہو اس کی خوشیاں جلدی ختم ہونے والی ہیں جن کے اندر کوئی پائیداری اور دوام نہیں ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنی خوش بختی کو معنویت کی سمتوں میں تلاش کرتے ہیں اور اپنے کمال کو خاندانی تعلقات (صلہ رحمی) اور تنگی کی زندگی کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہیں، دُنیا اور اس کی زندگی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اُن کے بھی تین گروہ ہیں۔

معنویت پرستوں کے تین گروہ ہیں:۔

پہلا گروہ:

ان لوگوں کا ہے جو یونانی فلسفہ کے پیروکار ہیں جو کہ ارسطو سے پہلے گزرے ہیں۔ انہوں نے انسان کی خوش بختی اور کمال کو نفسانی کمالات میں سمجھا ہے اور نفسانی کمالات کیلئے چار اصول کے قائل ہیں: (۱) حکمت (۲) شجاعت (۳) عفت (۴) عدالت۔ اُن کے گمان کے مطابق جو بھی ان صفات کو اپنے اندر رکھتا ہے خوش بخت ہے۔ یہ لوگ بدنی کمال کی سمتوں کو اپنے حقیقی کمال کے لئے مؤثر نہیں سمجھتے بلکہ جس انسان میں یہ چار صفات پائی جائیں تو وہ جسمانی کسی ناتوانی اور کمزوری کو انسان کی خوش بختی کی رکاوٹ نہیں سمجھتے (اس گروہ کے نزدیک عارضی بیماریاں سعادت انسان کے ساتھ تعلق نہیں رکھتیں)۔

دوسرا گروہ:

یہ گروہ مُرتاض کے نام کے ساتھ شہرت یافتہ ہے۔ یہ گروہ انسان کی خوش بختی اور کمال کو دُنیاوی لذتوں سے نفس کو روک رکھنا اور خواہشات نفسانی کے ساتھ مقابلہ کرنے میں سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میخوں پر سونا، درختوں کی ٹہنیوں کے ساتھ اپنے آپ کو لٹکانا، جاں سوز گرمی میں بیٹھنا، کم کھانا، کم پینا، کم سونا اور اس طرح کی دوسری تکلیفوں، مشقتوں، رنج والم میں بدن کو ڈالنے میں سمجھتے ہیں۔ یہ گروہ صرف یہ نہیں کہ بدن کو کوئی اہمیت نہیں دیتا بلکہ کہتے ہیں بدن کو رنج والم، زحمت و تکلیف میں ڈالو تا کہ روحانی و معنوی خوش بختی و کمال حاصل کرسکو۔

Presented by www.ziaraat.com

تیسرا گروہ:

یہ ایسا گروہ ہے جو انسان کی خوش بختی اور کمال کو حیوانی صفات سے الگ ہونے میں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ انسان وحیوان کے درمیان مشترک صفات ہیں انسان کو چاہئے کہ ان صفات سے دُور ہو جائے تاکہ انسانی کمال کو حاصل کر سکے کیونکہ نفسانی شہوتیں اور خواہشات انسان کو پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور چوپاؤں کی صف میں لاکر کھڑا کر دیتے ہیں۔ اُن کے عقیدہ کے مطابق یہ صفات انسان کے کمال اور خوش بختی کے دائرہ سے باہر ہیں، یہاں تک اُنہوں نے کہا ہے کہ انسان وحیوان کے درمیان مشترکات انسان کا کمال نہیں بن سکتے۔

خلاصہ بحث

انسان کے کمال اور خوش بختی کو دو باہم مخالف راستوں میں تصور کیا گیا ہے:

(۱) اُن دو راستوں میں سے ایک راستہ یہ ہے کہ اس راستہ کے پیروکاروں نے مادیات پر تکیہ کیا ہے اور مال ودولت کو زندگی کی حقیقت سمجھا ہے اور مادیات کو جمع کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کو کمال سمجھتے ہیں۔

(۲) اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ جس کے پیروکاروں نے رُوح پر تکیہ کیا ہے اور انسان کی خوش بختی وکمال کو رُوح کے کمال اور اس کے قوی ہونے میں سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مادیات کو اصلاً ترک کرنا چاہئے کیونکہ مادیات انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ مادیات کی طرف سفر کرنے کی پہلی حرکت جدید تمدّن ہے ان کے نزدیک مادی چاہتوں اور شہواتی آزادی کو مہیا کرنا کمال وتکامل کی اصل بنیاد ہے۔ یہاں تک آگے بڑھے ہیں کہ مادیات نے انسان کی فکر کو تحت تاثیر قرار دے دیا ہے۔

حقیقی واصلی خوش بختی

حقیقت الامر یہ ہے کہ دونوں گروہ (مادیت پرست ومعنویت پرست) افراط وتفریط کے شکار ہیں کیونکہ انسان کا کمال اور خوش بختی ان دو نظریوں کے درمیان کا نظریہ ہے اور وہ نظریہ یہ ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

انسان مادی و معنوی خوبیوں کو اپنا لے اور دونوں نظریوں کی افراطی چیزوں سے پرہیز کرے۔ اس تیسرے نظریے کو انسان کی صحیح فطرت قبول کرتی ہے اور فطرتی اصول بھی اسی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، کیونکہ روحانی سمتوں کی طرف توجہ کرتے ہوئے خوشنودیٔ خدا کیلئے مادّی خوبیوں سے استفادہ کرنا یہاں تک جسم انسان کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور روحانی مشقتوں تک نہ پہنچے۔ انسان کیلئے اس آسائش و آرام کو مہیا کیا گیا ہے اور یہ انسان کے کمال و سعادت تک پہنچنے کا بہترین وسیلہ ہے۔

بہرصورت ہر روحانی تکامل کی بنیاد احکام الٰہی کی پیروی و اطاعت ہے اور یہ اطاعتِ احکام جسم و بدن کی سلامتی کو چاہتی ہے اور ذاتی طور پر بے نیاز ہونا حقیقت میں رُوح و قلب کے اطمینان اور لمس معنویت کی ایک حالت کو کہتے ہیں جو کہ مادّی حدود سے بلند و بالا ہے۔ قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے: "اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پلٹ آ، جبکہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے"۔ (سورۂ فجر: ۲۷)۔ اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "اے انسان آگاہ رہو کہ خدا کے ذکر اور اس کی طرف توجہ کے ساتھ دلی اطمینان پیدا ہوتا ہے"۔ (سورۂ رعد: ۲۸)

خدا کا ذکر و یاد جو کہ معنویت، سعادت، خوش بختی کا راستہ ہے صرف اسی راستہ کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسرے انحرافی راستوں سے حاصل نہیں ہوتی، چنانچہ دائمی لذتیں حقیقی خوش بختی، اور کمال و تکامل خداوند کریم کی ذات کے ساتھ تعلق پیدا کرنے اور دل کو نورِ حق سے منور کرنے سے حاصل ہوتے ہیں اور یہ مال و دولت کے خلاف بھی نہیں ہے اور اس کی بہترین مثال خداوند کریم کے انبیاء علیہم السلام ہیں مثلاً: داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، ذوالقرنین علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کہ ان نبیوں نے باوجود مال و دولت، کھیتی باڑی، سلطنت و حکومت کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ نہیں کیا۔ خدا اور معنویت سے الگ نہیں ہوئے اور دُنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی کو حاصل کیا ہے۔ خدا کے ساتھ پیوستگی سے انسان گناہ کرنے سے بچ جاتا ہے اور پرہیزگاری کے لباس سے مزیّن ہو جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب بھی تم چاہو اور رشتہ دار نہ رکھنے کی صورت میں سعادت تک پہنچو، خدا کی نافرمانی اور گناہ کی لذت سے نکل کر خدا کے احکام کی پیروی اور فرمانبرداری کی طرف بڑھو (کیونکہ یہی آبرومندی اور عزت ہے) اگر ہمارے جوان حقیقی خوش بختی کے طلبگار ہیں تو دُنیا کی زیبائی، زرق و برق، مال و دولت، عہدہ و منصب پر فریفتہ نہ ہوں اور حق و حقیقت کے راستہ سے دُور نہ ہوں تو پھر یقینی طور پر کامیاب ہو جائیں گے"۔

چالیس سالہ لوگوں کے بارے میں روایات

(۱) امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے: "جب انسان چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے اپنے نصیب اور حصہ کو لے لو کیونکہ اس کے بعد تمہاری عذر خواہی کرنا قابل قبول نہیں ہے"۔ (میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

(۲) نیز آنحضرت سے نقل ہوا ہے: "جب انسان چالیس سال کا ہو جاتا ہے خدا کی طرف سے منادی ندا کرتا ہے تیرا کوچ کرنا نزدیک ہو چکا ہے، پس اپنے سفر پر جانے کیلئے زادِ راہ اور سامان سفر کو تیار کرو"۔ (میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

(۳) حضرت رسولؐ خدا سے نقل ہوا ہے: "جب انسان چالیس سال کا ہو جاتا ہے اور اس کی خیر و خوبی اور نیکی اچھائی اس کے بُرے اعمال پر غالب نہ ہو سکے تو شیطان اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر کہتا ہے یہ وہ چہرہ ہے جو کبھی کامیاب اور پرہیزگار نہیں ہو سکے گا۔ (میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

(۴) نیز نقل ہوا ہے: "جس بندے کی عمر چالیس سال سے آگے بڑھ جاتی ہے اور اس کے نیک اعمال اس کے بُرے اعمال پر غالب نہ آئیں تو وہ بندہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ کیلئے تیار کر لے"۔ (میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

(۵) امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے: "جب انسان عمر کے تینتیس ۳۳ سال تک پہنچ جاتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

رُشد وکمال کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے، جب چالیس سال تک پہنچ جاتا ہے تو جوانی کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اور جب چالیس سال سے تجاوز کرتا ہے تو پھر نقصان کی طرف جاتا ہے۔ضروری ہے کہ جس کی عمر پچاس سال کی ہوگئی ہو تو وہ اپنے آپ کو جان کنی کی حالت میں حساب کرے"۔(میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

(۶) امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"خدا کا بندہ چالیس سال تک آزادی کے عالم میں رہتا ہے۔جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے خداوند کریم اس فرشتہ کو خطاب کرتا ہے جو اس پر موکل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے کو طولانی عمر عطا کی ہے اور اب وہ چالیس سال کو پہنچ چکا ہے اب اُس پر گہری نظر رکھو اور اُس کے تمام اعمال کو ثبت وضبط کرو، خواہ وہ اعمال بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں اور خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ ہوں"۔(بحارالانوار، ج:۷۳، ص:۳۸۸)

(۷) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں:"اے چالیس سالہ لوگو! تمہاری مثال اس زراعت کی مثال ہے جس کے کاٹنے کا وقت نزدیک آ گیا ہو، اے پچاس سالہ لوگو! اپنے لئے آگے کیا کچھ بھیجا ہے (اور ذخیرہ کیا ہے) اور کس چیز کو موخر کیا ہے، اے ساٹھ سالہ لوگو! حساب کیلئے تیار ہو جاؤ اس کے بعد تمہارا کوئی عذر نہ سُنا جائے گا، اے ستر سالہ لوگو! اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو!"۔

(۸) جن افراد کی عمر چالیس سال تک پہنچ چکی ہے انہیں کچھ امتیازات عطا کئے جاتے ہیں۔اُن میں سے ایک وہ ہے جس کو حضرت رسولؐ خدا نے بیان کیا ہے۔آنحضرتؐ فرماتے ہیں:"جس کی عمر کے چالیس سال گزر جاتے ہیں تین مصیبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے: (۱) جنون (۲) جذام (۳) برص"۔(میزان الحکمۃ، ج:۶، ص:۵۴۴)

چو دوران عمر از چهل در گذشت | مزن دست و پا کابت از سر گذشت
چو شیبت در آمد به روی شباب | شبت روز شد دیده بر کن زخواب
چو باد صبا بر گلستان وزد | خمیدن درخت جوان را سزد

Presented by www.ziaraat.com

نشنید تو را با جوانان چمید	که بر عارضت صبح پیری دمید
دریغا که فصل جوانی گذشت	به لهو و لعب زندگانی گذشت
دریغا چنان رُوح پرور زمان	که بگذشت بر ما چون برق یمان
دریغا که مشغول باطل شدیم	ز حق دور ما ندیم و عاطل شدیم
چه خوش گفت، با کودك آموزگار	که کاری نکردی و شد روزگار

ترجمہ:

جب عمر کا دورانیہ چالیس سال سے گزر گیا، تو پھر دست و پا نہ مار وقت گزر چکا ہے۔

جب جوانی پر پیری چھا گئی تو رات دن میں بدل گئی ہے، نیند سے بیدار ہو جاؤ۔

جب باد صبا باغ سے گزرتی ہے تو جوان درخت بھی جھک جاتے ہیں۔

تجھے جوانوں کے ساتھ ناز نخرہ کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ تیری صبح کے چہرے پر پیری چمک رہی ہے۔

افسوس ہے کہ جوانی کی بہار گزر گئی اور لہو و لعب میں زندگی گزر گئی۔

افسوس کہ رُوح پرور وقت اس طرح گزر گیا جیسے چمکتی ہوئی بجلی چلی جاتی ہے۔

افسوس کہ باطل پرستی میں مشغول رہا ہوں، حق سے دُور رہ کر محروم ہو گیا ہوں۔

کیا خوب کہا ہے بچے کو اُستاد نے کہ کوئی کام نہیں کیا ہے اور چھٹی کا وقت ہو گیا۔

سعدیؒ

سولہواں مرحلہ کہولت یعنی بڑھاپے کا آغاز

کہولت جوانی اور بڑھاپے کے فاصلے کو کہتے ہیں۔ جوانی اور بڑھاپے کے درمیانی عمر کو کہولت کہتے ہیں اور اس کا دورانیہ تینتالیس سال سے ساٹھ سال تک ہوتا ہے جو کہ تقریباً اٹھارہ سال کی مدت بنتی ہے (بعض اس کے دورانیہ کو ۳۴ سے ۵۱ سال تک جانتے ہیں)۔ تینتالیس سال سے کم عمر کو جوانی اور ساٹھ سال سے آگے کی عمر کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ اس سے پہلے مرحلہ میں کہا گیا ہے کہ یہ عمر کا

Presented by www.ziaraat.com

دورانیہ ایسا ہے، جس میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت کی خواہش ہوتی ہے۔ اس عمر کے دورانیہ میں دُنیا داروں اور مادّی انسانوں کے سامنے صرف دُنیا اور اس کے تجملات ہوتے ہیں (تجملات یعنی زیب و زینت و آرائش دُنیا) اور اس جہاں کو اپنے لئے فخر و عزت کا بہت بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ مال و دولت کو جمع کرتے ہیں اور اولاد و اولاد کی زیادتی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ جس طرح ابریشم کا کیڑا اپنے اردگرد تانا تنتا رہتا ہے اور آخر پر اسی اپنے تنے ہوئے جال میں مر جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ وہ انسان جو دُنیا کا لالچی ہوتا ہے اس کی مثال ابریشم کیڑے کی ہے جو اپنے اُوپر تانا تنتا ہے اور جتنا زیادہ تنتا ہے اتنا ہی باہر آنے میں دیر لگاتا ہے، یہاں تک کہ غضب و غصہ کی وجہ سے مر جاتا ہے۔ (محجۃ البیضاء، ج:۵، ص:۳۶۶) چنانچہ اموال و اولاد کی کثرت کی قرآن نے مذمت کی ہے اور ان کو خدا اور روزِ قیامت کو بھول جانے کا سبب قرار دیا ہے اور فرماتا ہے:

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (سورۃ تکاثر: ۱ تا ۲)

''کثرت طلبی کے فخر و مباہات نے تم کو اس قدر مشغول رکھا کہ تم قبروں تک پہنچ گئے''۔

حضرت رسولِ خدا سے نقل ہوا ہے:

''تکاثر یعنی مال و دولت کو ناجائز راستوں سے جمع کرنا اور ان سے واجبات کو ادا نہ کرنا، خزانوں اور صندوقوں میں اس کو بھرتے رہنا ہے (آج کل اس سے مراد بینک ہے)''۔ (نور الثقلین، ج:۵، ص:۶۶۲)

نیز آنحضرتؐ سے نقل ہوا ہے:

''میں تمہارے فقر و فاقہ سے نہیں گھبراتا مگر مال و دولت کی کثرت اور جمع آوری سے ڈرتا ہوں''۔ (تفسیر نمونہ، ج:۲۷، ص:۲۸۲)

پھر اسی طرح فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

"میرا مال میرا مال جبکہ تیرا مال وہی ہے جو غذا کی صورت میں کھاتا ہے اور وہ لباس ہے جس کو پہنتے ہو اور صدقات ہیں جو راہ خدا میں دیتے ہو"۔ (محجۃ البیضاء، ج:۵، ص:۳۵۵)

انسان کھولت کے دورانیہ میں مال و دولت سے اسقدر محبت کرتا ہے کہ آئندہ ملنے والے پیسوں کو حساب کرتا ہے اور درہم و دینار کی چمک سے لذت حاصل کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿جَمَعَ مَالاً وَعَدَّدَهُ﴾ (سورۂ ھمزہ ۲)

"مال کو جمع کیا اور اس کو شمار کیا (بغیر اس کے کہ اس کے جائز و ناجائز کا حساب کیا ہو)"۔

انسان یہ فکر کرتا ہے کہ مال و دولت اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے جس کو نہ موت ہے اور نہ ہی اس کو کوئی بیماری لگتی ہے اور نہ ہی زمانے کے حادثات اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں کیونکہ اس کی نظر میں صرف مشکل کو دور کرنے والا مال و دولت ہے لہٰذا مال و ثروت سے بے حد و بے حساب کی محبت کرتا ہے۔

ای دل به کام خویش جهان را تو دیده گیر　دروی هزار سال چو نوحؑ آرمیده گیر
بستان و باغ ساخته و اندر آن بسی　ایوان و قصر سر به فلک برکشیده گیر
هر کنج و هر خزانه که شاهان نهاده اند　آن کنج و آن خزانه به چنگ آوریده گیر
هر نعمتی که هست به عالم تو خورده دان　هر لذتی که هست سراسر چشیده گیر
چندین هزار اطلس و زربفت قیمتی　پوشیده در تن و آن که دردیده گیر
تو هم چو عنکبوتی و حال جهان مگس　چون عنکبوت گرد مگس برتنده گیر
روز پسین چه سود به جز آه و حسرتت　صد بار پشت دست به دندان گزیده گیر

سعدیؒ

ترجمہ:

اے دل اپنی ذات کے ذریعے اس دنیا جہان کی معرفت حاصل کرو، اس جہان میں حضرت نوحؑ نے ہزار سال زندگی گزاری ہے۔

باغ و باغیچے بنائے اور ان کے اندر کئی محل و قصر بنائے جن کی بلندیاں آسمان کو چھو رہی تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

جو گنج و خزانہ بادشاہوں نے بنایا ہے اس گنج و خزانہ کو لوگوں نے لوٹ لیا ہے۔

اس دنیا جہاں میں جو نعمت ہے اس کو قابل استعمال سمجھو اور جو لذت ہے اس جہان کی اس کو چکھا ہوا شمار کرو۔

ہزاروں ابریشم و سونے کے دھاگوں سے بنے ہوئے قیمتی لباس جن کو بدنوں پر سجایا ہے ان سب کو چاک و پارہ شدہ حساب کرو۔

تم عنکبوت کی طرح ہو اور مکھی کی دُنیا کا حال، یہ ہے کہ عنکبوت مکھی کے کاروگر دجال کو تنتی ہے۔

قیامت کے دن کیا فائدہ ہوگا سوائے آہ و حسرت کے اگر سو مرتبہ بھی ہاتھ کی پشت کو دانتوں کے ساتھ کاٹو۔

اُن کی معذرت کرنا قبول نہ ہوگی

کیونکہ انسان اس عمر کے دورانیہ میں مال و دولت کو جمع کرتا رہا اور خدا و قیامت کو اس نے بھلا دیا تھا اور ان کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ جب قیامت کے دن اس کو آگ میں ڈالیں گے تو اس کی فریاد بلند ہوگی اور کہے گا: خداوندا! مجھے اس جگہ سے باہر نکالو تا کہ اعمال صالح کو انجام دوں۔ خداوند کریم اس کے جواب میں کہے گا: ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَاءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾ (سورۂ فاطر: ۳۷) "کیا تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ تم احکام الٰہی بجالاتے اور کیا خدا کی طرف سے ڈرانے والا تمہارے پاس نہیں آیا، پس عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں ہے"۔

اس آیات نے وضاحت سے بتایا ہے کہ تمہارے پاس ہر ایک چیز تھی کیونکہ بہت عمر رکھتے تھے اور اختیار تمہارے ہاتھوں میں تھا، مہلت اور وقت بھی رکھتے تھے اور ڈرانے والا بھی خدا کی طرف سے تمہارے پاس آیا۔ لہٰذا تمہارے عذر و بہانہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر مہلت تمہیں نہ دی جاتی اور معلّم و رہبر بھی نہ آتا تو تمہارے عذر کو قبول کیا جاتا لیکن فرصت بھی تمہارے پاس تھی اور ہدایت کرنے والا بھی تمہارے پاس آیا، پس تمہارے کسی عذر و بہانہ کو قبول نہ کیا جائے گا (پس جب عذر و بہانہ قبول نہ

Presented by www.ziaraat.com

ہوگا،عذاب خدا کو سہنا پڑے گالہٰذا اب سے اپنے آپ کو سنبھالنا پڑے گا اور راہ حق کی پیروی کرنی ہو گی)۔

سترہواں مرحلہ: بڑھاپا

بڑھاپا عمر کے مراحل میں سے آخری مرحلہ ہے اور عبادت، گناہ، احترام، قدر و قیمت، سعادت، شقاوت، قیام، قعود، کنجوسی، سخاوت کے لحاظ سے انسان کیلئے انتہائی حساس زمانہ ہے اور بڑھاپے کا مرحلہ ساٹھ سال کی عمر سے شروع ہو کر آخر عمر تک جاری رہتا ہے۔جب انسان کی عمر ساٹھ سال تک پہنچتی ہے تو احساس کرتا ہے کہ اس کی تمام طاقتیں، تو تیں دن بدن، ماہ باماہ کمزور اور ضعیف ہو رہی ہیں۔جب ستر سال کا انسان ہو جاتا ہے تو ہفتہ باہفتہ اس کی طاقت اور عقل و شعور ست اور کمزور ہو رہا ہوتا ہے اور اگر اسی سال کا ہو جاتا ہے تو ضعف و کمزوری دن بہ دن، روز بروز محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ (سورہ یٰسین:۶۸)

"ہم جس کو طولانی عمر دیتے ہیں تو اس کی خلقت کی طرف اس کو پلٹا دیتے ہیں (یعنی بچپنے کی عمر کی ناطاقتی اور اس سے بدتر کی طرف پلٹا دیتے ہیں)"۔

چنانچہ نُنَكِّسْهُ کے کلمہ کا معنی کسی چیز کو الٹانا کے ہیں اور وہ اس طرح کہ سر پاؤں کی جگہ اور پاؤں سر کی جگہ پر آ جائیں اور آیت میں نُنَكِّسْهُ سے مراد انسان کا کامل طور پر بچپنے کے حالات کی طرف پلٹ جانا ہے۔

اندک اندک می ستاند آن جمال — اندک اندک خشک می گردد نہال
رو نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ بخوان — دل طلب کن دل منه بر استخوان

ترجمہ:

آہستہ آہستہ حسن و جمال چلا جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ زندگی کا درخت خشک ہو جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ کو قرآن سے پڑھو بڈیوں سے سمٹے رہنے کی بجائے دل کی خبر لو!

انسان چونکہ ابتدائے خلقت سے کمزور ہے اور تدریجی طور پر رُشد و تکامل کی طرف بڑھتا ہے جیسا کہ جنین ہر روز نئی خلقت اور جدید رُشد پاتا ہے اور جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا جسم و رُوح سفر تکامل کو جلدی کے ساتھ طے کرتا ہے اور وہ قوتیں اور طاقتیں جو انسان کے وجود میں خداوند کریم نے ودیعت کی ہیں ایک دوسری کے بعد پھوٹتی رہتی ہیں۔ جوانی کا دورانیہ آتا ہے اس کے بعد پختگی اور مضبوطی آجاتی ہے اور انسان جسمی و رُوحانی تکامل کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد رُوح و جسم اپنے اپنے راستے کو الگ الگ کر لیتے ہیں۔ رُوح اپنے تکاملی سفر کو جاری رکھتی ہے اور جسم پیچھے کی طرف پلٹنا شروع کر دیتا ہے اور آخر کار انسان کی عقل بھی نزولی سفر کو شروع کر دیتی ہے اور تدریجی طور پر بلکہ کبھی بہت جلدی کے ساتھ بچپنے کے مراحل کی طرف بڑھتا ہے اور ہو سکتا ہے بچپنے کے عالم سے بھی بدتر کی طرف انسان پلٹ جائے۔ اس فرق کے ساتھ کہ بچوں کی بُری اور ناپسندیدہ حرکات میٹھی جذب کرنے والی اور اُمید بخش شگوفے کی نوید اور آئندہ کے وقت کیلئے وہ خوشی اور مسرت آور ہوتی ہیں۔ اسی دلیل کی وجہ سے کامل طور پر بچے کی ناپسندیدہ حرکات قابل برداشت ہوتی ہیں جبکہ بوڑھوں کی نازیبا حرکات اور مارنے والا ہونا، کبھی نفرت آمیز اور کبھی محبت آمیز ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ دیوان جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ منسوب ہے اس میں آیا ہے:

> ''میں اپنی جوانی پر روتا ہوں جو میرے ہاتھ سے چلی گئی ہے، اے کاش میری جوانی پلٹ آتی، اگر جوانی بکنے والی چیز ہوتی تو جوانی کے بیچنے والے کو منہ مانگی قیمت ادا کرتا اور جوانی کو خرید لیتا۔ جب جوانی جانے کے راستہ کو اختیار کرتی ہے تو پھر اس کو روکنا اور اس کی حفاظت کرنا بہت مشکل ہے بلکہ محال ہے''۔

گریہ سازم بر جوانی کہ گذشت   کاش می کرد از برایم باز گشت

غیر حسرت عاید دیگر نداشت   ہر کہ اندر انتظار او نشت

میں اپنی جوانی پر گریہ کروں جو گزر گئی ہے، اے کاش میرے لئے پلٹ آتی!

Presented by www.ziaraat.com

اُس کو حسرت ویاس کے علاوہ کوئی چیز حاصل ہونے والی نہیں ہے، جو بھی جوانی کے پلٹ آنے کے انتظار میں بیٹھا ہو

سوختم در زندگی و ساختم   نوجوانی راز کف انداختم

گر فروشنده جوانی می فروخت   آن چه کومی خواست می پرداختم

جلا ہوں زندگی میں اور بنایا ہے اور نو جوانی کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔

اگر کوئی جوانی کو بیچنے والا ہوتا اور جوانی کو بیچتا تو جتنی بھی اس کی قیمت طلب کرتا میں اُسے ادا کرتا

افسوس که رفت عمر و ایام شباب   ای کاش که زندگی نمی کرد شتاب

ہر پیر که ایام جوانی طلبد   طفلان ہمه دانند که آن نیست صواب

افسوس ہے عمر اور جوانی کے دن گزر گئے، کاش کہ زندگی اتنی جلدی نہ کرتی!

جو بوڑھا جوانی کے دنوں کی خواہش کرے تو سارے بچے جانتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

جوانی گفت با پیری دل آگاه   که خم گشتی چه می جویی در این راه

جوابش داد پیر خوش تکلّم   که ایام جوانی کرده ام گم

ایک جوان نے بیدار دل بوڑھے سے پوچھا جھک گئے ہو اس راستے میں کیا تلاش کر رہے ہو؟

اس کو خوش گفتار بوڑھے نے جواب دیا: کہ جوانی کے دنوں کو گم کر بیٹھا ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان کے لئے ایسے دن آجاتے ہیں جو بہت دردناک ہوتے ہیں، جن کی بے آرامی کی گہرائی کو بہت مشکل سے تصور کیا جاسکتا ہے۔

قرآن اس کے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ (سورۂ حج:۵)

"تم میں سے بعض اتنی عمر پاتے ہیں کہ بڑھاپے اور زندگی کے بدترین مرحلہ پر پہنچ جاتے ہیں جس میں ان کی یادداشت سے تمام چیزیں نکل جاتی ہیں"۔

Presented by www.ziaraat.com

(یہاں تک کہ نزدیک ترین اپنے خاندان کے افراد کی پہچان ختم ہو جاتی ہے) اور اسقدر طولانی عمر ہو جاتی ہے کہ اس طولانی عمر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان علم و دانش اور آگاہی جو وہ رکھتا تھا اس سے عقل میں کوئی چیز نہیں آتی اور تمام کی تمام بھول جاتا ہے۔ نسیان اور فراموشی عقل و فکر کے اُوپر پردہ ڈال دیتا ہے اور یہ حالت انسان کی بالکل بچوں والی حالت ہو جاتی ہے (یہاں تک کہ اپنے نزدیکی رشتہ داروں، اپنی اولاد کو بھی نہ پہچانے [1]۔

---

[1] میرے دادا حاجی غلام رضا مرحوم جن کی عمر کافی لمبی تھی آخر عمر میں اُس کی آل و اولاد اس کے گرد جمع تھی، وہ پوچھتا تھا یہ کون ہیں؟ اسے بتایا جاتا تھا کہ یہ آپ کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔ وہ ہر ایک کا نام پوچھتا تھا، جواب دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب کسی ایک کا نام سنتا تھا تو پوچھتا تھا کہ یہ کون ہے؟ اسے بتایا جاتا تھا کہ یہ تمہارا فلاں بیٹا ہے۔ وہ تعجب کر کے کہتا تھا کہ میرا اس نام کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ جتنا بھی اُسے یقین دلایا جاتا وہ قبول نہ کرتا تھا۔ (مؤلف)

قرآن کی آیت میں اَرْذَلِ الْعُمُر سے مراد پست ترین اور ناپسندیدہ ترین انسان کی عمر کے دورانیہ کو کہتے ہیں کہ اس پر آخری درجہ کا بڑھاپا آ جاتا ہے اور اپنے تمام معلومات کو بھلا دیتا ہے۔ بالکل ایک بچے کی طرح ہو جاتا ہے، اس کی معلومات بچے کی معلومات کی طرح ہو جاتی ہیں اور امور کو ادارہ کرنے میں بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹی بات پر بچے کی طرح ناراض ہو جاتا ہے اور مختصر سی وجہ سے خوشحال اور راضی ہو جاتا ہے۔ اپنی ظرفیت اور حوصلہ کو اپنے ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے اور کبھی بالکل اس کی حرکات بچوں والی ہو جاتی ہیں مگر ان دونوں کے درمیان کچھ فرق ہے۔ لوگوں کو بچے کی حرکات سے کسی قسم کے نتیجہ کی توقع نہیں ہوتی مگر اس بوڑھے کی حرکات سے نتیجہ کے منتظر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں سے لوگوں کو اس بات کی اُمید ہوتی ہے کہ جب رُشد و کمال آئے گا تو جسم و رُوح مکمل ہوں گے تو یہ ساری باتیں برطرف ہو جائیں گی لیکن کہنہ سال بوڑھوں سے اس قسم کی اُمید نہیں ہوتی اور پھر یہ فرق بھی ہوتا ہے کہ بچے کے پاس کچھ نہیں تھا جسے اُس نے گم کیا ہو مگر یہ سن رسیدہ بوڑھا ہے جس نے اپنی زندگی کے تمام سرمایہ کو گم کر کے بیٹھا ہے لہٰذا ان فرقوں کے ساتھ بوڑھے انسانوں کے حالات بچوں

Presented by www.ziaraat.com

کے حالات کی نسبت سے بدتر اور زیادہ خراب ہوتے ہیں۔

پس اے انسانو! ہوش میں آؤ۔ اس جوانی کے سرسبز چمن سے پھولوں کو اٹھاؤ اور سفر آخرت کے طولانی راستے کیلئے اس جہان سے زادِ راہ لے لو کیونکہ بڑھاپے کی عمر میں تم سے کچھ نہ بن پائے گا۔

چنین گفت روزی به پیری جوانی | که چون است با پیریت زندگانی
بگفتا در نامه این حرفی است مبهم | که معنیش جز وقت پیری ندانی
تو به کز توانائی خویش گویی | چه می پُرسی از دورهٔ ناتوانی
جوانی نگهدار کائین مرغ زیبا | نماند در این خانه رستخوانی
متاعی که من رایگان دادم از کف | تو گر می توانی مده رایگانی
چو سرمایه ام رفت بی مایه ماندم | که بازیست بی مایه بازار گانی
هر آن سرگرانی که با چرخ کردم | جهان بیشتر کرد از آن سرگرانی
از آن برد گنج مرا زد گیتی | که در خواب بودم گه پاسبانی

پروین اعتصامی

ترجمہ:

ایک دن ایک جوان نے ایک بوڑھے سے اس طرح کہا: کہ کس طرح بڑھاپے کی زندگی ہوتی ہے۔

کہا کہ اس حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ عیاں نہیں ہے مگر جب پیری کے عالم میں آؤ گے تو پھر اس کا معنی سمجھ میں آئے گا۔

تو اپنی جوانی کے زور پر پوچھ رہی ہے تو پھر دورِ نا طاقتی کی عمر کے متعلق کیا پوچھتی ہے۔

خوبصورت پرندے کے گھونسلے کی محافظ جوانی ہے اور اس گھر میں ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔

میں نے اپنے سامان کو اپنے ہاتھ سے مفت دے دیا تو اگر ہمت رکھتی ہے تو مفت نہ دینا۔

کیونکہ میرا سرمایہ ختم ہوا اور بے مقصد رہ گیا ہوں اور بے مقصد رہنا بے قدر و قیمت ہوتا ہے۔

جتنا اس جہان سے میں نا خوش ہوں اس سے زیادہ یہ جہان نا خوش ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

میرے خزانہ کولوٹ لیا گیا اور دُنیا نے مجھے زدوکوب کیا کیونکہ محافظ نیند کے عالم میں تھا۔

جوانی کے دن زندگی کی فصل بہار کہلاتے ہیں، جب باغ میں داخل ہوتے ہو تو دیکھتے ہو کہ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے، پھول کھل رہے ہیں، تمام درخت شگوفہ نکال رہے ہیں اور باغ کے پھولوں کی خوشبو دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔جوانی کا عالم بھی اسی طرح کا ہے، اس عالم جوانی میں انسان خوش وخرم، خوش شکل وصورت، جوش وجذبہ، ہر کام کرنے کو دل کرتا ہے مگر جوانی کی جب صبح کی شام ہونے لگتی ہے اور جوانی کے ایام ختم ہو جاتے ہیں تو انسان زوال کی طرف چلا جاتا ہے، پیچھے ہٹنا شروع کردیتا ہے بدن کی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، اعضاء وجوارح بدحال ہو جاتے ہیں اور انسان مدد کا محتاج ہو جاتا ہے دوسروں سے طاقت کا طلبگار ہوتا ہے، دوائیاں لینا شروع کردیتا ہے، اپنی کمزور قوتوں کو میڈیسن کیپسول کے ذریعے طاقتور کرتا ہے۔دانت گرنا شروع ہو جاتے ہیں، مصنوعی دانتوں کے ذریعے غذا کو چبانے کی کوشش کرتا ہے۔آنکھوں کی بینائی ختم ہو جاتی ہے عینکیں لگاتا ہے، عینکوں کی مدد سے راستہ چلتا ہے۔ کان بھاری ہو جاتے ہیں سُننا چھوڑ دیتے ہیں آلہ سماعت کی مدد سے سُنتا ہے۔زانو بدحال اور کمزور ہو جاتے ہیں دیواروں کی مدد سے چلتا ہے۔کمر اور قد وقامت خمیدہ ہو جاتے ہیں، عصاء اور چھڑی کی مدد سے کمر کو سیدھا کرتا ہے۔بال سفید ہو جاتے ہیں، رنگ اور کلر کے ذریعے ان کی سیاہی کی حفاظت کرتا ہے اور بغیر دوسروں کی مدد کے کوئی کام نہیں کرسکتا۔یہ وہ مقام ہے جہاں پر انسان خدا کی بارگاہ میں ان اشعار با ادب زبان کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

پیری رسید و تن شده بیمار یا کریم — افتاده دست و پای من از کار یا کریم
موشد سفید و ضعف پدیدار و قد خمید — دیگر نمانده طاقت رفتار یا کریم
بدکار و شرمسارم و دانی امیدها است — بدکار را به خالق ستار یا کریم
کردم جدیده پر زگنه ز آنکه یا فتم — دربین نام‌های تو غفار یا کریم
دارم دل شکسته گر از جور روزگار — جز تو به کس نمی کنم اظهار یا کریم
هستم جمله با همه کردار ناپسند — از دوستان حیدر کرّار یا کریم

Presented by www.ziaraat.com

غم نیست گر بیاردم از ہر طرف بلا آنجا کہ ہست لطف تو غم خوار یا کریم

ترجمہ:

بُوھاپا آیا اور جسم بیار ہو گیا اے کریم میرے ہاتھ پاؤں نے کام کرنا چھوڑ دیا اے کریم۔

بال سفید اور کمزوری ظاہر اور کمر جھک گئی اور چلنے کی طاقت بھی نہیں رہی اے کریم۔

بدکار اور شرمسار ہوں اور تو جانتا ہے کہ کتنی خواہشیں ہیں اور بدکار کیلئے ستار العیوب خالق ہے اے کریم۔

میں نے اپنے اعمال نامہ کو گناہوں سے بھر دیا اس لئے کہ میں نے تیرے مبارک ناموں میں غفار کو پایا ہے اے کریم۔

اگر زندگی کے دنوں سے دل شکستہ ہوں تو تیرے علاوہ کسی کے سامنے اظہار نہیں کروں گا اے کریم۔

ہم سب اگر چہ ناپسند کردار و عمل رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود حیدر کرار کے دوستوں سے ہیں اے کریم۔

اگر میرے اوپر ہر طرف سے مصیبت کو لایا جائے تو پھر بھی غم نہیں ہے کیونکہ تیرا لطف و کرم میرا غم خوار ہے اے کریم۔

انسان کے دورانیہ عمر کے بارے میں بیداری و آگاہی کیلئے ملائکہ کی زبان سے حدیث کو نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص لیاقت رکھتا ہو اور بیدار ہونا چاہتا ہو تو پھر جب تک وقت باقی ہو فرصت ہاتھ سے نہ نکلی ہو تو بیدار ہونا چاہئے اور اپنی باقی عمر میں تلافی و تدارک کر لے۔

حضرت رسولؐ خدا سے نقل ہوا ہے:

"خدا نے ایک فرشتہ خلق کیا ہے جو زیر عرش تمام زبانوں میں تسبیح و تہلیل کرتا ہے اور ہر شب جمعہ کو خدا اس کو حکم کرتا ہے کہ آسمان سے زمین پر جاؤ اور اہل زمین سے کہہ دو:

اے بیس سال کی عمر والو!

اپنی حفاظت کرو کہیں دُنیا تمہیں مغرور نہ کر دے (جس طرح دُنیا نے تم سے پہلوں کو مغرور کیا ہے)۔

Presented by www.ziaraat.com

اے تیس سال کی عمر والو!

خدا کی ندا کو سنو (اور لبیک کہو)۔

اے چالیس سال کی عمر والو!

ہوشیار رہو، سعی و کوشش کرو، بے ہوش نہ ہو جاؤ (خدا کے دین، عبادت و اطاعت، قیامت و آخرت کے بارے میں بیدار رہو)۔

اے پچاس سال کی عمر والو!

تمہارے لئے اب کوئی عذر خواہی باقی نہیں رہی ہے اور تمہارا عذر خدا کی عدالت میں قابل قبول نہیں ہے۔

اے ساٹھ سال کی عمر والو!

تم نے دُنیا کے مال و دولت سے اپنی آخرت کیلئے کیا کچھ آگے بھیجا ہے؟

اے ستر سال کی عمر والو!

تمہاری عمر ایک کھیتی کی مانند تھی اب اس کے کاٹنے کا وقت آ چکا ہے (لہٰذا اس کو کاٹا جائے)۔

اے اسی سال کی عمر والو!

اپنے خدا کی زمین پر اطاعت و بندگی کرو (اب اس کے بعد اس کی نافرمانی و معصیت نہ کرنا)۔

اے نوے سال کی عمر والو!

اب تم کوچ کرنے کے حال میں ہو۔ اپنے راستے کے خرچ و اخراجات کو جمع کر لو (کیونکہ راستہ بہت لمبا اور خطرناک ہے)۔

اے سو سال کی عمر والو!

اب تم عمر کی آخری گھڑیوں میں ہو لیکن تم نہیں جانتے ہو کہ تمہیں خواب غفلت اور بدبختی نے

Presented by www.ziaraat.com

گھیرے میں لیا ہوا ہے (لہٰذا اس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ)۔

(امالی الاخبار، ج:۱، ص:۴۳۶)

پس اے انسان اپنے آئندہ کے اوقات کی حفاظت کر اور اس ناپائیدار اور صرف وہم و خیال دنیا کے ساتھ دل نہ لگا، بے آسرا و بیچارہ ہو کر رہ جاؤ گے۔

ایک شیریں سخن شاعر نے دُنیا کی اس طرح توصیف کی ہے۔

حال دُنیا را بپر سیدم من از فرزانه ای گفت یا خوابیت یا و بمیست یا افسانه ای

میں نے دُنیا کا حال دانشور حکیم سے پوچھا تو اس نے کہا یا نیند ہے یا خیال ہے یا افسانہ ہے۔

گفتمش احوال عمرای دل بگو با ما گفت درد یری یا بیتی و یا ویرانه ای که چیست

میں نے اس کو کہا اپنے دل سے عمر کے حال کو ہمارے لئے بیان کر کیا ہے تو کہا دیر میں یا گھر میں یا پھر ویرانے میں۔

گفتمش اینان که می بینی چون دل بسته اند یا کورند یا مستند و یا دیوانه ای

تو میں نے اس کو کہا: وہ جنہوں نے اس عمر دنیا سے دل لگایا ہے اور تو دیکھ رہا ہے تو کہا: یا اندھے ہیں یا مست ہیں یا دیوانہ ہیں۔

حرص اور بڑھاپا

جب انسان بڑھاپے کے سن کو پہنچ جاتا ہے اور سارے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں تو دو وصف اس کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں اور جوان ہو جاتے ہیں۔ جتنا انسان بوڑھا ہوتا ہے اتنی ہی شاید وہ صفتیں اور جوان ہو جاتی ہیں۔

حضرت رسولؐ خدا سے نقل ہوا ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا:

"جب انسان کی اولاد بوڑھی ہوتی ہے تو دو صفتیں اُس میں جوان ہو جاتی ہیں: مال کو جمع کرنے کی لالچ، اور دوسری لمبی اور دراز اُمیدیں اور آرزوئیں"۔ (بحارالانوار، ج:۷۳، ص:۲۲)

اس مقام پر مناسب ہے دو واقعات ایک مال کو جمع کرنے کے بارے میں اور دوسری لمبی

Presented by www.ziaraat.com

آرزوؤں کے بارے میں نقل کریں۔

لالچی بوڑھے سے ہارون کا سوال

ایک دن ہارون رشید اپنے محل سراء میں اطمینان وسکون کے عالم میں اپنے حواریوں اور وزیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور حکومتی امور پر بحث کر رہا تھا۔ ایک دفعہ اپنے سر کو بلند کرتا ہے اور اپنے اطرافی افراد پر نگاہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے کیا اصحاب پیغمبرؐ میں سے کسی کو جانتے ہیں جو کہ ابھی تک زندہ ہو اور اس سے کچھ مطالب کے بارے میں سوال کروں، یا ایسی حدیث کو ہمارے سامنے بیان کرے جو اُس نے آنحضرتؐ کے لب ہائے مبارک سے سُنی ہو؟ وزیروں نے تحقیقات کے بعد کہا: اے ہارون! ہماری اطلاعات کے مطابق یمن میں ایک بوڑھا شخص ہے جو کہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے ہے اور ابھی تک زندہ ہے۔ ہارون نے کہا: فوراً کسی کو بھیجو اور اُس کو بلواؤ۔ جب جانے والے وہاں پہنچے اور انہوں نے دیکھا تو اس کیلئے محمل تیار کروایا اور اس کو اس محمل پر بٹھا کر ہارون کے پاس لے آئے اور ہارون نے پہلے تو اس سے کچھ بات کی تا کہ یہ دیکھے کہ اس کی عقل صحیح ہے اور اس کا شعور ٹھیک طور پر کام کر رہا ہے یا نہیں؟ جب بہت زیادہ گفتگو ہو چکی اور سوال جواب کر چکا تو ہارون سمجھ گیا کہ اس کی عقل بالکل صحیح ہے اور منطقی طور پر بات کرتا ہے تو کہا اے بوڑھے شخص! کیا پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کو پایا ہے؟ جواب دیا: ہاں۔ کہا: کیا آنحضرت کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی ہے؟ کہا: ہاں ایک دن میں اپنے باپ کے ساتھ گیا تھا اور ہمیں آنحضرت کا شرف حضوری نصیب ہوا۔ ہارون نے کہا: کیا آنحضرتؐ نے اُس دن کوئی بات بھی کی تھی؟ جواب دیا: ہاں۔ ہارون نے کہا: کیا اُن باتوں میں سے جو آنحضرتؐ کے لب ہائے مبارک سے سُنی ہیں (یعنی اپنے کانوں سے سُنی ہیں) اُن میں سے کوئی بات یاد ہے؟ اُس بوڑھے نے کہا: اے خلیفہ! میرا حافظہ کمزور ہو چکا ہے اور میری یاد میں کوئی چیز نہیں ہے۔ ہارون نے کہا: کچھ فکر کرو ہو سکتا ہے کوئی بات یاد آ جائے۔ تو اس نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا اے خلیفہ! ایک بات یاد آ گئی ہے، جب ہم آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے تو گفتگو کے دوران آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ﴿یَشِیبُ ابنُ آدَمَ وَ یَشُبُّ فِیهِ خَصلَتَانِ، الحِرصُ وَ طُولُ الاَمَلِ﴾ ''آدم کی اولاد بوڑھی

Presented by www.ziaraat.com

ہوگئی اور دو صفتیں ان میں جوان ہوگئیں: ایک لالچ اور دوسری لمبی اُمیدیں (دُور دراز آرزوئیں)"۔ (بحارالانوار،ج:۷۳،ص:۲۲)۔

ہارون نے حکم دیا: اس کو ایک ہزار درہم دیا جائے اور اُس کے بعد اس کو گھر کی طرف روانہ کیا جائے۔ جب محل سراء کے باہر نکلنے لگا تو اسی بوڑھے نے کہا: مجھے دوبارہ خلیفہ کے پاس لے جائیں، تو انہوں نے خیال کیا شاید اس کو کوئی دوسری حدیث یاد آ گئی ہے اور ہارون کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہے، اس کو ہارون کے سامنے لے جاتے ہیں اور زمین پر اس کو بٹھا دیتے ہیں۔ ہارون نے پوچھا: کوئی سوال کرنا ہے، تو کہا: اے ہارون! یہ ہزار درہم جو تو نے عنایت کئے ہیں حکم جاری کرو کہ ہر سال مجھے عنایت کیا جائے (اور ہر سال اُس میں زیادتی کی جائے)۔ ہارون نے تعجب کیا اور کہا: ہاں حکم دُوں گا کہ ایک ہزار درہم کو اور کچھ اضافہ کے ساتھ تمہاری طرف بھیجتے رہیں اور پھر کہا: آنحضرتؐ رسول خدا نے حق فرمایا ہے۔ جب ہارون سے فارغ ہو کر چلے گئے درہم اس کے پاس رہے اور کوئی چیز اُن میں سے خرچ نہ کی یہاں تک کہ راستے ہی میں فوت ہو گیا اور وہ درہم دوبارہ خزانہ مملکت کی طرف پلٹا دیئے گئے۔ (جامع النورین، جلد: انسان، ص:۵۹ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ)

حضرت علی علیہ السلام بھی بڑھاپے کے عالم کی حرص ولالچ سے شکایت کرتے اور فرماتے ہیں:
"میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں لیکن میری لالچ بوڑھی نہ ہوئی، دُنیا کے مال کا حریص ہمیشہ رنج والم اور مصیبت میں رہتا ہے"۔ (دیوان علی علیہ السلام، شعر:۲۱۷)

بوڑھے مرد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سلام اللہ علیہا ایک جگہ سے گزر رہے تھے تو دیکھا ایک بوڑھا شخص اپنے کھیت میں کام کر رہا ہے اور بڑی کوشش کے ساتھ اپنے کام کو انجام دے رہا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو کہا یہ بوڑھا شخص کب تک کام کرے گا، کیا مرنے کی فکر میں نہیں ہے، کس قدر لمبی اُمید اور دراز آرزو رکھتا ہے، شاید یہ فکر کرتا ہے کہ ابھی صدیوں سال اس نے عمر کرنی ہے۔ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا: اے پروردگار اس کے دل سے لمبی اُمیدوں کو

Presented by www.ziaraat.com

دُور کردے۔اسی وقت بوڑھے شخص نے کام کرنا چھوڑ دیا اور آرام کرنے لگ گیا۔تھوڑی دیر گزرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اُٹھ نہیں رہا ہے اس کا کام نامکمل ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے کام میں مشغول ہو گئے تا کہ اس کے کام کی کمی کو پورا کر دیں اور پیچھے رہ جانا کامل ہو جائے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس کے سامنے جاتے ہیں، احوال پرسی کے بعد فرمایا: ''اے پیرمرد! میں نے دیکھا کہ آپ نے کام چھوڑ دیا ہے اور آرام کرنے لگ گئے لیکن ایک مرتبہ اپنی جگہ سے بلند ہو گئے اور جلدی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔اس نے کہا: ٹھیک ہے پہلے میں نے خیال کیا کہ کس کیلئے کام کروں۔میں جو اپنی عمر کو گزار چکا ہوں اور آخر عمر تک جس چیز کی ضرورت ہے وہ میرے پاس موجود ہے لہٰذا کام کرنا چھوڑ دیا اور سو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد خیال کیا کہ ہو سکتا ہے ابھی میں نے صدیوں سال عمر کرنی ہو لہٰذا جب تک زندہ ہوں مجھے کام کرنا چاہئے اور سعی و کوشش کرنی چاہئے لہٰذا دوبارہ کام کرنے میں مشغول ہو گیا۔

بڑھاپے میں بھول جانا

جب انسان پیری کی عمر میں پہنچتا ہے اور قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں اور کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں تو پھر اس کی خبر گیری نہیں کرتا۔برادری، رشتہ دار، بچے اُس کو بھلا دیتے ہیں اور ہر ایک اپنے کام کے پیچھے نکلتا ہے۔یہ دردناک حالت اس شخص کی ہوتی ہے اور بدترین ناشکری اس کی اولاد کیلئے ہوتی ہے۔اولاد بہانے کرتی ہے کہ ہمیں کام کرنے ہیں، ہماری زندگی ہے، ہم کام کو نہیں چھوڑ سکتے کہ باپ یا ماں کے پاس ہمیشہ رہ جائیں اور ان کی خدمت کریں اور اس کم آمدنی میں ہم اپنے بیوی بچوں کو کھلائیں یا ماں باپ کی خدمت کریں۔

خداوند کریم بہت ساری آیات میں یاد آوری کرا رہا ہے کہ والدین کا احترام کرو اور اُن کو بھلا نہ دو اور ان کی اطاعت کو خدا نے اپنی عبادت کے برابر قرار دیا ہے اور فرماتا ہے: ''اُن کو اُف نہ کہو، اُن کے دلوں کو رنجیدہ نہ کرو، ان کے سامنے جھکے رہو، ان کے بارے میں دُعا کرو''۔(سورۂ بنی اسرائیل:۱۲/سورۂ بقرۃ:۸۲/سورۂ نساء:۱۳۵)

انسان کیلئے ضروری ہے کہ بوڑھوں کی قدر کرے

Presented by www.ziaraat.com